مقاماتِ محمود

نوّاب معشوق یار جنگ بہادر

كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ

مقاماتِ محمود

جامع منقول و معقول

سالارِ اربابِ مجاہدہ، سردار اصحابِ مشاہدہ

قطب تفرید، لوائے توحید

ظلِ سبحانی حضرت قاضی سلطان محمود رح آوانی

مؤلفہ

نواب معشوق یار جنگ بہادر۔ بی اے (علیگ)

کمشنر حیدر آباد (دکن)

حاشیے

مولوی برکت علی شہید رح

عارفِ رومی رح بیا قصۂ شمس دین رح بگو

تا ز طفیلِ عشقِ تو لافِ زنم ز عاشقی

ہمدانی

انتساب

بنامِ آں کہ او نامے ندارد
بہر نامیکہ خوانی سر بر آرد

مطربِ بزمِ ازل! گو راز را
بر مذاقِ گوشِ ما زن ساز را

نغمہ سر کن، در مقامِ دلبری
رفت تا اوجِ کمالش کافری

در ربابے پردۂ شہناز زن
آن الستِ روح پرور باز زن

باز خوان آن نغمہ با آہنگِ نو
عصرِ ما خواہد رباب و چنگِ نو

مثنوی صمدانی

ترجمہ از پروفیسر معین الدین حسن قریشی ایم اے۔ ایل ایل۔ بی (علیگ)

بے نام ہے وہ ذات کیا جس سے انتساب
جس نام سے پکاریئے دیتی ہے وہ جواب

مطربا! بزمِ ازل کے راز ہائے سربستہ گا
ذوقِ محفل کے مطابق ساز کے سب سُر ملا

چھیڑ دے نغمے سُریلے "دلبری" کے رنگ میں
کافری بھی ہے کمالِ اوج "پر آہنگ میں

پردۂ شہناز" میں ایسا رباب آکر بجا
یاد آجائے "الست" کی ادائے جانفزا

پھر سُنا دیرینہ نغمے اس نئے انداز میں
عصرِ حاضر کے نئے رنگیں سرود و ساز میں

حاشیہ۔ ۱؎ ۲؎ ۳؎ ۔ موسیقی کی اصطلاح میں نغموں کے نام بھی ہیں۔

فہرست مضامین

اَعِدْ ذِکْرَ مَحْمُوْدٍ لَنَا اِنَّ ذِکْرَهٗ ۔ ہُوَ الْمِسْکُ مَا کَرَّرْتَهٗ یَتَضَوَّعُ

کرتا رہتا ہے مگر قلب ہر دم اللہ جل شانہ کے ساتھ رہتا ہے اِنہی احمد خاں صاحب سے آپ نے فرمایا تھا۔ کہ نان و حلوہ پڑھا کرو اور اسی کتاب کا یہ شعر پڑھا ؎

رنج، راحت بادت گر بادت مطلب بزرگ
گرد گلہ توتیا گردد برائے چشم گرگ

یعنی اگر تم کوئی بڑا کام کرنا چاہتے ہو۔ یا کوئی بڑا مقصد تمہارے سامنے ہے تو اس کے حصول میں جو رنج و تکلیف پہنچے اس کو راحت سمجھو اور خوشی خوشی برداشت کرو۔ تم نہیں دیکھتے۔ کہ بھیڑیا جب بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کا قصد کرتا ہے تو گلہ کے گرد و غبار کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ بلکہ اُسے اپنے لیے سرمۂ چشم سمجھتا ہے۔

شیخ غلام جیلانی صاحب کو حضرت صاحبؒ لکھتے ہیں کہ جب کوئی خلوصِ دل اور صدقِ نیّت سے اللہ جلشانہ اور اس کے راستے کا طالب ہوتا ہے تو اس کی نیت کے مطابق دریائے فیض مبداءِ فیاض سے اٹھ کر موج اور ٹھاٹھ مارتا ہے یہ اس کی رحمت ہے اس رحمت کی جب قلب مصفیٰ پر جوش کے ساتھ بارش ہوتی ہے اور قالب عنصری ناطاقتی کی وجہ سے اس کی تاب نہیں لا سکتا تو ظاہری امراض کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایمانِ خالص ایسی علتوں، بیماریوں اور بے آرامیوں سے خالی نہیں رہتا۔ اس رمز سے آگاہ رہو۔ اس کا علاج

فکر و شغل اور بار بار وضو کرنا ہے۔

دریائے فیضِ ربانی کا یہ جوش جب قلب پر ہجوم کرتا ہے تو اس رحمتِ بے غایت کی بارش قلب کو سیراب کرتی اور کبھی کبھی جسمِ انسانی پر بھی اپنے اثرات نمایاں کرتی ہے۔ حکیم صاحب موصوف کو ایک دفعہ آپ نے لکھا تھا کہ میرے مجربات میں سے ہے کہ جب میں دورہ سے واپس آتا ہوں تو چند روز نہایت تکلیف سے گزرتے ہیں اس کے بعد کسی قدر آرام نصیب ہوتا ہے۔ غرضیکہ اس راہ کا خاصہ بے آرامی ہے آپ فرماتے ہیں کہ جس طرح ظاہری سفر میں مسافر کو مرغوب و فرحت بخش منزلیں ملتی ہیں۔ اسی طرح باطنی سفر میں بھی ہے۔ ان منازل کی دو قسمیں ہیں ایک اعلیٰ کی طرف اور دوسری پستی کی طرف کبھی مسافر طارمِ اعلیٰ پر پہنچ جاتا ہے اور کبھی پشتِ پا تک بھی نظر نہیں پڑتی۔ کبھی وہ خندان و فرحاں ہوتا ہے یعنی حالتِ بسط میں ہوتا ہے اور کبھی حالتِ قبض میں۔ قبض و بسط دراصل دو حالتیں ہیں جن سے سالکِ راہ کو اپنی سیر میں سابقہ پڑتا ہے ان کا آنا جانا اسی طرح لگا رہتا ہے جیسے دن رات کا۔ دن اور رات دونوں کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دو پھر نہ دن رہیگا نہ رات رہے گی، یہ بات تسلیم و رضا میں ہے۔

مفتی صاحب بٹالوی کو آپ رحؒ لکھتے ہیں کہ مرد کو رضا و تسلیم

کے میدان میں سابقون کی طرح کمر ہمت باندھنا چاہیئے
بندہ کو چاہیئے کہ خواہ قضائے منع ہو خواہ قضائے عطا،
دونوں حال میں ثابت قدم رہے اور اس کا دل احوالِ باطن
کے نظارہ پر خواہ جمالی ہوں یا جلالی ہر طرح جما رہے۔
اللہ تعالیٰ ہر حال میں بندہ پہ نظر رکھتا ہے اور کسی کو دینا
یا نہ دینا اسی کے علم و قدرت میں ہے۔ بندہ کیلئے
صرف اس قدر جان لینا کافی ہے پس لازم ہے کہ جس
حال میں وہ ہے اس پہ قانع رہے۔ جس بیکاری و
خستگی کا حضرت قاضی صاحبؒ نے مفتی صاحب موصوف
کے خط میں ذکر کیا ہے کہ :- ؎

ندانم کہ چوں دوست دارد ترا
کہ بیکار و خستہ گزارد ترا

اس کے بارے میں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ زاری و
نزاری و خستگی ہمیشہ اپنی طرف متوجہ رکھنے کے لئے
ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے جیسا کہ حضور قاضی غریب نواز
صاحبؒ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب مرحوم کو تحریر فرماتے
ہیں کہ "اصل و عمدہ بات یہی ہے کہ غیر اللہ سے دل کا
تعلق نہ رہے رضائے الٰہی اور توکل کا خیال رکھنا نہایت
ضروری و لابدی ہے۔

(۹)

نواں باب

فیوض و کرامات

تا کرامت را بہ کردیم آشکار
کہ نہیمت دستِ اندر وقتِ کار (رومی)

کرامت کسے کہتے ہیں } کسی شے کا عادتِ جاریہ کے خلاف وقوع میں آنا خرقِ عادت کہلاتا ہے مثلاً ایک شے کو وجود میں لانے کے لئے مسبّب کی طرف سے ایک سلسلۂ اسباب و علل مقرر ہے اگر وہ چیز اس طریق کے بغیر ظہور میں آئی تو اسے خرقِ عادت کہیں گے۔ یعنی اس عالمِ اسباب میں عادتِ جاریۂ اسباب و علل کو باطل کر کے وہ شے ظہور میں آئی۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ اگر خرقِ عادت کے ساتھ ایک دعویٰ بھی ہے تو اس دعویٰ کو جانچنا ہوگا اگر وہ دعویٰ الوہیت ہے تو وہ اسی طرح قطعی طور پر باطل ہے۔ جیسے نمرود و فرعون کا دعویٰ الوہیت باطل تھا اور اگر دعویٰ نبوت ہے تو مدعی کے افعال و کلمات سے اسکی صداقت

کو پر کھیں گے اگر وہ جھوٹا ثابت ہوا تو اس کا دعویٰ بھی جھوٹا سمجھا جائے گا اگر سچا ہے تو اس کی خرق عادت کو معجزہ کہیں گے معجزہ کا نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہونا لازمی ہے اس لئے کہ معجزہ کو نبی کی نبوت کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے اور اگر دعویٰ ولایت ہے۔ تو مدعی کی زندگی کو دیکھنا ہوگا اگر وہ گندی اور ناپاک ہے تو دعویٰ بھی غلط اور باطل ہے اگر زندگی پاکیزہ اور مطہر ہے تو دعویٰ بھی قابل اعتبار ہے اہلسنت و الجماعت کراماتِ اولیاء کے قائل ہیں اور ولی کی کرامت کو اس کے نبی کا معجزہ کہتے ہیں کیونکہ وہ اسی کے اتباع سے حاصل ہوئی ہے یہ شئے اس کو سعادت سے اسی طرح قریب کرتی ہے جیسا کہ جھوٹے مدعی ولایت سے خرقِ عادت کا ظہور نہیں آنا اس کو شقاوت سے قریب تر کرتا ہے +

معجزہ اور کرامت میں فرق } اگر نبی سے خرقِ عادت ظہور میں آئی ہے تو اصطلاح میں اُسے معجزہ کہیں گے اور اگر ولی سے ظاہر ہو تو اُسے کرامت کہیں گے اس کرامت کے ذریعہ ولی دراصل اپنے نبی کی تصدیق کرتا ہے کیونکہ اسی پر ایمان لاتے اور اس کا اتباع کرنے سے اسے یہ شرف حاصل ہوا ہے۔ اور اگر خرقِ عادت کسی ساحر یا کسی گندے اور ناپاک آدمی سے ظہور

میں آئے تو اسے استدراج کہیں گے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے معجزے اب بھی آپ کی امت کے برگزیدہ اور خدا کے فرمانبردار لوگوں کے ہاتھوں سے ظاہر ہوتے رہتے ہیں یاد رکھو کہ خرق عادت کا فعل اگر کسی مدعی الوہیت ساحر، کافر یا جھوٹے مدعی نبوت کے ہاتھ سے ظاہر ہو۔ تو کرامت و معجزہ کے مقابلہ میں اس کی مثال گندے پانی کی سی ہے اس لئے کہ جس شخص سے یہ خرق عادت ظاہر ہوئی ہے۔ اس کی زندگی گندی اور کلمات سر تا سر کذب ہوتے ہیں، صاف اور گندہ پانی اگرچہ دونوں پانی ہی ہوتے ہیں مگر ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے

مولوی عبدالباری فرنگی محلیؒ فرماتے ہیں کہ معجزہ میں نبی کا فعل علانیہ اللہ جلشانہٗ کا فعل معلوم ہوتا ہے مگر ولی کے فعل میں اس کے نفس کا بھی تعلق ہوتا ہے خود نبی کے فعل میں دو جزو ہوتے ہیں ایک وہ جو وہ بہ حیثیت نبی کرتا ہے اور ایک وہ جس میں اس کی قوت ولایت کارفرما ہوتی ہے مگر دونو کو معجزہ کہتے ہیں۔ اسی طرح ولی کے فعل میں جو کچھ اس کی ہمت سے تعلق رکھتا ہے وہ کرامت ہے اور جو بغیر ہمت صرف کئے صادر ہو۔ وہ اس کے نبی کا معجزہ ہے جس کا وہ ولی متبع ہے۔ مگر دونوں کو کرامت کہتے ہیں۔ نبی کے لئے معجزہ

کا اظہار کرنا ضروری ہے لیکن ولی کے لئے کرامت کا اظہار کرنا نقص میں داخل ہے لیکن ولی اگر ارشادِ خلائق کے لئے مامور ہے تو اُسے حکم دیا جاتا ہے کہ کرامت ظاہر کرو اس حکم کی تعمیل کرنی ہوتی ہے جناب غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کراموتں کا یہی حال تھا آپ ان کے اظہار پر مامور تھے اور امرِ رب کے خلاف نہیں کر سکتے تھے۔

سکر و صحو میں کرامت بعض کہتے ہیں کہ ولی کے ہاتھ پر کرامت صرف حالتِ سکر[1] میں ظاہر ہوتی ہے اس لئے کہ اس حالت میں تمام تر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ اور اپنے سے غائب ہوتا ہے بعض کہتے ہیں کہ حالت صحو[2] میں بھی کرامت صادر ہوتی ہے یہ اختلاف لفظی و اعتباری ہے نہ کہ حقیقی۔ حالتِ سکر ہو یا حالتِ صحو ہر حال میں ولی کا تصرف صرف خدائے عزّ و جلّ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔

فاعل حقیقی و مجازی مولوی عبد الباری صاحب فرنگی محلی (لکھنوی) اپنی کتاب "فیوض باری" میں فرماتے ہیں کہ واقعاتِ عالم گو علل و اسباب کے تابع ہیں

---

[1] صوفی پر جب حال غالب آجائے اور ترتیب افعال کی سدھ بدھ نہ رہے اور وہ متوجہ الی اللہ ہو اور اُسے اپنی خبر نہ ہو۔ یہ اس کی حالتِ سُکر ہے

[2] صحو سکر کے بالعکس وہ حالت ہے جب کہ آدمی اپنے افعال سے باخبر ہوتا ہے (شہید)

مگر یہ علل و اسباب بھی تو ایک قادرِ مطلق کے بنائے ہوئے ہیں آگ کو اگر جلانے والی کہو تو یہ اسکی صفت کی نسبت سے ہو گا۔ اور اگر خدائے عزّوجل کو جلانے والا کہو۔ تو یہ حقیقت کے لحاظ سے ہوگا زبانِ حقیقت ہو یا زبانِ مجازہ دونو کا مرجع ایک ہے یعنی خدائے عزّوجلّ۔ پس جس زبان سے چاہو۔ اپنا مطلب ادا کرو۔ اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ان الذین اٰمنوا و عملوا الصالحات میں اللہ تعالیٰ نے خود اعمالِ صالحہ کو اہلِ ایمان کی طرف منسوب کیا ہے۔ درانحالیکہ یہ سب توفیق الٰہی سے ظہور میں آتے ہیں اور حقیقت کے لحاظ سے سب اللہ تعالیٰ کے فعل ہیں +

اتباعِ سُنت بڑی کرامت ہے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ[1] سے کسی نے کرامت طلب کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کیا کم کرامت ہے۔ کہ ہم اتنے گناہ کرتے ہیں پھر بھی زمین میں دھنس نہیں جاتے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک صاحب رہے مگر کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ جب جانے لگے۔ تو آپ نے آنے اور جانے کا سبب پوچھا۔ انہوں نے کہا

---

[1] حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمدؒ سماسی کے منظورِ نظر تھے بظاہر سید امیر کلال سے آدابِ طریقت سیکھے مگر حضرت خواجہ عبدالخالق

باقی ص۲۵۷ پر

کہ میں مرید ہونے آیا تھا مگر میں نے کوئی آپ کی کرامت نہیں دیکھی اس لئے واپس جا رہا ہوں - آپ نے پوچھا کہ میرا کوئی فعل خلاف سنت دیکھا ہو تو بتاؤ - اس نے کہا یہ تو نہیں دیکھا - آپؒ نے فرمایا کہ جنید کے لئے یہی کرامت کافی ہے -

کرامت دلیلِ ولایت نہیں } حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں

کہ میں حضرت صاحبؒ کو صرف ایک مردِ صالح اور عالمِ باعمل سمجھتا تھا اس سے زیادہ نہیں - نہ کوئی کرامت دیکھی تھی - اور نہ اولیاء اللہ کی سی بات جیسی کہ میں سمجھتا تھا آپ میں نظر آئی ایک دن آپ باہر سے گھر تشریف لائے میں نے خیر مقدم کیا - گھوڑے کی باگ تھامی - اور

(حاشیہ بقیہ ص ۲۵۶) غجدوانی سے اویسی طریقہ پر فیضیاب ہوئے طریقہ نقشبندیہ انہیں کی طرف منسوب ہے جس میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی متابعت بہ عزیمت کرنی پڑتی ہے آپ فرماتے ہیں کہ لا الٰہ سے خدایانِ طبیعت (خواہشاتِ نفسانی) کی نفی مراد ہے اور الا اللہ سے حق کا بہ حیثیت معبود کے اثبات ہے اور محمد رسول اللہ کہنے سے اپنے آپ کو مقامِ تابعونی پر لانا ہے - ان کے طریقہ میں تھوڑی سی محنت کرنے سے درجات و مراتب بلند ہونے شروع ہو جاتے ہیں آپ کی وفات ۵۷۵ھ میں ہوئی

(برکت علی شہید)

رکاب پکڑ کر نیچے اتارا اور ایک پلنگ پر بٹھایا آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ صندوق میں سے نفحات الانس نکال لاؤ اور مجھے سنایا کرو۔ جب میں نے صندوق کھولا تو کتاب اوپر ہی رکھی ہوئی تھی یہ دیکھ کر مجھے کچھ تعجب سا ہُوا جب کتاب لاکر پیش کی۔ تو فرمایا کہ فلاں صفحہ کھولو اور مجھے سناؤ اس صفحہ پر صاحبِ کشف المحجوب سے یہ ایک روایت درج تھی۔ کہ ایک دفعہ حضرتِ حصری رحمۃ اللہ علیہ (داتا صاحب کے دادا پیر) اُن کے شیخ (داتا صاحب کے پیر) کو ایک جنگل میں لے گئے جہاں اولیاء اللہ کا ایک مجمع ہونے والا تھا انہوں نے دیکھا کہ بعض لوگ تختوں پر سوار آرہے ہیں اور بعض دیگر مختلف سواریوں پر آ کر وہاں جمع ہو رہے ہیں مگر حضرت شیخ نے کسی کی طرف التفات نہیں کیا آخر ایک جوان آتا نظر پڑا جس کے پاؤں میں ٹوٹی ہوئی جوتی اور ہاتھ میں ایک شکستہ لکڑی تھی اور پاؤں ازکار رفتہ تھے۔ ننگے سر سوکھا سا بدن۔ دبلا پتلا کمزور جسم، لنگڑاتا ہُوا آرہا ہے حضرتِ حصری علیہ الرحمۃ اسکی طرف جھپٹے۔ اور اُسے لے جا کر ایک بلند مقام پر بٹھایا حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر نے بعد میں اپنے شیخ حضرت حصریؒ سے پوچھا کہ یہ کون صاحب تھے انہوں نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں سے یہ ایک شخص تھا۔ جو ولایت کے پیچھے پیچھے نہیں پھرتا ہے

بلکہ ولایت اس کے پیچھے پھرتی ہے اور وہ کرامتوں کی طرف بالکل ملتفت نہیں ہوتا۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں یہ حکایت سنا چکا۔ تو حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ کتاب بند کر دو۔ میں نے کتاب بند کر دی اور رکھ دی دوسرے دن یا اس کے بعد پھر نہیں بلایا حالانکہ میں منتظر تھا۔ آخر چوتھے پانچویں دن میں سمجھ گیا۔ کہ یہ سب میرے خیال کے ازالہ کے لئے اور رفع قلق کے لئے تھا کہ میں نے حضرت صاحب کی کوئی کرامت نہیں دیکھی تھی۔ اس لئے میں انہیں اولیاء اللہ میں سے نہیں سمجھتا تھا اور صرف ایک عالمِ باعمل جانتا تھا آپ نے میرے خطرات قلبی کے ازالہ کے لئے ایسا طریق اختیار فرمایا جسے ایک کرامت ہی کہا جا سکتا ہے اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کرامت ولایت کے ثبوت کیلئے کوئی لابدی چیز نہیں ہے۔ جس طرح معجزہ دلیل ولازمہ نبوت نہیں۔ اسی طرح کرامت دلیل ولازمہ ولایت نہیں اور حضرت صاحبؒ ان بزرگوں میں سے ہیں جو مشتاقِ کرامات نہیں تھے۔ شیخ الاسلام ابو اسماعیل[1] انصاری الہروی فرماتے ہیں کہ کرامت فروش اگر لوگوں میں مقبول ہونے کے لئے کرامت دکھلائے تو وہ مغرور کہا جائیگا

---

[1] حضرت ابو اسمٰعیل خواجہ عبد اللہ بن ابی منصور محمدؒ الانصاری الہروی کا لقب

(باقی ص ۲۶۰ پر)

اور کرامت خرِ جو طلبگارِ کرامت ہے اگرچہ گدھے کی سی آواز نہ نکالے پھر بھی اُسے گدھا ہی کہا جائیگا۔ صوفی عارف کرامت سے بالاتر بلکہ خود کرامتِ کرامت ہوتا ہے صحتِ ولایت اس میں ہے کہ غیر دوست سے تعلق نہ رہے عارف و کامل کرامات کو مکر و بلا سمجھتے ہیں اور اس طرف توجہ نہیں کرتے +

کرامت و حکمت } حضرت قاضی غریب نوازؒ کا بھی یہی حال تھا حقیقت یہ ہے کہ آپ از سر تا پا حکمت تھے اور آپ کا کوئی فعل خالی از حکمت نہیں ہوتا تھا ان حکیمانہ اقوال و افعال کو کرامت کہیں یا کچھ اور، ان کی قدر و قیمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حضرت قاضی غریب نوازؒ سے بے ساختہ یا باتباعِ

(سلہ حاشیہ بقیہ صہ ۲۵۹) شیخ الاسلام تھا۔ وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھے ان کے دادا امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں خراسان تشریف لائے اور ہرات میں مقیم ہوئے۔ شیخ الاسلام ایک صاحب کمال ہستی تھے فرماتے ہیں۔ کہ "حدیث لکھنے کے دوران میں مجھے روٹی کھانے کی فراغت نہ ملتی تھی اور میری والدہ میرے منہ میں لقمے ڈالتی جاتی تھیں جو چیز میرے قلم سے نکلتی مجھے یاد ہو جاتی" سبحان اللہ اس سلسلے میں ان کے مجاہدات و ریاضات قابلِ رشک ہیں رحمتہ اللہ علیہ کیسا۔ (شہید)

امرِ الٰہی بہت سی کرامات ظہور میں آئی ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں

قبلہ غریب نوازؒ کی کرامات

حضرت غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کی کرامتیں تین عنوانوں کے تحت آتی ہیں:-

(۱) اجابتِ دعا۔ (۲) تصرفاتِ نفسی جن میں ہمت صرف فرمائی گئی (۳) وہ خرقِ عادات جو بلا علم و قصد من جانب اللہ آپ کے ہاتھ پر ظاہر ہوئیں۔ ذیل میں ان سب کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

بیماری سے شفا ایک ہندو جے پور (راجپوتانہ) سے اپنے بھائی کو لایا جسے مرگی کی شکایت تھی اور آپؒ سے عرضِ حال کیا اور کہا کہ ہم ہر سال آتے رہیں گے آپؒ نے فرمایا۔ یہ شرط مت لگاؤ۔ مگر وہ اپنی بات پر قائم رہے آپ نے فرمایا۔ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاؤ۔ سب نے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے مریض کو شفا بخشی۔ مگر وہ لوگ حسب وعدہ ہر سال نہ آئے۔ اور بیماری پھر عود کر آئی۔ اب یہ لوگ حاضر ہوئے اور آپؒ سے عرض کی۔ آپؒ نے فرمایا، ہر سال آنے کی شرط مت لگاؤ، انہوں نے کہا. بہت اچھا۔ آپ نے پھر دعا

فرمائی جب اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔ اور مریض اچھا ہوگیا اور پھر نہیں آیا۔

فراخیٔ رزق اسی طرح جب ایک مرتبہ آپ بدلوٹ (ضلع جہلم میں کھائی کوٹلی کے پاس ایک گاؤں ہے) سے گزرے تو ایک بڑھیا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا۔ کہ اس گاؤں کے لوگ بہت بھوکے ہیں خدائے عزوجل سے ان کے رزق کے لئے دعا کیجئے۔ آپ یہ سن کر کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا کہ خداتعالےٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ آپ کا گاؤں کبھی رزق کا محتاج نہ ہوگا۔ اب اس گاؤں میں ہر شخص خوشحال ہے اور وہاں دولت کی ریل پیل ہے۔

توجہ کا اثر جناب صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ مجھے ابتداءً شکار کا بہت شوق تھا اور میں نے اسی غرض کے لئے ایک بندوق بھی رکھی تھی حضرت قاضی صاحبؒ نے شکار میں میرا یہ انہماک دیکھ کر فرمایا کہ شکار کو اپنا پیشہ نہ بنانا بلکہ خاص ضرورت اور موقعہ پر شکار کر لیا کرو۔ مگر یہ بات میرے دل میں نہ بیٹھی۔ اور عرض کیا۔ کہ شریعت میں شکار منع تو نہیں۔ اور یہ آیت پڑھی "اذا حللتم فاصطادوا" حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ آیت اباحت کے لئے ہے وجوب کے لئے نہیں۔ پھر حضرت صاحبؒ نے ایک واقعہ بیان فرمایا۔ کہ آوان شریف کے

دارہ (چوپال) میں جو بڑ کا درخت ہے اس پر جانوروں کا ایک جوڑا رہا کرتا تھا کسی شکاری نے ایک جانور کو گولی مار کر مار ڈالا دوسرا جانور جو بچ گیا وہ برابر ایک سال تک اس بڑ پر آتا رہا اور نہایت بیتابی اور دلسوزی سے چیخ پکار کرتا رہا کیا اس چیخ پکار کی ذمہ داری کسی پر نہیں؟

صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ میں شکار سے باز تو نہ آیا لیکن باوجود اچھا نشانہ باز ہونے کے میرا نشانہ ٹھیک نہ بیٹھتا حتیٰ کہ جانوروں کے جھنڈ میں سے کسی جانور کا میں شکار نہ کر سکتا حالانکہ اس سے پیشتر میں ایک جھنڈ میں سے آٹھ دس جانور مار لیا کرتا تھا جب میرا نشانہ ہی کام کا نہ رہا تو پھر میں نے بھی مجبوراً شکار کرنا چھوڑ دیا

ایک صاحب جو اپنا نام ظاہر نہیں کرنا چاہتے، فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کی طبیعت کا میلان کسی عورت کی طرف بہت زیادہ ہو گیا میں نے بہلا پھسلا کر اُسے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں پیش کر دیا اور اصل واقعہ بھی آپ کے گوشگزار کر دیا آپ نے فرمایا کہ اچھا! اس کے لئے دعا کرو۔ میں متامل تھا کہ میں دعا کرانے آیا ہوں۔ دعا کرنے کے لئے تو نہیں آیا۔ آپ کے ایک ارادتمند نے جو آپ کو سہارا دے کر بیٹھا ہوا تھا۔ اشارہ کیا کہ فوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھاؤ۔ چنانچہ حضورؒ نے، میں نے اور ان آدمیوں نے جو وہاں بیٹھے تھے۔ سب نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ دعا کے

بعد آپ نے ہمیں رخصت کر دیا اس کے بعد جب وہ آدمی اس عورت کے سامنے جاتا تو دونوں کو متلی شروع ہو جاتی یہ کام اس وقت تک جاری رہا۔ جب تک انہوں نے ایک دوسرے کا خیال نہ چھوڑ دیا۔

کنوئیں کی تعمیر } آہی کے ذی وجاہت و معتبر آدمی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گاؤں میں پانی بالکل نہ تھا اور نصف میل سے عورتیں گھڑے بھر بھر کر پانی لاتی تھیں۔ ایک دفعہ جب قاضی صاحبؒ کا اس گاؤں میں سے گزر ہوا تو گاؤں والوں نے آپ سے پانی نہ ہونے کی شکایت کی۔ آپ نے وہیں کھڑے کھڑے دعا فرمائی اور پاؤں سے نشان کر کے فرمایا۔ کہ یہاں کھودو۔ گاؤں والوں نے کنواں کھودنا شروع کیا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بہت میٹھا اور ٹھنڈا پانی نکل آیا کنوئیں کی تعمیر میں حضرت صاحبؒ نے بھی اپنے پاس سے چار سو روپے بطور امداد بھیجے اب اس میں اتنا پانی ہے کہ آدمی اور مویشی سب پیتے اور آرام سے وقت گزارتے ہیں +

رومال کی برکت } مستری احمد بخش پہلے وہابی تھے اور اولیاء اللہ کی کرامات کے قائل نہ تھے ایک دفعہ لالہ موسیٰ میں انہیں حضرت صاحبؒ کی قدمبوسی نصیب ہوئی اور حضورؒ جب باہر تشریف لے جانے لگے

تو وہ بھی ساتھ ہو لئے راستہ میں انگریزوں کا ایک قبرستان آتا تھا وہاں آپ نے ایک قبر کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ ایک شہید کی قبر ہے مستری صاحب نے یہ خیال نہ فرمایا کہ جنگ میں دوست و دشمن سب ایک ہی جگہ گرتے اور دفن ہوتے ہیں اور اعتراض کر دیا کہ یہ انگریزوں کا قبرستان ہے اور ایک عیسائی کیسے شہید کہلا سکتا ہے۔ جب آپ کے سمع مبارک تک یہ بات پہنچی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ ایک آدمی اگر کچھ کہے تو اسے بے سوچے سمجھے غلط مت کہو جب حضور اور سب ہمراہی کچھ دور آگے گئے تو آپ نے ایک رومال مستری صاحب کے سر پر رکھا مستری صاحب نے کہنا شروع کیا کہ کشمیر میں اس وقت یہ ہو رہا ہے اور دو تین باتیں انہوں نے اور بھی کہیں۔ کہ آپ نے ان کے سر پر سے رومال اٹھا لیا اور فرمایا کہ مستری جی کیا کہہ رہے ہو۔ انہوں نے قسم کھا کر کہا۔ کہ جس نے آپ کو یہ رتبہ بخشا ہے اسی کی قسم ہے کہ اس وقت میں کشمیر میں تھا اور جو کچھ میں کہہ رہا تھا۔ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

یہی راوی نقل فرماتے ہیں کہ خوشاب سے ایک جذامی عورت حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس نے بہت علاج کرایا تھا مگر کہیں سے فائدہ نہیں ہوا تھا کسی نے آپ کا پتہ دیا اس لئے وہ آپ کے پاس حاضر ہوئی اور

گاؤں کے باہر ٹھہری اور اپنا حال کہلا بھیجا۔ آپ خود اس کے پاس گئے اور اُسے اپنے ساتھ گھر لے آئے اور وہیں بٹھایا۔ خدائے عزّوجل نے آپ کی توجہ مبارک کی برکت سے اُسے صحت عطا فرمائی +

منشی محمدؐ فاضل صاحب سیالکوٹی (مرحوم) ایک دفعہ دورہ پر حضور کے ہمراہ تھے۔ کھڑی شریف واپسی پر دریائے جہلم کے کنارے موضع گھسیٹ پور میں قیام ہُوا وہاں بعد عصر منشی صاحب موصوف کو اختلاج قلب کا سخت دورہ ہُوا اور اتنی شدت ہوئی کہ زندگی کی امید جاتی رہی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ باہر تشریف لے گئے تھے جب واپس آئے تو یہ حال معلوم ہُوا۔ ہمراہیوں نے عرض کیا کہ منشی صاحب کی حالت نازک ہے اور ان کا لڑکا رو رہا ہے حضور نے لڑکے کی تسلی فرمائی اور دستِ مبارک مریض کے سینے پر پھیرا اور اپنے حجرے میں تشریف لے گئے۔ مریض سو گیا۔ صبح جب اٹھا تو بالکل تندرست تھا گویا کہ کوئی بیماری نہیں تھی +

ملازمت کی بحالی } مولوی عبد الرحمٰن (مرحوم) ساکن پنڈی سرہال فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ملتان میں ایک شخص سے ان کی ملاقات ہوئی اس نے اپنا حال کہا۔ کہ وہ بہاولپور میں تھانیدار تھا اور اس کا افسر ایک سخت متعصب آدمی تھا جس نے اسے نہ صرف معطل

کر دیا تھا - بلکہ اس کی اپیل کے کاغذ بھی کہیں لا پتہ کرا دیئے گئے تھے - جو کہیں دستیاب نہ ہوئے اس کی گزرِ اوقات ملازمت ہی پر تھی - معطلی نے طول کھینچا - تو بال بچے بھوکے مرنے لگے - کسی نے حضرت صاحبؒ کا نام مبارک تبایا کہ وہاں جاؤ اور دعا کراؤ - وہ گجرات آیا - اتفاقاً گجرات ہی میں اُسے نیاز حاصل ہو گیا اس نے اپنی مجبوری اور غریبی کا سب حال کہا کہ بال بچے بھوکے مر رہے ہیں - اور کاغذات مفقود ہیں آپ نے اس کی تسلی فرمائی - کھانا کھلایا اور چند روز ٹھہرنے کے لیئے ارشاد فرمایا - وہ آپ کے پاس ٹھہر گیا اور زوال کے وقت کچھ دن تک آپ کو وضو کراتا رہا ایک دن حضورؒ نے اُسے گھر جانے کا حکم دیا جب وہ گھر پہنچا تو اس کی بیوی نے خوشخبری سنائی - کہ تمہارے کاغذات مل گئے اور تم اپنی ملازمت پر بحال ہو گئے -

حاجی غلام حیدر ساول ساکن ملاہی ٹولہ ضلع اٹک فرماتے ہیں کہ ۱۹۰۵ء میں ایک دفعہ حضرت صاحبؒ صوات شریف تشریف لا رہے تھے اور صاحبزادہ عبدالقدیر صاحب ٹوڑیر شریف کی درگاہ کے صاحبِ سجادہ بھی ہمراہ تھے - ہم لوگ مالاکنڈ پہنچ کہ ایک ارادتمند الموسوم سربلند خاں کے پاس ٹھہرے دوسرے روز حضرت غریب نوازؒ تڑکے ہی روانہ ہو گئے اور ہم لوگ دوپہر

کا کھانا کھا کر چلے۔ آپ کے ایک مقتدر مرید مولا بخش
بھی ساتھ تھے اور چلہ کشی کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئے
تھے اس لئے انہیں ہم نے ایک بیل پر بٹھا دیا اور اپنے
پیچھے رکھا۔ صاحبزادہ صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ کچھ
دور چل کر ہم نے دیکھا۔ کہ مولا بخش مذکور بیل پر سے
گر پڑے۔ ہم نے انہیں اٹھا کر پھر بیل پر بٹھا دیا آگے
علاقہ بہت خطرناک تھا۔ ہم نے دیکھا کہ مولا بخش صاحب
غائب ہیں۔ ہم نے بہت تلاش کیا مگر وہ نہ ملے۔ ہم
لوگ مایوس ہو کر آگے بڑھے اور کوئی پندرہ میل چل
کر ایک گاؤں میں پہنچے جس کا نام تھانہ تھا۔ جب گاؤں
کی مسجد میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ غریب نوازؒ کیساتھ
مولا بخش صاحب نماز کی پہلی صف میں کھڑے ہیں۔ ہم
بہت حیران ہوئے کہ یہ حضرت یہاں کیسے پہنچے۔ ساول
صاحب کے ماموں بھی حضرت صاحبؒ کے ہمراہ تھے
انہوں نے ہم سے کہا کہ آج ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ راستے
میں حضورؒ نے مولا بخش کو آواز دی۔ میں نے کہا کہ وہ پیچھے
آنے والوں کے ساتھ ہیں۔ مگر حضورؒ نے توجہ نہیں فرمائی پھر
کچھ آگے چلے تھے۔ کہ حضور نے فرمایا "مولا بخش" میں نے مڑ کر
دیکھا۔ تو حضور کے ہمراہ مولا بخش ہیں اور کہہ رہے ہیں
کہ "حضور حاضر۔ حضور حاضر" یہ ایک عجیب واقعہ
عارف رومیؒ فرما گئے ہیں ؎

دستِ پیراز غائباں کوتاہ نیست

کھانے میں برکت چوہدری الہ دین (مرحوم) ساکن طاہر ضلع گجرات کا کہنا ہے کہ حضرت صاحبؒ کی مجھ پر نگاہِ نوازش تھی ایک دن آپ نے مجھ سے پوچھا۔ کہ تم شادی کیوں نہیں کرتے میں نے اپنی مشکلات بیان کیں آپ نے فرمایا۔ تم جوان ہو۔ شادی کر لو میں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل میں شادی کا انتظام شروع کیا اور عرض کیا کہ حضورؒ بھی تشریف لائیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میری باگ دوسرے کے ہاتھ میں ہے مگر جہاں کہیں میں ہوں گا۔ تمہارا خیال رکھوں گا۔ مجھے وہ مقام دکھا دو۔ جہاں کھانا پکا کر رکھو گے اور چاول، آٹا وغیرہ جو تم نے جمع کیا ہے وہ بھی دیکھ لونگا غرضیکہ جہاں سب چیزیں رکھی تھیں میں وہاں آپؒ کو لے گیا اور وہ مقام بھی دکھا دیا۔ جہاں تیار شدہ کھانا رکھنا تھا۔ آپ نے آٹے اور چاول میں برکت کا ہاتھ ڈالا۔ اور جاتے ہوئے فرمایا۔ امیر و غریب سب کو ایک جیسا کھلانا غرضیکہ شادی ہوئی۔ مہمان اور براتی بہت آئے اور بن بلائے لوگ بھی بہت آ گئے۔ مگر کھانا سب کو خوب کھلایا گیا۔ اور کسی چیز کی کمی نہ ہوئی۔ فقیروں بھکاریوں اور بن بلائے مہمانوں کو کھانا کھلایا بھی گیا۔ اور دیا بھی گیا۔ مگر کھانا ختم نہ ہوا بلکہ بہت سا بچ رہا اور جب تک اس مقام پر رہا۔ اس میں کمی نہ ہوئی۔ ہاں جب دوسری جگہ اٹھا کر

لے گئے تو ختم ہو گیا۔ نیز تنبول اور سلامی کی رقم اتنی آ گئی کہ میرا تمام قرضہ ادا ہو گیا

مرید زیر تحویل چوہدری الہ دین صاحب فرماتے ہیں۔ کہ دورے کے اثناء میں آپ سے کئی عجیب و غریب واقعات ظاہر ہوتے تھے۔ جنہیں لوگ یاد بھی رکھ لیتے تھے۔ لیکن آپ انہیں چھپانے کی بہت کوشش کرتے تھے اور ہم سے فرماتے تھے کہ اگر کسی وجہ سے تمہیں ان باتوں کا علم ہو جائے۔ تو ظاہر نہ کرنا۔ یہ واقعات جو اوپر بیان کئے گئے بلشمار واقعات میں سے صرف چند ہیں۔ ان سے زیادہ کی یہ کتاب متحمل نہیں ہو سکتی۔

چوہدری صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے بھتیجوں پر ایک مقدمہ دائر ہو گیا جس سے میں بہت پریشان تھا۔ فریق ثانی دولت مند اور صاحب اثر تھا۔ میں فکر مند تھا کہ میرے بھتیجوں کا نہ معلوم کیا حال ہو گا۔ مگر آپ کے سامنے کوئی بات زبان سے نکال نہیں سکتا تھا اور نہ ہی یہ چاہتا تھا کہ اس معاملہ کے متعلق کوئی اور ان سے کوئی بات کرے۔ اور یہ نہیں چاہتا تھا کہ آپ کے سامنے ہمارے دنیا کے ایسے جھگڑے آئیں جو آپ کی پریشانیٔ خاطر کا موجب ہوں ایک شب آپ نماز تہجد کے لئے بیدار ہوئے

میں سامنے وضو کے لئے پانی لئے بیٹھا تھا۔ آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ "یہ قلق کیوں ہے؟ میرے متعلقین کے ساتھ جو ہونے والا ہوتا ہے اس پر میرے دستخط لے لیئے جاتے ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو۔ ان کی حمایت کرتا ہوں۔ لیکن جہاں یہ امکان نہیں ہوتا مجبوراً دستخط کر دیتا ہوں کیا تم نے خواجہ سلیمان صاحب تونسوی رح کا حال نہیں سنا ایک بار دہلی کے بادشاہ کی معزولی کے حکم پر انہوں نے بھی چپ چاپ دستخط کر دئے تھے اسی طرح مجھ سے بھی دستخط لے لئے جاتے ہیں۔ اور مجھ سے جس قدر ہوتا ہے اپنے عقیدتمندوں کی بھلائی کی کوشش کرتا ہوں تم بے چین نہ ہو" خدا کی قدرت کہ فیصلہ میرے بھتیجوں کے حق میں ہوا۔ اور فریق ثانی کی اپیل بھی خارج ہو گئی۔

علم غیب و تصرف } آپ کے مشہور سنگی مولوی نیاز محمد خانصاحب وکیل جالندھر بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ میں نے غریبنواز رض سے حسب معمول کل کی واپسی کی اجازت طلب کی۔ جو نہ ملی۔ عرض کیا کہ کئی مؤکل منتظر ہوں گے جن کے مقدمات کی پیروی ضروری ہے۔ پوچھا کہ کتنے مقدمے ہیں۔ میں نے اپنے دل میں تعداد گن کر عرض کی اُس دن بہر حال اجازت نہ ملی۔ اُس سے اگلے دن کی منظوری ہوئی۔ میں جب

جالندھر پہنچا تو معلوم ہوا کہ جس گاڑی میں میں پہلے جانا چاہتا تھا امرتسر کے قریب دوسری ٹرین سے ٹکرا گئی۔ عدالتوں میں جا کر پتہ لگا کہ جن مقدمات کی تعداد میں نے غریب نواز کی خدمت میں عرض کی تھی ان سب کی تاریخ ملتوی ہو گئی۔ لیکن ایک مقدمہ جو میری یاد سے رہ گیا تھا اور جو تھا بھی جھوٹا وہ خارج ہو گیا۔

کشف الصدور } میرے دوست سید ہاشمی صاحب (فرید آبادی) سیکرٹری بابائے اردو مولوی عبدالحق صاحب راوی ہیں کہ مولانا وحید الدین سلیم (ایڈیٹر علی گڑھ گزٹ) پانی پتی نے مجھ سے کہا کہ ایک دفعہ میں سخت مریض پڑ گیا مقامی علاج سے مایوس ہو کر پشاور گیا جہاں ایک طبیب کی مسیحائی مشہور تھی علاج کارگر ہوا واپسی پر دیونہ اسٹیشن (گجرات کے قریب) پر بہت سے لوگ اتر رہے تھے تجسساً میں بھی اتر گیا کہ دیکھوں چھوٹے سے اسٹیشن پر لوگ کہاں جا رہے ہیں معلوم ہوا کہ قریب ہی ایک بزرگ کے ارد گرد کچھ لوگ جمع ہیں گاڑی سے اترنے والے بھی وہیں جا بیٹھے گاڑی چلی گئی میں پریشان ہوا کہ کھانا کہاں سے ملے گا اتنے میں بزرگ نے قریب بلا کر حال احوال پوچھا اور فرمایا۔ کھانا میرے ساتھ کھانا جب اُن کے سامنے کھانا آیا وہ معمولی دال اور خشک سی روٹی تھی میں گھبرایا کہ یہ کھانا میرے حلق سے کیسے

اتر ے گا اور یہ بھی یاد تھا کہ حکیم صاحب نے تو مجھے پراٹھا اور مرغ مسلم کھانے کی ہدایت کی تھی اتنے میں میرے سامنے مٹی کا ایک ڈونگا لایا گیا جس کے نیچے ایک گہرا سا طباق اور اوپر ڈھکنا تھا۔ ڈھکنا جو اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں؟ پراٹھا اور مرغ مسلم! یہ دیکھ کر میں جھجکا اور حیرت میں "ہیں" کا لفظ منہ سے نکل گیا۔ اس پر بزرگ نے فرمایا۔ کھائیے! یہ درویشی نہیں۔ شعبدہ بازی ہے

صاحبِ زماں } حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ آدمیوں میں جن کی روحیں بہت بزرگ ہیں وہ فرشتوں میں جا ملتے ہیں۔ نیز نفوس انسانی میں ایک نوع ہے جسے ملاءِ اعلیٰ سے قرب ہوتا ہے بلکہ وہ بھی انہیں کے منجملہ شمار ہوتے ہیں۔ خطیرۃ القدس کے فرشتے بھی کبھی کبھی اس کے پاس آکر گفتگو کیا کرتے ہیں یہ شخص اپنے احباب کی مدد کرتا ہے اور صاحب زمان ہوتا ہے۔ یہ تصرف باطنی جس طرح ایک ولی کی زندگی میں ظاہر ہوتا ہے اسی طرح اس کے وصال کے بعد بھی اس سے ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ۔ کیونکہ بعد وفات علائقِ دنیوی سے مجرد ہونے کے باعث بارگاہِ رب العزت سے اس کا قرب بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے اس لئے تصرف

کی طاقت بھی بدرجہا بڑھ جاتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
" لا یملکون الشفاعۃ الا من اتخذ عند الرحمٰن عھدا "
(سورۂ مریم رکوع ۶) نیز فرماتا ہے " لا یملکون الذین یدعون من
دونہ الشفاعۃ الا من شھد بالحق وھم یعلمون"
(سورۂ زخرف رکوع ۷) کل اولیا اسی (الا) کے تحت ہوتے ہیں اور
حضرت قاضی غریب نواز رح انہیں میں سے تھے۔

آپ کی زندگی تمام تر کرامت تھی

آپ کی تمام زندگی کرامت تھی (حلیۃ الاولیا
مطبوعہ مصر جلد ا ص۹) میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے مروی ہے کہ حضور پر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ
وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ " لکل قرن من امتی سابقون"
یعنی ہر زمانہ میں میری امت میں ایسے لوگ ملیں گے جو
پہلے لوگوں کی طرح ہوں گے۔ جنہیں قرآن پاک میں سابقون
لکھا گیا ہے آپ بھی ایسے ہی پہلے لوگوں کی طرح سابقون
میں سے تھے اور قیامت تک ایسے لوگ اس امت میں
پیدا ہوتے رہیں گے آپ نے نسبتِ سلسلہ قادریہ اپنے
شیخ حضرت اخوند عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل
کی تھی تمام اسباق پورے کئے خلوتیں اور چلّے بھی
تمام کئے پھر حضرت سید کبیر الدین المعروف شاہ دولہ
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اویسی طور پر سپرد ہوئے انہوں
نے بھی اپنے طریقہ پر تکمیل کرائی اور ایسے سخت مجاہدے

کرائے کہ پتھر بھی پانی ہو جاتا - اسی طرح آپ کو دوسرے اہلِ قبور سے بھی تربیت ملی جن میں حضرت پیر لنگر صاحبؒ مل والے اور غازی عبداللہ پیر سے شاہ صاحبؒ کھڑھی شریف والے کا خاص طور پہ ذکر کیا جا سکتا ہے - یہ سب نعمتیں کراماتاً نصیب ہوئی تھیں اسی طرح آپ صرف سلسلۂ قادریہ غفوریہ ہی کے وارث نہ تھے بلکہ ان تمام بزرگوں کے بھی وارث تھے جن سے یہ اویسی نعمتیں آپ کو پہنچیں - ان نعمائے الٰہی نے آپ کی ذات مبارک کو ایسے کمالات ظاہری و باطنی سے منور و ممتاز فرما دیا تھا کہ آپ اولیائے کرام میں وحید العصر بن گئے پس اس شخص کی کراماتوں کو کیا تلاش کیا جائے اور بیان کیا جائے جس کا وجود مقدس اس عالم کیلئے خود کرامت تھا اور جو متبعِ ولایت نہ تھا بلکہ ولایت اس کی متبع تھی - ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم ہ

دسواں باب

وصال

صورت از بے صورتی آمد برون
باز شد اِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون

• قلم نے ترتیب کتاب کے لحاظ سے اس باب کا نام "وصال" لکھا ہے یہ عنوان حضرت قاضی صاحب غریب نوازؒ اور رب تعالیٰ کے تعلق سے صحیح بھی ہے مگر ہمارے اور آنحضرتؒ کے تعلق کو مدنظر رکھا جائے تو یہ باب وصال نہیں۔ باب فراق ہے سانحۂ ارتحال کے بعد یوں محسوس ہوتا ہے کہ سالوں کی مدت، گھڑی پل میں گذر گئی۔ حافظ شیرازیؒ کیا اچھا فرما گئے۔

مضت فرص الوصال وما شعرنا
بگو حافظ غزلہائے فراق

حضرت کے وصال کے کئی سال بعد ہمارے ایک مقرب سنگی ملّا یعقوب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے حال پوچھا۔ ملا صاحبؒ مجذوبی خیال میں تھے۔ چشم پرنم ہو کر بول اٹھے کہ غریب نوازؒ کی زندگی میں ہم سمجھا کرتے تھے کہ خدا ہمارا ہے جو کچھ مانگتے

نغمے مل جاتا تھا۔ اب کیا تبلائیں کہ کیا حال ہے! پھر اپنے مخصوص پر سوز لہجہ میں نغمہ سرا ہوئے۔

سلیمٰی منذ حلت بالعراق

الاقی فی ھواھا ما الاقی

• یہ مسئلہ مسلّم سہی کہ اولیاء کرام کا دریائے فیض انکی موت کے بعد تیز تر اور وسیع تر ہو جاتا ہے کیونکہ حیاتِ دنیا کی پابندیوں سے، روح آزاد ہو چکی ہے عباداللہ سے شفقت اور اللہ تعالیٰ سے بے حجابی بڑھ جاتی ہے لیکن نظارۂ عام کی وہ سہولتیں کہاں جو زندگی میں میسّر تھیں؟ منکم بن کر، لباسِ بشری میں، سامنے بیٹھے گنہگار آنکھوں کا بھی دوچار ہوتے رہنا۔ نیاز مندوں کا کبھی غلامانہ ناز، کبھی والہانہ انداز، ذاتی شناسائی کا شوق اور طلبِ قرب کا جذبہ، ان کو دیکھتا بھی جائے اور دل فضا میں یوں نغمہ بکھیرتا بھی رہے، تو رکاوٹ کہاں تھی؟:—

کیستی ای نورِ پیکر کیستی؟ | در لباسِ ابن آدم چیستی
اے رخ تو نور گستر نور زا | جلوۂ چشمِ تو برقِ طور زا
طبع نازک نکہت از گلزار حسن | میکند غمازی از اسرارِ حسن
بلبلی؟ یا گلِ زگلستانِ ازل | تازہ کردی یادِ پیمانِ ازل
دلنوازا! پیکِ ملکِ دلبری؟ | یا نسیم خلد؟ موجِ کوثری؟
چشم دل را وا گشاید بوی تو | شرحِ والشمس و ضحٰہا روی تو
از فسونِ چشمِ تو، دل در فغاں | ہر نظر تیغ و سناں تیر و کماں

موسیٰ یا سامری؟ افسوں گرا!
خضر وقتی؟ یا وراثم الورا

(ماخوذ مثنوی صمدآنی)

• جس دن غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے رحلت فرمائی ایک قیامت کا کہرام تھا۔۔۔ آخر باعثِ کون و مکاں سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی تو اپنے جان نثاروں کو سوگوار چھوڑ گئے تھے آیئے لحظہ بھر اُس سانحہ کا ذکر کر کے دل کو سمجھائیں۔ کیونکہ ان کے دربار کی ہر کیفیت ہماری زندگی کے لئے سبق ہے عشق سب کو تھا لیکن اظہار کا طریقہ اپنا اپنا تھا کیونکہ عشق کسی کام کے لئے کسی ایک طریقہ کا پابند نہیں ع

کہ عشق پابند خرد نیست

• امام غزالیؒ احیاء العلوم میں اس موقع کا حال یوں لکھتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار لے کر باہر نکل آئے اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وفات نہیں پائی۔ جو ایسا کہے گا اسی تلوار سے دو ٹکڑے کر دونگا

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ گنگے ہو گئے۔ لوگ ان کا ہاتھ پکڑ کر لے جاتے تھے اور لے آتے تھے۔ گویا فرقتِ یار میں راہ بھی معلوم نہ رہا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ گھر میں بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے

گویا حیرت میں گم ہو کر زبانِ حال سے اپنے رب سے پوچھتے تھے ؎

کجا شد سروِ من یارب کہ در بستان نمی بینم؟

• چاروں خلیفہ میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عقل ٹھکانے رہی۔ ان کا عشق حالت صحو میں رہا۔ جسد مطہر پر اشکوں کے موتی نچھاور کرنے کے بعد، باہر آئے۔ ایسے نازک موقع پر رسالت کے پیغام کی حفاظت اور سیاست قائم رکھنے کا فریضہ بھی انجام دینا تھا۔ لوگوں کے پاس گئے خطبہ دیا اور موقع کے مطابق قرآن مجید کی آیات سمجھائیں (احیاء العلوم)

• ابھی عشقِ سوگوار کی روئیداد ختم نہیں ہوئی، کہ حضرت بلالؓ نے جو اذان میں اشھد ان محمد رسول اللّٰہ پکارتے وقت انگشت شہادت سے آنحضرتؐ کی طرف اشارہ کرکے مسرور ہوا کرتے تھے اب اپنے مشارٌ الیہ کو سامنے نہ پا کر اذان دینا چھوڑ دیا بلکہ مدینہ عالیہ سے ہجرت کرکے دمشق کو چلے گئے جلیل القدر صحابہ سیّدنا بلالؓ! سیدنا بلالؓ کہہ کہہ کر ہوڑتے موڑتے مایوس ہو کر رہ گئے۔ حضرت حسّانؓ بن ثابت مدینہ عالیہ کی گلیوں میں دلوانہ وار پھرتے، سر پر خاک ڈالتے اور مرثیہ پڑھتے۔

كُنْتَ السَّوَادُ لِنَاظِرِيْ ۔ عَمِيَتْ عَلَيْكَ النَّاظِرُ ۥ

مَن شاءَ بعدکَ فلیمُت   فعلیکَ کنتُ اُحاذِرُ

• امی فداہا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حجرۂ سعادت کی مجاوری میں معتکف ہو بیٹھیں سیّدۃ النساء خاتونِ محشر حضرت فاطمہ الزہرا اندر سے کنڈی لگا کر گھر میں بند ہو گئیں اور خاوند کے بار بار دستک دینے پر نہایت دھیمی آواز میں بولیں، تو یہ فقط بولیں۔

وَمَنْ یَدُقُّ بَابَ الیتیم؟

• الفراق الفراق الفراق!

فطرت کا تقاضا فراق ہی ہے ذرا سا غور کرنے سے اس قانون قدرت کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ!

جان و تن با یکدگر ہمجنس نیست ؛ ایں تعلق در بشر ناقص لبی ست
عارضی ہست ایں وصال جسم و جان ؛ افتراق ایں دو را لازم بدان

• بابی وامی اس رؤف رحیم حکیم کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچھڑے ہوؤں کی تسکین کے لئے فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّہٗ گویا موت کے بعد متوفی کی معیت کا اصول سمجھا گئے۔ فراق کو وصل میں بدلنے کے دستور العمل کی تعلیم دے گئے

• محبت بڑھانے اور چمکانے کا وظیفہ اتباع محبوب میں ہے قرآن شریف میں اس مضمون کی طرف یوں ارشاد ہوا ہے۔ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ

فَاتَّبِعُوْنِی یُحْبِبْکُمُ اللّٰہ (آلِ عمران)[۱]

لفظ نِیْ میں ایک لطیف رمز ہے یعنی اتباع محبوب میں اس کے قول و فعل کے ساتھ اس کا وہ جذبہ بھی شامل ہے جس کے تحت محبوب نے وہ اعمال کئے ہ

ما التصوف؟ اتباعِ مصطفیٰ ﷺ | در اصول و کار و حالِ دل مُعَا
اتباعِ حال لیس لازم بود | طبقِ کیفِ دل ہمہ فتویٰ بود
نیست سنّت محض در سجدہ سجود | سنّتِ او ہست ہم ترکِ وجود

ورنہ یکساں بود آں کارِ ثواب
سجدۂ ابن ابیؒ و بو تراب رضؓ

(ماخوذ مثنوی صمدانی صفحہ ۱۳۴)

• اولیاء اللہ کے سوانح حیات پڑھنے اور سننے سے ان کے اقوال و اعمال کا کچھ علم تو ہو جاتا ہے اور اس رحمت میں بھی شمولیت ہو جاتی ہے جو بفحوائے عِندَ ذکر الصالحین یتنزل الرحمۃ اہل محفل پر ارزانی فرمائی جاتی ہے لیکن ان کے باطنی فیوض اور کیوف کتاب سے نہیں۔ صحبت سے حاصل ہوتے ہیں حضرت عطارؒ سمجھا گئے ہیں ہ

---

[۱] فاتبعونی اشارہ۔ کلیتِ شخصیتِ خود فرمود کہ تمام احوالِ وی را شامل است۔ (مثنوی صمدانی ص ۱۳۴)

صد کتاب و صد ورق در نار کن
جان و دل را جانب دلدار کن

• خدایا! پیر کے باطنی رنگ سے کوئی مرید بے نصیب نہ رہے۔ قرآن میں خدائی رنگ کا ذکر ہے۔ صِبْغَۃَ اللّٰہِ ج وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً وَّنَحْنُ لَہٗ عٰبِدُوْنَ (البقرہ ۱۳۸) (اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے بہتر کس کا رنگ ہے اور ہم اس کی عبادت کرتے ہیں) اس رنگ کے حصول کے لئے بہترین عمل صحبت و محبتِ پیر ہے۔ تاہم اہل اللہ کے مختلف سلسلوں میں مختلف طریقے بھی رائج ہیں۔ مگر سب کی تہ میں یہی ہے کہ ؎

کام کرتی ہے نظر نام ہے پیمانہ کا

چنانچہ چشتیہ حضرات سماع میں اس طلب کا وظیفہ کرتے ہیں اور "رنگ" ہی کی قرآنی اصطلاح استعمال کر لیتے ہیں اور اپنے حسب حال مراقبہ رقص و وجد میں بے خود ہو کر یہ نعمت یوں مانگتے ہیں ؎

پیا کی پگڑیا میری چنریا ایک ہی رنگ میں رنگ دے للہ بابا

• زندگی کے دو حصے ہیں مادی اور روحانی، ذیل میں اس کا خاکہ ہے

جان پاک و آب و نار و خاک و باد
می شتابد ہر یکے سوئے معاد

اربعہ عناصر کا معاد مٹی ہے۔ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا

نُعِیْدُکُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُکُمْ تَارَۃً اُخْرٰی ۔ طٰہٰ ۵۵

زندگی میں قانون فطرت کے مطابق حیاتِ مادی کا تحفظ بھی ضروری وظیفہ ہے اور جانِ پاک کا معاد انّا الیہ راجعون ہے ۔ رومی اس کی شرح کرتے ہیں ؎

تو مباش اصلاً کمال این ست وبس
تو درو گم شو کہ حال این ست وبس

• سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کی دونوں شقوں میں اسوۂ حسنہ دکھایا ہے ۔ وَمَن شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلاً ط (جو چاہے اپنے رب کی طرف رستہ پالے) غریب نواز ایک ایسے ہی واصل باللہ بزرگ تھے ۔ جن کی ادنیٰ منقبت ہے ۔

ہر کہ پیوند د بہ آں مطلق وجود
او رہد فی الجملہ از بند و قیود
در رکابش ایں جہان و آن جہاں
مرگِ او باشد حیاتِ جاوداں
گلشن انسانیت را برگ و بار
ہمچو ابرے بر شگاں در کنار ۔ مثنوی صمدانی

اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے اور ان کی معیت نصیب کرے ۔ آمین یارب العالمین!

بیماریاں } جب سن مبارک ساٹھ سال سے متجاوز ہوا۔ اور دوروں اور مجاہدوں سے طبیعت میں اضمحلال اور جسم میں لاغری و کمزوری پیدا ہوئی۔ تو بیماریوں نے آگھیرا اور آپ اکثر بیمار رہنے لگے۔ حکیم احمد دین صاحب فرماتے ہیں کہ نزلہ و زکام سے طبیعت کی دائمی ناسازی، ریاضتوں اور مجاہدوں کی صعوبتیں آخرکار اپنا اثر ظاہر کرنے لگیں۔ ۱۹۰۰ء کے قبل کا ایک دفعہ کا حال خود حضرت صاحب قدس سرہٗ مولوی عبدالقادر صاحبؒ لاہوری کو لکھتے ہیں کہ عرق شیر روزانہ ایک دفعہ پیتا ہوں اور پاپیادہ دورہ کرتا ہوں۔ لوگ جلاب لینے اور ماء الجبن پینے کی رائے دیتے ہیں۔

حکیم محمد سعید صاحب ساکن روڑس ضلع سیالکوٹ بھی اکثر آپ کے علاج میں شریک رہا کرتے تھے۔ جب بیماریوں کا دورہ جلد جلد شروع ہونے لگا تو بعض ارادت مندوں کے اصرار سے آپ نے حکیم اجمل خاں صاحب دہلوی کا بھی علاج کرایا۔ آپ خود دہلی تشریف نہیں لے گئے حکیم احمد دین صاحب گئے اور سب حال بیان کیا۔ حکیم صاحب ممدوح نے دوا دی، اور خود بھی آپ کو دیکھنے کے لئے دو چار دن گجرات آکر رہے اور علاج کیا یہ بھی کچھ دن تک رہا۔ پھر ترک ہوگیا۔ حکیم اجمل خاں صاحب کی رائے تھی۔ کہ سخت ریاضتوں اور بھوک پیاس کی

شدتیں برداشت کرنے سے قوائے جسمانی کمزور و مضمحل ہو گئے
حضرت قاضی غریب نواز صاحب رحمۃ اللہ علیہ حکیم صاحب موصوف کو بہت پسند کرتے تھے اور خطوں میں مخدوم المخادیم کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اور کبھی ابر رحمت لکھ کر خطاب کرتے۔ اور خاتمہ پر مسکین سلال محمود لکھا کرتے تھے۔ اور حکیم صاحب جو خط آپ کو لکھتے اس کے آخر میں "الارذل اجہل" لکھا کرتے تھے۔ یہ بیماریاں بھی آپ کے مجاہدوں کا ایک جزو اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کا پیش خیمہ تھیں۔ آپ کبھی ان سے ملول نہ ہوئے اور نہ کوئی بے صبری یا شکایت کا کلمہ زبان مبارک سے کسی نے سنا۔ اس راہ کے چلنے والے ان کو سرمایۂ غیب سمجھتے ہیں اور نہایت خوشی سے ان کے تلخ جرعوں کو پیتے اور مزا لے لے کر چکھتے ہیں۔

امام غزالی[1] رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں۔ کہ بیماریوں کا حال طبیب سے کہنا کوئی شکایت نہیں ہے۔ لوگ

---

[1] حجۃ الاسلام امام محمدؒ غزالیؒ۔ آپ کی کنیت ابوحامد ہے۔ بہ لحاظ تصوف شیخ ابو علی فارمدی سے منسوب ہیں۔ چھوٹی عمر ہی میں عالم متبحر ہوئے اور مدرسہ نظامیہ بغداد میں شیخ الجامعہ (پرنسپل) مقرر ہوئے۔ جو اس زمانہ میں بہت بڑا اعزاز تھا آپ منطق و فلسفہ میں باکمال ہونیکی وجہ سے فن مناظرہ کے بھی امام تھے۔ آپ نے کئی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن میں اکثر ضخیم ہیں آپ نہایت بلند پایہ فلسفی، صوفی و صاحب تصنیف تھے آپ کی وفات ۵۰۵ھ میں ہوئی۔ (شہید ا)

مزاج پرسی کے لئے آتے ہیں تو ان کو کچھ جواب دینا ضرور ہوتا ہے۔ ان سے اپنا حال بیان کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بلکہ اس سے ایک گونہ اپنی عاجزی کا اظہار ہے اور اس میں بھی بندگی کی ایک شان ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہ دعا تلقین فرمائی "اللّٰھم انی اسئلک العفو والعافیة" اے اللہ میں تجھ سے عفو اور عافیت چاہتا ہوں۔

حکیم احمد دین صاحبؒ فرماتے ہیں کہ آپ کی بیماریوں میں ۱۹۱۵ء سے بہت زیادتی ہوئی اسی سال آپ کے چھوٹے بھائی محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال فرمایا۔ ان کے انتقال کے بعد ہی سے ہاتھوں میں رعشہ شروع ہوا اور ضعف بڑھتا گیا۔ جناب صاحبزادہ محبوب عالم مدظلہ فرماتے ہیں۔ کہ جب میاں محمد مسعود صاحب کا جنازہ حضور اقدسؒ کے سامنے لایا گیا تو میّت کے پاس آپ تشریف لے گئے اور پیشانی پر ہاتھ رکھا پھر ہاتھ جو اٹھایا تو اس میں رعشہ تھا۔

کاتب الحروف جب ۱۴ نومبر ۱۹۱۶ء (۱۷ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ) کو برنالہ میں حاضر خدمت ہوا تو دیکھا کہ ہاتھوں میں رعشہ ہے اور بدقت بستر سے سر اٹھا سکتے ہیں۔ ضعف بہت غالب تھا پیدل نہیں چل سکتے تھے۔ کھٹولے پر برنالہ سے

آواں شریف تشریف لائے رعشہ کے ساتھ ساتھ اختلاج قلب کا سلسلہ برابر رہا۔ حتیٰ کہ عصبی فالج ہو گیا۔ جو بتدریج بڑھتا رہا۔ آخری زمانہ میں کھانسی کی سخت تکلیف تھی۔ جب اس کا دورہ اٹھتا تو نہایت شدت سے اٹھتا اور جب کسی قدر افاقہ ہوتا تو سکون معلوم ہوتا اور آپ مطمئن نظر آتے۔ رفتہ رفتہ دل و دماغ بھی ماؤف ہونے لگے۔ حکیم مفتی سلیم اللہ خاں صاحب لاہوری نے جب آپ کو دیکھا تو یہی آثار موجود پائے اور انہیں کے علاج کی طرف توجہ کی۔

اسی زمانہ میں آپ کی بینائی پر بھی اثر پڑا۔ صاحبزادہ صاحب موصوف نے امراض چشم کے ایک ماہر مشن ہسپتال جلالپور جٹاں کے ڈاکٹر نیوٹن (New-ton) کو بلا کر دکھایا تو اس نے کہا۔ میں اپریشن کی رائے نہیں دوں گا۔ آپ نے یہ سن کر اُسے دعا دی۔ پھر اپریشن کا خیال چھوڑ دیا گیا۔ بینائی پورے طور پر معدوم نہیں ہوئی تھی۔ مگر بہت ہی کم رہ گئی تھی۔ لیکن ملنے جلنے والے جو سلام کو آتے انہیں یہ کبھی احساس نہ ہوا

تمام سال ۱۳۳۶ھ (۱۹۱۸ء) انہی بیماریوں میں گزرا حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہ بیان فرماتے ہیں کہ وفات سے ایک سال پہلے اوائل شعبان میں جمعہ کے روز حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بلا کر

ارشاد فرمایا۔ کہ آج جمعہ کا دن ہے افغانستان کی رسم[1] کے مطابق میری قبر کا نشان لگا دو تاکہ جمعہ کی فضیلت حاصل ہو جائے۔ صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہ نے عرض کی، مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ سن کر آپ مسکرائے اور فرمایا، کہ میں ابھی جا تو نہیں رہا ہوں۔ اور مجھے رخصت فرما دیا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ یہ بیماریاں اور آلام بندے کو آزار پہنچانے کے لئے نہیں ہوتے۔ بلکہ ربّ قدیر کی قدرت کے مقابلہ میں بندہ کا عجز و افتقار ظاہر کرتے ہیں۔ کہ اگر بندے کو کچھ قدرت ہوتی تو ان میں سے کبھی کسی کو اپنے پاس آنے نہ دیتا۔ چونکہ اس پر وہ قادر نہیں ہے۔ اس لئے اس کا عجز ظاہر ہے۔ خدائے بزرگ و برتر کے علم قدیم میں سب کچھ ہے۔ کسی کو بیماری دے کر صبر کی توفیق بخشتا اور کسی کو ہر حال میں صابر و شاکر رکھتا ہے۔ اولیاء اللہ کے یہ امتحانات و ابتلا دوسروں کو یہ سبق دیتے ہیں کہ بڑے سے بڑا بندہ بھی رب تعالیٰ کے سامنے عاجز و

---

[1] افغانستان کی رسم یہ تھی کہ زندگی سے مایوس مریض کے قد کے ناپ کے برابر جمعہ کے دن قبر کا نشان لگا دیتے۔ مطلب یہ ہوتا۔ کہ جمعہ کی فضیلت کا ثواب حاصل ہو۔ (شہید)

بیکس ہے اور کس طرح ہر حال میں راضی بہ رضا اور متوکل بر خدا رہنا چاہیئے۔ یہ بہت بڑا سبق تھا۔ جو حضور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مثال سے دوسروں کو دیا۔ یہاں آپ کا حال و قال دونو باہم مطابق نظر آتے ہیں۔

کسی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتا ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بلاؤ امتحان کے لئے تیار ہو جاؤ۔ حضرت صاحب قدس سرہٗ کا طریقہ سرتا سر محبت تھا۔ جس میں یہی غذا ملتی ہے۔ اس میں آرام کہاں؟ راحت کہاں؟ تمام دن سلگتے رہنا، اور تمام رات کروٹیں بدلتے رہنا ہوتا ہے" تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفاً وّطمعاً (سورہ سجدہ رکوع ۲) ان کی کروٹیں سونے کی جگہ سے جدا رہتی ہیں اور وہ اپنے پروردگار کو ڈر اور لالچ سے پکارتے ہیں۔

فیض کا دریا ان ایام میں گو بیماریوں کا ہجوم تھا مگر آپ کا دریائے فیضان بھی طغیانی پر تھا۔ جو آتا وہ فیضیاب ہوتا۔ امراض و آلام کے باوجود آپ کے قلب مبارک کے سکون میں فرق نہیں آیا۔ مؤلف ہذا ان آخری چند سالوں میں پانچ مرتبہ حیدر آباد دکن سے حاضر خدمت ہوا ہے مگر چہرہ مبارک پر ایک سکون و

قرار ہمیشہ دیکھا۔ ہاں اکثر اوقات محویت و استغراق کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی حکیم احمد دین صاحب فرماتے ہیں کہ آپ ہمیشہ مشغول بحق[۵۱] رہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سوائے ضروری بات چیت کے آپ ہمیشہ خاموش رہتے تھے۔

مولوی عبدالرحمٰن (مرحوم) ساکن پنڈی سرہال بھی فرماتے تھے کہ آپ اپنا ایک لمحہ بھی بیکار نہیں جانے دیتے تھے۔ ضروری بات چیت کے درمیان تھوڑا سا وقفہ بھی مل جاتا تو آپ ذکر و فکر میں مشغول ہو جاتے۔ اور اگر کچھ اور نہ ہوتا تو پاسِ انفاس میں ہی لگ جاتے تھے۔

ہر ایک کے ساتھ رہونگا } اس زمانہ میں حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی فیض بہت زیادہ نظر آتا ہے۔ نصیب والے دُور دُور سے آتے، اور اس آفتاب کے نور سے کسبِ ضیا کرتے

---

۵۱ حکیم احمد دین صاحب فرماتے تھے کہ ایک دفعہ آپ چارپائی پر آرام فرما تھے اور پاؤں کا انگوٹھا حرکت میں تھا۔ میں نے محسوس کیا۔ کہ شاید آپ کچھ انگوٹھے سے لکھ رہے ہیں۔ میں نے انگوٹھے کی حرکت کا سبب دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ بھی ایک قسم کا وظیفہ ہوتا ہے اور اسے استکتاب کہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ محویت و استغراق کا یہ بھی ایک خاصہ ہو۔ واللہ اعلم بالصواب (شہید)

تھے۔ جب تک یہ آفتاب عالمتاب مطلع انوار قدسی پر درخشاں رہا۔ لوگ ہدایت پاتے رہے۔ جب غروب ہو گیا۔ تو بھی اُس کی ضیا پاشیوں میں کمی نہ آئی۔ کیونکہ اپنے ارادتمندوں سے آپ کی گو جسمانی معیت نہ رہی۔ مگر روحانی معیت میں کمی واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ اور بھی زیادہ قوی ہو گئی۔ جس طرح آپ نے پیر لنگر، حضرت بہاءالدین ذکریا ملتانی۔ حضرت شاہ دولہ صاحب، حضرت پیرے شاہ غازی اور ان کے علاوہ دوسرے بزرگوں کی ارواح متبرکہ سے فیض اٹھایا تھا اسی طرح آپ کا روحانی فیض رسانی جاری ہے اور جاری رہے گا۔ قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم اجمعین چنانچہ جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میں تم میں سے ہر ایک کے ساتھ رہوں گا۔ اُس سے یہی روحانی معیت مراد تھی۔ اور ہر ایک ارادتمند اپنی استعداد کے مطابق مستفید ہُوا اور جو آیا وہ اپنی صلاحیت کے مطابق مالا مال ہوا۔ بعض ایسے بھی تھے جو صرف اسی ایک در کے ہو رہے اور دنیا و مافیہا کو آپ کی محبت پر قربان[1] کر ڈالا۔

وصیّت { سنگیوں کو رضائے الٰہی اور توکل بخدا کی ہمیشہ وصیت فرماتے تھے۔ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب ۱۳۴۰ھ

---

[1] ایسی کئی مثالیں تھیں۔ کہ اہلِ محبت اپنے گھربار چھوڑ کر آپ کی ملازمت و

(باقی ص ۲۹۲)

کے ایک خط میں مؤلف ہذا کو لکھتے ہیں کہ ۲۰ صفر ۱۳۳۷ھ کو جب وہ حضرت صاحب رح کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ کے وصیت فرمائی کہ رضائے الٰہی اور توکل بخدا نہایت ضروری ہے اس میں فرق نہ آئے +

ایمان و توکل کا ہمیشہ ساتھ رہتا ہے ایمان بغیر تصدیق کے کامل نہیں ہوتا اور تصدیق کا تعلق قلب سے ہے۔ جب ایمان قوت پا کر قلب میں اتر جاتا ہے تو اسے یقین کہتے ہیں اور یقین و توکل کا باہمی ساتھ ہے ایک کا دوسرے سے جدا ہونا ممکن نہیں۔ آپ نے مولوی صاحب موصوف سے فرمایا کہ درویشی میں رضا لابدی ہے۔ اور چونکہ اس سے ملا ہوا توکل ہے اسلئے دونوں کا اکٹھا ذکر فرمایا۔

خدمت سے شرف اندوز ہوئے۔ تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ صرف مثال کے طور پر سرحدی ملا صاحب کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ملا صاحب آپ کے آخری ایام میں آوان شریف آئے۔ ان کا نام کسی کو معلوم نہیں۔ صاحبِ تجرید و تفرید اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ جب ملا صاحب کی بینائی جاتی رہی۔ تو کوئی علاج نہیں کرایا۔ کہتے تھے کہ خود بخود ٹھیک ہو جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ نہایت روشن ضمیر اور صاحب باطن بزرگ اور مستجاب الدعوات تھے۔ اور لوگوں کو دم درود کے ذریعہ فائدہ پہنچاتے تھے۔ آوان شریف ہی میں آپ کی وفات ہوئی اور وہیں مدفون ہیں۔ (اشتہید)

رحلت } وفات سے تقریباً تین سال پہلے آپ اپنے مکان سے گاؤں کے دائرہ (چوپال) میں منتقل ہو گئے اور آخر وقت تک وہیں رہے۔ وہیں آپ کے آباؤ اجداد کی قبریں تھیں۔ جن سے آپ نے روحانی فیض بھی حاصل کیا تھا[۵۱] اس لئے ان کے قریب ہی اپنی زندگی کے آخری ایام گزارنا پسند کیا۔ نیز گھر بار سے بے تعلقی کو بھی کمال تک پہنچا دیا۔

حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہٗ العالی فرماتے ہیں کہ وصال کے چار پانچ ماہ قبل ایک روز میں نے دیکھا کہ آپ پلنگ پر آرام فرما ہیں۔ چہرہ مبارک پر بشاشت کے آثار نمایاں ہیں۔ میں حاضر ہوا۔ تو مجھے دیکھ کر اٹھنے لگے۔ میں نے دوڑ کر پیچھے سے سہارا دیا اور بٹھا دیا۔ آپ نے میری طرف منہ کر کے مسکرا کر فرمایا۔ کہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ بہت جلد اچھا وقت آنے والا ہے میں نے سمجھا کہ انشاء اللہ اب صحت ہو جائیگی۔ مگر چار پانچ ماہ بعد آپ کا وصال ہوگیا اس وقت میں سمجھا کہ "اچھا وقت" آنے سے آپ کی مراد یہ تھی۔

مؤلف ہذا ریاست حیدر آباد دکن ہی میں تھا کہ ۱۶ مارچ ۱۹۱۹ء

---

۵۱ احتمال یہ ہے کہ ان ایام میں آپ کا تعلق عالم آب و گل سے قریباً منقطع ہو چکا تھا اور آپ کی وابستگی بہت زیادہ روحانیوں سے ہو گئی تھی اس لئے ان کا قرب زیادہ پسند آیا۔ (شہید)

کو آوان شریف سے ایک خط موصول ہوا کہ زکام اور کھانسی کی وجہ سے حضور پر نور رحمۃ اللہ علیہ بہت کمزور ہو گئے ہیں یہ کمزوری بڑھتی گئی حتیٰ کہ وقت آ پہنچا۔ جو ہر شخص کو پیش آنے والا ہے۔ یعنی شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ کی پہلی تاریخ (مطابق ۲ر مئی ۱۹۱۹ء) اور جمعہ کا دن تھا۔ کہ روح مبارک نے قفس عنصری سے جدائی اختیار کی۔ اور اپنے اصلی وطن عالم قدس کی طرف رحلت فرمائی۔

"اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ"

یہ ایک دولت تھی جو ہم سے چھن گئی اور خدائے عزوجل کی ایک نعمت و رحمت تھی۔ جو اٹھائی گئی۔ علاقہ کے لوگ یہ خبر سن کر جو دم زدن میں چاروں طرف پھیل گئی تھی۔ گریاں و تاسف کناں آوان شریف کی طرف دوڑے آتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چاروں طرف سے آدمیوں کا ایک سیلاب امڈا چلا آتا ہے۔

تاریخ وصال

بروز جمعہ بتاریخ یکم شعبان ۱۳۳۷ھ مطابق ۲ر مئی ۱۹۱۹ء

قبلہ ما قاضی سلطان محمود رض ۱۳۳۷ھ

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْت ۱۹۱۹ء

رباعی

چوں مرشدِ ما و عاشقِ رب ودود ⁜ شد واصل حق زدہرِ فانی بدرود

بہ لوحِ مزار بہرِ سالِ تاریخ ⁜ کافی است "قبرگاہِ قاضی محمود"

تجہیز و تکفین } پہلے حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خیال تھا ۔ انہیں اُن کے بھائی میاں محمد مسعودؒ کی قبر کے پاس دفن کیا جائے ۔ بعد ازاں آپ نے کسی سے کہا کہ مجھے دارہ والا مقبرہ میں اپنے آبائی بزرگوں کے پاس مدفون کیا جائے ۔ لیکن بعد میں آپ نے یہ رائے بھی تبدیل کر لی اور تدفین کا معاملہ حضرت صاحبزادہ محبوب عالم مدظلہ' کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ۔ چنانچہ موجودہ جگہ مزار کے لئے تجویز کی گئی اور وہاں قبر کھودی جانے لگی ۔

تجہیز تکفین کا جلد جلد اہتمام کیا گیا ۔ مُلاّ نیاز الدین صاحب (المعروف ملا تیراہی) عین وقت پہ پہنچ گئے تھے انہوں نے غسل دیا اور جنازے کی نماز پڑھائی جنازے کی اتنی بڑی جماعت اس علاقہ میں پیشتر کبھی نہیں دیکھی گئی ۔ آخری دیدار کے لئے زائرین اس طرح ٹوٹے پڑتے تھے ۔ جس طرح شمع پر پروانے ۔ بالآخر شام کے قریب آپ کے جسد مبارک کو لکڑی کے صندوق میں رکھ کر سپردِ خاک کیا گیا ۔ محسوسات کی یہ دنیا آفتاب ارشاد و ہدایت کی روشنی سے محروم ہو گئی ۔ سب ایک سنّاٹے کے عالم میں تھے ۔ ایک نور تھا جو چلا گیا ۔ اور تاریکی چھا گئی ۔ دن تھا جو ختم ہو گیا اور رات آ گئی ۔ یہ عالم کون و فساد دراصل اسی قسم کے تغیرات کا نام ہے ۔ ہر زمان و ہر ساعت اس میں تغیرات ہوتے رہتے ہیں اور اسی حرکت میں عالم کی حیات ہے لیکن آپ کا اٹھ جانا ایک

تعزیِ عظیم تھا اور ایسا آفتابِ عالمتاب غروب ہو گیا جس کی روشنی نصف صدی سے زیادہ اس عالم کو اپنے نور سے منور کرتی رہی تھی۔

اہل اللہ کا اٹھ جانا ایسا نہیں ہوتا جیسا کہ عوام کا اٹھ جانا ہے۔ یہ لوگ اہلِ زمین کے لئے امان ہوتے ہیں اور ان کے وجود باجود سے دنیا میں امن و امان رہتا ہے۔ جب یہ اٹھ جاتے ہیں تو عالم میں گویا زلزلہ سا آ جاتا ہے۔ اور سارا انتظام درہم و برہم ہو جاتا ہے پھر قضائے الٰہی ظہور میں آتی ہے اور نظامِ عالم ایک نئے نسق پر آتا ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ ایک عالِم کا مرنا تمام عالَم کا مرنا ہے خاص کر ایسے عالم کا جو ظاہری و باطنی دونوں علوم میں کامل ہو وہ اس عالم کون و فساد سے منتقل ہو کر منزلِ قرب میں اپنے اصلی مقام پر قرار حاصل کرتا ہے

جامع کمالات } حضورِ پُرنورؒ قدس سرہٗ نے اپنے شیخ حضرت اخوند صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کی تعمیل میں لوگوں کو خدا کا راستہ بتایا اور اس کے رسولؐ علیہ الف الف تحیۃ وسلام کی سنت مبارک کی پیروی کرائی اور نسبتِ قادریہ کی ترویج میں پوری کوشش کی۔ صوفیہ کے تمام خاندانوں میں ترویج نسبت کی طرف خاص توجہ ہوتی ہے اگر کبھی اس میں ضعف رونما ہوتا ہے تو رحمتِ کاملہِ باری تعالیٰ ایک کامل ہستی کو پیدا کر کے اُس سے نسبت

کو) از سرِ نو تقویت بخشتی ہے اور سلاسل کی تعلیم کو جو سراسر اتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر مبنی ہوتی ہے۔ ترقی و وسعت عطا کرتی ہے اس زمانۂ مادّیت میں جب کہ یورپ و امریکہ کی مادیت و ملمع کاری نے بنی آدم کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا ہے اور دنیائے اسلام کی مالی و عملی حالت زبوں ہے۔ ایسے رہنماؤں کی سخت ضرورت ہے جو اقتضائے وقت کو نظر میں رکھ کر مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر لے چلیں۔ اللہ تعالےٰ کی محبت دلوں میں پیدا کریں۔ حرص و آز و ہوا اور نفسی نفسی کے شکنجوں کو جن میں پڑ کر بندہ خدا عزّوجل کو بھول جاتا ہے، دور کریں۔ یہ ناممکن ہے۔ کہ مادّیت بغیر روحانیت کے اس دنیا میں صلح و آشتی قائم کر سکے۔ کیونکہ مادیتِ محض کے نتائج تباہی و بربادی ہوتے ہیں۔ روحانیت اس میں اعتدال پیدا کر کے اس کے نتائج کو مبارک و خوشگوار بنا دیتی ہے اسلام میں دونوں کو اس طرح سمو دیا گیا ہے کہ ان دونوں کا باہمی رشتہ نہیں ٹوٹتا۔ اور اعتدال کے باریک و نازک تر راستہ پر ایک مسلمان بے تکلف گامزن ہو سکتا ہے۔ دنیا کو اسی گرُ کی تعلیم مطلوب ہے اور یہ وہ گرُ ہے۔ جسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس زمانہ میں متلاشی کی زبان سے مایوسانہ لہجہ میں بے اختیار یہ کلمہ نکل جاتا ہے۔ کہ "مسلماناں در گور و مسلمانی در کتاب" اسی گرُ کو اسلام

سکھاتا ہے اور دین کے رہنماؤں کو اس کی ضرورت ہے کہ ایک ایسی جماعت بنائیں جو علم و عمل میں اسلام کی اصل رہنما شخصیتوں کا نمونہ ہو۔ اس زمانہ میں جو دنیا کو مقدم اور خدا کو مؤخر سمجھتے ہیں۔ انہیں یہ تعلیم دینا ضروری ہے کہ خدائے عزوجل ہر حال اور ہر زمانہ میں مقدم رہا ہے اور اس زمانہ میں بھی وہی مقدم ہے اور دنیا موٴخر۔ اس بات کو مدنظر رکھا جائے گا۔ تو دونوں جہاں میں کامیابی ہو گی اور آج کل کی پریشاں حالی سے دنیا میں امن و امان نصیب ہوگا۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم ایسی ہی تھی +

اخلاقی خوبیاں کم و بیش ہر قوم میں ہوتی ہیں۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ یہ صفتیں ہمارے افراد میں آج کل بہت کم ہیں۔ صبح سے شام تک ہم اپنی نمازوں میں "اھدنا الصراط المستقیم" کہتے ہیں مگر کتنے ہیں۔ جنہیں صراط مستقیم نصیب ہوتی ہے۔ یہ شاید اس لئے کہ ہم منہ سے تو لاالٰہ الا اللہ کہتے ہیں۔ مگر دل و دماغ میں سینکڑوں جھوٹے[1] معبود بنا رکھے ہیں۔ ایسے کم لوگ ہیں۔ جو ان جھوٹے معبودوں کو توڑیں اور اک اسلوبِ مرغوب کے ساتھ راہِ حق دکھائیں +

---

[1] دل کے جھوٹے معبودوں سے خواہشات و جذبات نفسانی اور خوف و طمع

باقی صـ ۲۹۹

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان نادر ہستیوں میں سے تھے جو غریبوں میں رہتے انہیں کو پسند کرتے اور ان سے محبت کرتے تھے اگرچہ آپ امیر و غریب دونوں کو یکساں راہِ حق پر لاتے تھے لیکن غربا کی اصلاح کو زیادہ اہمیت دیتے کیونکہ یہ غریب اگر اصلاح پذیر ہوگئے تو سمجھو کہ قوم بن گئی یعنی طمع کے دیوتا خود بخود نیچے گر جائیں گے اور جو آج حقیر سمجھے جاتے ہیں وہ کل بر سرِ بام آئیں گے اور ایسا قوی پشتہ ثابت ہوں گے جو زمانہ کے آنے والے طوفانوں کا مقابلہ کر سکیں گے +

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حصولِ علم کے لئے بہت تاکید فرماتے تھے جہالت میں پڑے رہنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ وقت کی قدر کرنا سکھاتے ۔ عمل کی طرف لوگوں کو مائل کرتے۔ ظاہری طمطراق کو ناپسند کرتے۔ بھائی چارے اور اخوت اسلامی کی ہدایت کرتے۔ قرآن پاک پڑھنے اور تعلیم قرآنی حاصل کرنے پر اصرار کرتے سادہ زندگی بسر کرنے کی نصیحت فرماتے۔ ظلم سے نفرت اور

بقیہ حاشیہ ص ۲۹۸

لے مراد ہیں اور دماغ کے جھوٹے معبود وہ فلسفیانہ افکار ہیں۔ جو نکتۂ توحید کو سمجھ میں آنے نہیں دیتے ان دلی اور دماغی بت خانوں کو توڑنا بہت مشکل کام ہے اس لئے اس کام کو جہاد اکبر کہا گیا ہے اور یہ کام کسی کامل کی تعلیم و توجہ کے بغیر انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔ (شہید)

حمایتِ مظلوم کی ہدایت فرماتے۔

آپ دل سے چاہتے تھے کہ خدا تعالیٰ کے بندے اس کی رضا پر راضی رہیں اور اُس پر توکل کرنا سیکھیں۔ نیز آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ اس کی رضا کس میں ہے اور توکل کے اصل معنی کیا ہیں۔ آپ کی طبیعت میں استغنا بھی تھا اور مسکینی بھی، اہل جاہ و اقتدار پر استغنا کے باعث آپ کی ہیبت چھا جاتی تھی۔ اور مسکینی کی بنا پر غربا آپ کے شیدائی تھے۔ الغرض آپ کی ہستی جامع کمالات تھی اور آپ کی زندگی رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی زندہ تصویر تھی آج تک آپ کی خوبیوں کی داستانیں زبان زدِ خاص و عام ہیں اور آئندہ بھی سینہ بہ سینہ یہ روایات زندہ رہیں گی۔ انشاء اللہ الرحمٰن۔

؎ بر فلک محمودی اے خورشید فاش
بر زمین ہم تا ابد محمود باش۔ رومیؒ

گیارہواں باب

خلفاء عظام

کدام غنچہ مِن گل را کشید در آغوش
کہ آبِ آئینہ بوئے گلاب می آید

خلافت کا مسئلہ خلافت کے بارے میں حضرت قاضی صاحب غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا تو آپؒ نے فرمایا کہ میں خود نہ فقیر نہ خلیفہ، میرا خلیفہ کوئی کیسے ہو گا؟ ظاہر ہے کہ یہ آپ نے کمال انکساری سے فرمایا۔ ورنہ حضرت اخوند صاحب قدس سرہٗ کے ارشاد "مولوی راہِ حق بگو" میں کیا کچھ نہیں آگیا۔ اس حکم کی آپ نے پوری تعمیل کی اور بعض بعض کو جن کا ذکر آگے آئے گا۔ خود بھی راہِ حق بتانے کی ہدایت کی۔ اگر خلیفہ سے مراد ایسا اجازت یافتہ خلیفہ ہے تو حضور نے بھی خلفاء چھوڑے اور وہ سب بڑے مرتبہ کے لوگ تھے جن کا ہمیں حال معلوم ہو سکا ہے۔ ان کا مختصر ذکر کرتے ہیں۔

• سجادہ نشین صاحب ادام اللہ برکاتہ،

سخن ہدیہ آرم بہ محبوب عالم • مگر لطف چشمش بیارد بجا لم
جبینِ تو از مہرِ محمودؒ ماہے • بیا وش بود نغمہ ہائے خیالم[۱]

مثنوی صمدانی

• خلفاء میں سے حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہ العالی کا اسم گرامی سرِ فہرست ہے ان کے علم و فضل و فقر کے سامنے بڑے بڑے علما اور فقراء کے سر جھکتے ہیں۔ آپ کی طبیعت کا استغنا بہت مشہور ہے۔ سنگیوں نے بالاتفاق ان کو سجادہ نشین مقرر کیا۔ مگر وہ عام دستور کے مطابق نہ سجادہ بچھا کر کبھی بیٹھتے ہیں نہ خلیفہ یا سجادہ نشین کہلانا پسند کرتے ہیں کوئی اپنے عقیدہ میں ان کو حضرت قاضی صاحبؒ کا قائم مقام سمجھتا ہے تو سمجھتا رہے ان کے نزدیک ایسی مصطلحات قابل التفات ہی نہیں اور اگر کوئی جوارح سے خاص نیاز مندی کی حرکات دکھائے تو ڈانٹ دیتے ہیں وہ یہی پرچار کرتے رہتے ہیں کہ جیسا میں سنگی ویسے اور سب ہیں آنحضرتؐ کے دربار میں میرے تعلقات و

---

[۱] خ کی زیر اور زبر دونو درست ہیں خیال کے معنی پیکر کے بھی ہیں جو خیال پیدا کرتا ہے اور امیر خسروؒ کے ایجاد کردہ ایک نغمہ کا بھی نام ہے۔

حقوق کسی سے زیادہ نہیں۔ یہ کمال انکساری ہے ورنہ قرآن مجید میں پیغمبروں تک کی باہمی فضیلت کا ذکر ہے
تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ
حکیم احمدؐ دین صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت قاضی صاحب غریب نوازؒ نے فرمایا تھا کہ جو کچھ میرے پاس ہے میں نے محبوب[1] کو دے دیا

● ملا یعقوب رحمۃ اللہ علیہ ضلع ہزارہ کے ایک پرانے اور بہت مقرب سنگی پڑھے لکھے اور واجب الاحترام ملا جن میں مجذوبیت غالب تھی اپنی کہانی سنانے لگے۔ کہ میں نے ایک دفعہ حضرت صاحبزادہ صاحب مدظلہ، کی علمی اور روحانی پرواز دیکھی اور تقریر سنی۔ غبطہ میں غصہ نے گھیر لیا۔ چھرا نکال کر غریب نوازؒ کے دربار میں جا دھمکا اور کچھ ایسے طعنے بکنے لگا کہ کیسے فقیر ہو کہ عدل نہیں کرتے ہم اتنی مدت سے ریاضت کرتے اور ماتھا رگڑتے رہے۔ صاحبزادہ کل کا بچہ ہے بیٹا سمجھ کر اس کو اتنا اونچا درجہ بخشا ہے کہ وہ ایسی باتیں کرتا ہے جو ہم کو نہیں سکھائی گئیں۔ بس یہی فرق ہے نا! کہ وہ ناز پروردہ اپنا بیٹا ہے (اوکماقال) جسم اور دین کا پہلوان، چہرے پر قدرتی سرخی کے ساتھ حرماں نصیبی کا جوش۔ سرحدی چھرا

---

[1] آنحضرت پیار سے اتنا ہی نام لیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی مختصر +

ہاتھ میں تانے، شیخ کریم یہ نقشہ دیکھ کر گھبرائے تو ہونگے پھر نہ جانے کتنی اور کیسی کیسی مسکراہٹوں سے اپنے مجذوب غلام کے ناز کو نیاز میں بدلا ہوگا + خیر ہمیں صرف یہ مثال دینی ہے کہ ہمارے ممدوح پر اُنکے عنفوان شباب سے ہی کتنا کرم تھا۔

● ایک سنگی کا خواب سنئیے: ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر تنہا کھڑا ہوں۔ سامنے ایک عظیم الشان اور خوبصورت انجن ہے جس کے ماتھے پر چمکدار صیقل شدہ پیتل کے ابھرے ہوئے خدو خال میں غریب نوازؒ کا چہرہ مبارک بنا ہے میں اس کی نورانی آب و تاب دیکھنے میں محو تھا کہ انجن پیچھے کو حرکت میں آنے لگا وہ چہرہ میرے دیکھتے دیکھتے آہستہ آہستہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے چہرے میں بدل گیا۔ تیسرے دن آستانہ عالیہ سے ڈاک ملی۔ لکھا تھا کہ آج وہ آفتاب رشد و ہدایت غروب ہوگیا

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

اس کی تعبیر؛ رحلت کی خبر، خلافت کی سند، ناقص کی سپردگی ؎

نہ نازم چرا بر تو ای پیرِ کامل ؏

نظر جانبِ ہر گنہگار داری ؏ (شاہ عزیز بیہ تصرف)

پیر اور مُرید دونو کی زندگی کے واقعات کو غور سے دیکھا جائے تو صاف طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ غریب نوازؒ اپنے

پیر خانہ کے مجاہد اعظم اور حضرت صاحبزادہ صاحب اپنے پیر خانہ کے ناز پروردہ محبوب ہیں چنانچہ سلسلۂ عالیہ قادریہ محمودیہ کے پنجابی شجرہ میں آپ کو "محبوب" ہی کہا ہے ؎

اک محبوب دُھروں بن آئے کیوں نہ پھبے چترائی
امرت عشق گھُٹی وچہ ملیا اُچیاں اہیہ سرکاراں

• ایک اور کتاب میں بھی انہیں اسی رنگ محبوبی میں ہی دکھایا ہے۔ جذباتی اصطلاحوں کی بجائے "آشنا" کا سادہ عنوان باندھا ہے اور آشنائی کی عام رسم کے مطابق نام نہیں لیا۔ صرف کیفیت سے پہچانا جاتا ہے کہ کون مخاطب ہے۔ خواجہ حافظ شیرازیؒ کی اکثر غزلیں بھی تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو خطاب ہیں مگر پاسِ ادب سے "نام" نہیں لیا۔ مثلاً یہ دو شعر ملاحظہ ہوں ؎

دائم بہ لطف دایۂ طبع درمیانِ جاں • می پرورد بہ ناز ترا در کنارِ حسن
حافظ طمع بُرید کہ بنید نظیرِ دوست • دیار نیست غیرِ تو اندر دیارِ حسن

نشان شدہ ساتوں مفہوم سوائے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم۔ کس پر عاید ہوتے ہیں؟ اور ممتنع النظیر ہونا تو فقہ ہی کا مسئلہ ہے مولانا احمد رضا بریلویؒ کا بھی ایک مصرع سن لیں

لَمْ یَاْتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ، مثلِ تو نہ شد پیدا جانا

بات چلی تھی ایک کتاب کے عنوان آشنا سے اسکا کچھ اقتباس پڑھیے

دیدہ را فردوس روئی آشنا　　جسم را جان بخش بوئی آشنا
غم ربا باشد ہوای دامنش　　کور را بینا کند پیراہنش
گوش را راحت نوای آشنا　　قلب را تسکین، ہوای آشنا
ما مِن مضطر بجز محبوب کو؟　　تشنہ را کوثر بجز محبوب کو؟
من ہمی جویم پناہِ آشنا　　جنتِ من جلوہ گاہِ آشنا
خُذُ مُصلّیٰ مِنْ مَقَامِ ابْرَاهِیْم　　شانِ پای دوستان بین ای فہیم!
بوسہ زن بر پشتِ پایِ آشنا　　کورِ نشت باید بہ جای آشنا
ہین برو لبیک گویان سوی دوست　　دوستان را کعبہ باشد کوی دوست

ہر قدم بر رہگذارِ آشنا!
ہر نظر در انتظارِ آشنا!　　مثنوی صداقی

● حضرت صاحبزادہ صاحب سے شناسائی، قلم و زبان کا کام نہیں بلکہ ـــ

آفتاب آمد دلیل آفتاب

آفتاب کو آفتاب کی روشنی ہی سمجھا سکتی ہے۔ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا۔ جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے یہ کوئی نہ سمجھے کہ حضرت صاحب کو خوش کرنے یا ان کی عظمت سمجھنے یا ذاتی جوہر پہچاننے کے لئے یہ مفید ہو گا۔ حقیقت میں آپ ان بے پرواہ ہستیوں میں سے ہیں جو "نہ بزاری نہ بزور و نہ بزر می آید"۔ کیونکہ قادری ضبط و جذب اتنا غالب ہے کہ کس کی مجال جو اپنی عرض منوانے کا

یقین لیکر سامنے آ بیٹھے انکی نظر دل پر ہوتی ہے اور دل، قابل التفات ہونے کے لئے خود ان کی دلنوازیوں کا محتاج ہے۔ گویا اسی وظیفہ میں رہتا ہے ع

من از تو ترا خواہم

آئیے اب ان کے سوانح حیات پڑھیں۔

حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی بھتیجے ہیں۔ آپ کی پیدائش ۱۳۰۹ھ میں بہ مقام آوان شریف ہوئی۔ آپ ابھی شیر خوار ہی تھے کہ والدہ کا سایہ اٹھ گیا۔ اس لئے آپ کی پرورش غریب نوازؒ کی اہلیہ محترمہ کے سایۂ عاطفت میں ہوئی چونکہ میاں صاحب موصوفؒ نے دوسری شادی کر لی تھی اس لئے لازماً حضرت صاحب غریبؒ نواز کی توجہ مبارک آپ کے لئے مخصوص ہو گئی اور حضرت صاحبؒ نے آپ کی تعلیم و تربیت اپنا ہی بیٹا بنا کر کی۔ حضرت صاحبؒ نے آپ کو خود بھی پڑھایا اور آپ کی تعلیم کے لئے بہترین اساتذہ بھی رکھے مثلاً مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل دیوبندی۔

مثنوی مولانا رومؒ خاص طور پر اپنے پاس بٹھا کر پڑھائی۔ چنانچہ خان بہادر عبدالقیوم احمد خاں ڈی۔ آئی۔ جی پولیس پنجاب بتاتے تھے کہ میں نے دیکھا ہے آنحضرت صاحبزادہ صاحب کو اپنی ران پر بٹھا کر

مثنوی پڑھا رہے تھے جب ان کی عمر ۱۱ سال کے قریب تھی۔ اگرچہ آپ نے علوم جدیدہ نہیں پڑھے۔ لیکن ان کے تقاضوں اور نتائج و عواقب سے کما حقہ آگاہ ہیں آپ کے جوابات مختصر ہوتے ہیں اور صرف مسکت ہی نہیں ہوتے بلکہ تشفی بخش بھی ہوتے ہیں۔ آپ ہمیشہ جذبات کے مقابلہ میں معقولات کے پہلو کو پیش نظر رکھتے۔ ضبطِ اسرار و اخفائے دل میں آپ اپنے پیشوا کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں اور عالم اسرار و معانی کی فضاؤں میں آسمان پرواز شاہباز ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو کشفِ معانی کی نعمت عطا فرمائی ہے جو بہت بڑی دولت ہے بعض لوگ اس کو علم لدنی بھی کہتے ہیں۔ قرآن پاک کے مشکل مقامات کی آپ اس طرح تفسیر فرماتے کہ گویا زبان الہام بول رہی ہے اور معنی سننے والے کے دل میں نازل ہو رہے ہیں ؎

لے حریمِ یار تک پہنچا دیا!
جذبۂ دل بڑھ کے دامن تھام لے (نجم آفندی)

انہیں دیکھنا ہو، تو دیدۂ دل سے دیکھئے۔ چشمِ مجاز سے دیکھا تو کیا دیکھا۔ محض اپنے ذوقِ دید کو دھوکا دیا الغرض آپ کا وجود باجود مغتنمات سے ہے۔ میرے قلم میں یارا نہیں کہ ان کے فضائل کا احصا کر سکے

نمی گردید کوتہ رشتۂ معنی رہا کردم ٭ حکایت بود بے پایاں بخاموشی ادا کردم
(اقبال)

آپ کا پسندیدہ پیشہ اور ذریعہ معاش زراعت ہے جس میں اتنے ماہر ہیں کہ بڑے بڑے زمیندار ان سے رائے لیتے ہیں مزدور کو خوش دل رکھنا انکی معمولی عادت ہے روزانہ حساب خود لکھتے ہیں اور اس باقاعدگی اور صحت کے ساتھ کہ باید و شاید۔

حسنِ تدّبر اور حسنِ معاملہ میں آپ اپنی مثال آپ ہیں آپ کے والد ماجد محمدؐ مسعودؒ صاحب کا انتقال ہُوا تو گھر کے انتظام کا بوجھ آپ کے کندھوں پر ہی آ پڑا جسے آپ نے کمال پائمردی سے سنبھالا اور پیچیدہ حالات میں اپنی فراست سے کام لے کر اس فرض کو اس طرح نبھایا جیسا نباہنے کا حق ہے۔ حضرت قاضی غریب نواز صاحب رحمۃ کی کما حقہٗ خدمت کی۔ اور گھر کے انتظام میں کبھی خلل نہ آنے دیا۔

جو لوگ دُور دُور سے آتے ہیں ان سب کی مہمان داری آپ ہی فرماتے ہیں۔ مؤلف ہذا بھی حضرت قاضی صاحبؒ کے وصال کے بعد ہر سال آپ کی خدمت میں سلام کو حاضر ہوتا ہے اور آپ کی شفقت و الطاف سے اپنا نصیب حاصل کرتا ہے آپ کے اکلوتے صاحبزادہ، میاں مظہر الحق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ جنہوں نے اخلاق حسنہ اور سعادت مندی میں اپنے والد ماجد سے بہت وافر حصہ پایا ہے۔

خدائے عزوجل ان صاحبوں کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے آمین!

آپ اکلِ حلال، صدقِ مقال اور فرض شناسی کے تمام صفات سے متصف ہیں۔ جو شے مقدم ہے اُسے مقدم رکھتے ہیں اور جو مؤخر ہے اسے مؤخر۔ آپ اپنی تقریر و استدلال میں بہترین قسم کے مجیب ہیں جب آپ سے تبادلہ خیالات کیا جائے تو آپ معترض بننے کی بجائے مجیب بننا زیادہ پسند فرماتے ہیں۔ کیونکہ حضرت صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی یہی عادت مبارک تھی۔

اب آپ کی صحت عموماً اچھی نہیں رہتی پھر بھی طالبانِ حق کے لئے ایصال فیض میں کمی نہیں فرماتے۔ آپ کا خلق عظیم گنہگاروں کو بھی گلے لگانے سے دریغ نہیں کرتا آپ کی صحبت نہایت موثر اور دعا مستجاب ہوتی ہیں۔

فاطرِ ہستی نے آپ کی تخمیر فراست، نفاست، مروت اور حکمت کے چہار گانہ عناصر سے کی ہے اور آپ کو غیر معمولی صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں سادگی آپ کا وطیرہ، معقولیت آپ کا خاصہ، باقاعدگی آپ کی سرشت اور خدمتِ خلق آپ کا شعار ہے۔

استغنا و توکل میں بھی آپ اسوۂ حسنہ ہیں۔

اور خوبیوں کی طرح یہ خوبی بھی پیر کی صحبت سے حاصل ہوئی، کچھ تو تحت الشعور پیدا ہوئی کچھ عملی درس بھی ملا۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی اپنی زبان سے ایک واقعہ سنیئے۔ کہ والد صاحب کی وفات کے بعد خانگی امور کی بجا آوری کی ذمہ داری مجھ پر آ پڑی۔ میں اس معاملہ میں ناتجربہ کار تھا۔ اس لئے گھبرایا۔ کہ مفوضہ امور سے کس طرح عہدہ برآ ہو نگا۔ مجھے کسی سے قرض مانگنے کا ڈھنگ بھی نہ آتا تھا اور حکمت عملی سے کاروبار چلانے کا سلیقہ نہ تھا۔ مگر کاروبار خانگی طوعاً وکرہاً چلائے جا رہا تھا ایک دن معمولاً آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے خانگی امور کے متعلق پوچھا۔ اور فرمایا گزارہ کیسے ہو رہا ہے۔ میں نے آپ کی بیماری کمزوری اور دنیاوی امور سے بے رغبتی کے پیش نظر سوچا کہ اگر اپنی مجبوریاں بیان کی گئیں۔ تو آپ کی پریشانی میں اضافہ ہوگا۔ لہذا جواب دیا کہ کام چل رہا ہے۔ اس کے بعد دو تین دن پھر یہی معاملہ پیش آیا۔ اب میں نے سوچا۔ کہ جب پوچھتے بھی ہیں اور فی الواقع میں تکلیف میں بھی ہوں۔ تو پوچھنے پر کیوں نہ اصل حقیقت سے آپ کو آگاہ کر دوں۔ چنانچہ ذہن میں یہ بات رکھ کر حاضر ہوا۔ کہ آج ضرور اس کے متعلق کچھ نہ کچھ عرض کرونگا لیکن حضرت صاحبؒ نے اس دن اس بات کا تذکرہ بھی

نہ کیا۔ میں خاموش رہا اور دل میں کہا۔ کہ چلو آج نہیں تو کل سہی۔ لیکن کل بھی یونہی گذر گیا۔ بلکہ اس کے بعد بھی چند دن اور گزر گئے اور آپ نے کچھ نہ پوچھا۔ نہ کوئی ذکر کیا۔ آخر میں نے خود جرأت کر کے ایک دن اپنی مجبوریاں اور تکالیف پیش کر دیں آپ کمزوری کے باعث آنکھیں بند کئے لیٹے تھے آنکھیں کھول کر معمول سے زیادہ بلند آواز سے فرمایا۔ کہ "دیکھو! میں نے خدا سے اپنے لئے کبھی کوئی سوال نہیں کیا۔ اور دنیا طلبی سے باز رہا ہوں۔ اور آئندہ بھی ایسا ہی کرنا چاہتا ہوں" میں یہ سن کر بہت مایوس ہوا اور دل میں شرمندہ بلکہ خفا بھی ہوا۔ کہ خود ہی حضورؒ پوچھتے تھے۔ اور جب میں نے عرض کیا۔ تو مجھے ایسا روکھا جواب ملا چنانچہ میں شرمندگی اور خفگی دل میں لئے ہوئے آپ کے پاس سے چلا آیا۔ فی الفور آپ نے میرے بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ لیکن میں نہ گیا۔ پھر آدمی پہ آدمی آنے لگا۔ لیکن میں آپ کے پاس نہ گیا آخر ایک آدمی نے مجھے بہ منت کہا۔ کہ حضورؒ کی حالت دگرگوں ہو رہی ہے۔ تمہیں چلنا چاہیئے۔ چنانچہ میں آپ کے پاس گیا۔ اور دیکھا۔ کہ واقعی آپ کی حالت بگڑی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر فرمایا۔ آ گئے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں حاضر ہوں آپ فرمانے لگے۔ کہ تم ناراض کیوں ہو گئے ہو۔ خدا جیسے بہت بڑے شہنشاہ کے

سامنے دنیا کے متعلق (جو متاعِ قلیل ہے) سوال کرتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضرت! میرا مطلب امیرانہ ٹھاٹھ سے زندگی بسر کرنا نہیں، بلکہ مقامی حالات خصوصًا اپنے گھرانہ کی پوزیشن کے مطابق ضروریات سے عہدہ بر آ ہونے کا خیال ہے تاکہ دوسروں کا دست نگر نہ ہونا پڑے۔ ابھی تو آپ میرے سر پر سایہ فگن ہیں۔ اس پر یہ حال ہے اور جب آپ موجود نہ ہوں گے تو پھر کیا حال ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں کی حاجت بر آری کے ٹھیکیدار نہیں ہو۔ یہ سب امور خدا نے اپنے ذمّے رکھے ہوئے ہیں وقت کے مطابق اگر تمہارے پاس کچھ ہو تو دے دو۔ اور کچھ نہ ہو تو پھر معذوری ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس میں عزت کا سوال ہے۔ موجودہ حالات کے پیشِ نظر مجھ سے ایسا نہیں ہو سکتا آپ نے فرمایا۔ کہ اس میں عزّت و بے عزّتی کا کیا سوال ہے جب ذمہ دار خود خدا ہے تو تمہیں اتنی فکر کیوں ہے۔ میں نے عرض کیا کہ جس مقام پر آپ ہیں۔ وہاں تو بے شک عزّت و بے عزّتی کا کوئی سوال نہیں۔ لیکن جس مقام پر مَیں ہوں۔ وہاں ضرور ہے۔ ذرا آپ اپنے مقام سے نیچے آ کر میرے مقام پر دیکھیں کہ یہ سوال ہے یا نہیں۔ یہ سن کر آپ بے ساختہ ہنس پڑے۔ اور مجھے رخصت فرمایا۔ اس کے بعد بلا تکلف آج تک

گذارہ چل رہا ہے اور کبھی کوئی حاجت رُکی نہیں رہی۔

• اس واقعہ پر ذرا تنقید کیجیے خودداری کا جذبہ فقر کا تو لازمہ ہے ہی، دنیاوی وجاہت کا بھی سنگِ بنیاد ہے۔ اس کو بچپن سے تحت الشعور میں ہی پروان چڑھا رکھا تھا۔ گویا اَلسّؤالُ ھُوَ وَلَوْکَانَ مِنَ الوَالِدَین پر پکے ہو چکے تھے۔ غریب نوازؒ نے اس جذبے کو اکسا کر امتحان لینا چاہا۔ ادھر سے صبر و ضبط کا ثبوت ملا۔ مرشد کامل نے پھر چاہا کہ عقلِ خوابیدہ کو فتویٰ دینے کی جرات ہو، جب عقل بول اٹھی تو ڈانٹ پلائی۔ محبت بھی کمال پر تھی عقل مجروح پر استغنا اور توکل کے پستول سے وہ بھرپور وار کیا کہ زحمت مجاہدہ کے بغیر صاحبزادہ صاحب کو اس جنگ میں مردِ میدان بنا دیا ع

قصہ کوتاہ کرد ورنہ دردِ سر بسیار بود

• مرید اور غیر مرید سائلوں کی دنیاوی ضرورتوں کے لئے بلا تکلف دعا فرماتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا درِ رزق ان پر وا ہوتا لوگ دیکھ رہے ہیں لیکن جس کو سجادہ نشین بنانا تھا اس کی تربیت انوکھی ہونی چاہیئے ع

اس قفس کے قیدیوں کا آب و دانہ منع ہے

• اردو کی نسبت ایسے نازک خیال فارسی میں زیادہ

خوبی کے ساتھ ادا ہوتے ہیں چنانچہ خسروؔ کہتے ہیں ؎

یارب چہ عذاب است بریں مرغِ گرفتار
بسمل نہ پسندند و پریدن نہ گزارند

• وہ واقعہ یاد کیجئے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان زخموں کی شکایت کر رہی ہے جو چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں پڑ گئے تھے لہذا ایک خدمتگار (جو میسر بھی تھے) دیئے جانے کی درخواست کی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے کیا فرمایا[1] "کیا میں تمہیں اس سے بہتر کی طرف رہنمائی نہ کروں؟" جب بستر میں لیٹو تو ۳۴ دفعہ اللہ اکبر، ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۳ دفعہ سبحان اللہ پڑھ لیا کرو۔ جو کچھ مانگتے ہو اس سے یہ کہیں بہتر ہے عرض کیا کیا تھا جواب کیا ملا؟ کیونکہ سائلہ کو سیدۃ النساء خاتونِ محشر بنانا مقصود تھا۔ علامہ اقبالؒ ان کی شان میں کس ادب سے در افشانی کرتے ہیں ان کی کتاب اسرار و رموز سے اقتباس پڑھیئے ؎

مادرِ آں مرکزِ پرکارِ عشق ✦ مادرِ آں کاروان سالارِ عشق

---

[1] و قال الا ادلکما علی خیر مما سألتماہ اذا أخذتما مضاجعکما فکبرا اللہ اربعًا و ثلثین و حمدا ثلثًا و ثلاثین و سبحا ثلث و ثلثین فانّ ذلک خیر لکما مما سألتماہُ   رواہ البخاری ص۳۹۹ مطبوعہ نور محمد دہلی

مزرعِ تسلیم را حاصل بتولؓ ٭ مادران را اسوۂ کامل بتولؓ
آن ادب پروردۂ صبر و رضا ٭ آسیا گردان و لب قرآں سرا
اشکِ او برچید جبریلؑ از زمیں ٭ ہمچو شبنم ریخت بر عرشِ بریں
رشتۂ آئینِ حق زنجیرِ پاست ٭ پاسِ فرمانِ جنابِ مصطفےٰؐ است
ورنہ گردِ تربتش گردیدمے ٭ سجدہ ہا بر خاکِ او پاشیدمے

● جس طرح اس حدیث شریف کی کنہہ سمجھ میں آ گئی اسی طرح اس بیان سے پہلے کا مضمون اب بالکل صاف ہو گیا۔ جس شخص کو حضرت قاضی صاحب غریب نوازؒ اپنا جانشین بنانا چاہتے تھے اس کی تربیت توکل اور استغنا میں اسی طریق سے ہونی چاہیئے تھی۔ جیسی کہ ہوئی ہے

نہ حسنت منتہیٰ دارد نہ سعدی را بیاں پایاں

⁂

۲ - مولوی عبدالرحمٰن صاحبؒ

مولوی عبدالرحمٰن صاحب رحمتہ اللہ علیہ ساکن پنڈی سرہال ضلع کیمبلپور (اٹک) حضرت قاضی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجازت یافتہ خلیفہ تھے ۔ آپ دیوبند کے فارغ التحصیل بہت بلند پایہ عالم اور شیخ الحدیث مولانا حسین احمد مدنی کے ہمدرس تھے اور بہترین ادیب تھے ، عربی و فارسی پر بہت عبور تھا اور ان دونوں زبانوں میں قلم برداشتہ نظم و نثر لکھنے پر حاوی تھے ۔ آپ کے اشعار برجستہ اور پُراثر ہوتے تھے ۔ زہد و تقویٰ میں بھی ممتاز تھے ۔ طبیعت میں سادگی اور خوش اخلاقی کوٹ کوٹ کر بھری تھی ۔ جو کوئی آپ کے پاس چند ساعت بھی بیٹھتا تھا اُسے آپ اپنے خوانِ علم و ہدایت کے نوالوں سے متلذذ کر دیتے ۔ آپ کو حضرت قاضی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیض صحبت سے کشفِ قبور بھی حاصل تھا ۔ مسائل کو حکیمانہ استدلال کے رنگ میں بیان کرتے ۔ جس سے سائل کی تشفی ہو جاتی تھی ۔ حضرت قاضی غریب نواز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے بہت سے مستند حالات آپ کے توسط سے معلوم ہوئے ۔ حق گوئی آپ کا خاص طریقہ تھا اور یہ کام وہ بلا خوف لومتہ لائم کرتے تھے ۔ قرآن شریف خوش الحانی اور دل سوز و گداز

سے پڑھتے تھے۔ رقیق القلب تھے۔ آپ قرآن شریف پڑھنے کے دوران میں رو پڑتے تھے۔ اور اہل ود و سامعین بھی آبدیدہ ہو جاتے تھے آپ سے اکثر مریدوں نے فیض حاصل کیا اور آپ کی تربیت و تلقین کے اثرات سے بہرہ اندوز ہوئے۔ مولف کتاب ہذا ان میں سے بعض سے ملا ہے اور انہیں صاحب ذکر و شغل پایا ہے۔

آخر عمر میں آپ کی بصارت جاتی رہی تھی۔ اسی برس یا اس سے کچھ زیادہ عمر پائی۔ قویٰ آخر وقت تک اچھے اور مضبوط رہے بلند ہمتی کا یہ عالم تھا کہ فقدانِ بصارت اور شیخوخت کے باوجود اپنے پیرو مرشد کے مزار پر حاضری دیتے رہے آپ کو جناب صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہٗ العالی کی استادی کا بھی شرف حاصل تھا۔ علومِ ظاہری سے فارغ ہونے کے بعد آپ کو تحصیل علمِ باطنی کی آرزو نے جگہ بہ جگہ پھرایا آخر کار آپ کا مدعا حضرت صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچ کر حاصل ہوا اور آپ سے بیعت کی۔ ذکر و شغل جو حضرت صاحب رحؒ نے ارشاد فرمائے۔ ان کو باحسن وجوہ انجام دیا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو علومِ باطنی میں سرگرم دیکھ کر دوسرے لوگوں کو راہِ حق بتانے کی تلقین فرمائی آپ کی وفات ۳ جولائی ۱۹۵۳ء مطابق ۱۹ شوال ۱۳۷۲ھ کو بمقام پنڈی سر ہال ہوئی۔ اور

وہیں دفن ہوئے ان کے فرزند لکھتے ہیں کہ مرحوم تین جولائی کو نمازِ عصر پڑھانے کے بعد حسبِ معمول اپنے اوراد و وظائف میں مشغول تھے کہ گرمی کی شدت سے طبیعت گھبرانے لگی اور زور زور سے درود شریف پڑھنے لگے۔ ہاتھ میں تسبیح تھی اور ذکر میں مشغول تھے۔ کہ اسی حال میں بعدِ نمازِ مغرب آپ نے داعیِ اجل کو لبیک کہا آپ کے انتقال سے علم و عمل اور زہد و ورع کا ماہِ تاباں آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔ عام شغل درس و تدریس اور تصنیف و تالیف تھا۔ آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ کو یہ بھی ارشاد تھا کہ اس مسلک کے سالکوں کے لئے تعلیم و تعلم سے بہتر کوئی اور ظاہری شغل نہیں تاریخ نکالنے میں انہیں خاص ملکہ تھا حضرت صاحب رضی کی تاریخ وفات " لقد فاز فوزاً عظیماً " (۱۳۴۳ھ) سے نکالی تھی۔ اپنی تاریخ وفات بھی آپ نے خود ہی کہی بظل اللہ عبد الرحمن (۱۳۷۲ھ) خدا ان کی قبر کو انوارِ رحمت سے منور و معمور کرے۔ اور اس پر سحابِ مغفرت کا سایہ رہے۔

مستری احمد بخش صاحب رح

مستری احمد بخش صاحب ساکن زینہ امرال مشمولہ راولپنڈی، حضورِ اقدس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پرانے ارادت مندوں اور

خلفاء میں سے تھے آپ کا حال آپ کے قال سے زیادہ ممتاز تھا آپ نے اپنے آپ کو سرکاری ملازمت کے پردے میں مستور رکھا۔ کن کن خوش نصیبوں کو آپ سے فیض پہنچا۔ مؤلف ہذا کو علم نہیں۔ مستری صاحب پہلے اولیاءاللہ اور ان کی کرامتوں کے قائل نہ تھے۔ لالہ موسٰے میں پہلی مرتبہ حضرت قاضی غریب نواز صاحب رضی اللہ تعالٰے عنہ کی قدم بوسی حاصل ہوئی اور آنکھوں پر سے پردہ اٹھا، تو آپ کے مرید ہوئے اور بڑے مرتبہ پر پہنچے۔ آخر میں نوکری ترک کر کے خانہ نشین ہو گئے تھے اور راولپنڈی میں اپنے لڑکوں کے پاس رہا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ نے بڑی عمر پائی اور ۱۹۳۵ء میں اس عالمِ فانی سے عالمِ بقا کی طرف رحلت فرمائی، رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ

۴ - ماسٹر مولا بخش صاحبؒ

ماسٹر مولا بخش امرتسری مجیٹھی بھی آپ کے خلیفہ تھے مؤلف ہذا کو آپ کی خدمت میں نیاز حاصل تھا۔ بڑے صاحبِ کیف، محنتی اور مجاہد بزرگ تھے درزی کا پیشہ کرتے تھے آخر میں سب ترک کر کے گجرات میں حضرت شاہ دولہ صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مزار پر معتکف ہوئے اور اخیر تک وہیں رہے۔ آپ کی وفات پشاور میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔

۵ - مولوی سراج الدین صاحب لاہوری رح

یہ بھی آپ رض کے خلیفہ تھے اور شاہ عنایت اللہ صاحب رح کی (جو مشہور صوفی حضرت بلھے شاہ رح صاحب قصوری کے پیر تھے) اولاد میں سے تھے۔ جو اپنے زمانہ کے قادری طریقہ کے ایک کامل درویش اور نہایت درجہ پابند شریعت بزرگ گذرے ہیں لاہور میں آپ کا مزار مرجع انام ہے مولوی سراج الدین صاحب رح خود ایک عابد و زاہد بزرگ تھے اور محکمہ ڈاک میں پوسٹ ماسٹر جنرل کے پرسنل اسسٹنٹ تھے اور اسی عہدہ سے وظیفہ ملازمت لیا آپ رح ایک خاموش طبع ریاؤ نمائش سے پاک، اپنے کام سے کام رکھنے والے مرنج و مرنجاں بزرگ تھے۔ "دل بہ یار و دست بہ کار" آپ کا مشرب تھا اور آپ کی وضع تھی کہ "درویش صفت باش و کلاہ تتری دار"

۶ - حافظ عبداللہ شاہ صاحب رح

آپ موضع بوکن ضلع گجرات کے رہنے والے اور حضور اقدس کے خلیفہ تھے اور بہت پہلے ارادتمندوں میں سے تھے ۱۸۵۷ء میں بمقام سیالکوٹ پیدا ہوئے انیس سال علوم ظاہری کی تکمیل میں بسر کئے۔ اور مولوی علم الدین سیالکوٹی سے علوم ظاہری حاصل کئے۔ ۱۸۸۴ء

میں اپنے والد ماجد چراغ علی شاہ صاحب (ولد سید محمدؒ شاہ صاحب) کی رہنمائی سے حضرت قطب العالم قاضی سلطان محمود صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شرفِ بیعت حاصل کیا اور دو سال بعد نعمتِ خلافت سے سرفراز ہوئے اور پچیس سال طالب علموں کو فیضِ درس عطا فرما کر چوراسی ۸۴ سال کی عمر میں ۵ ، دسمبر ۱۹۲۱ کو جمعہ کے دن بمقام چک ۱۵ شمالی ضلع گجرات داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ آپ عابد و زاہد اور اپنے پیر و مرشد کے بڑے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

ملا نیاز الدین تیراہی صاحبؒ

ان کا عرف ملا صاحب تیراہی تھا۔ آپ حضرت قاضی صاحبؒ کے بڑے عقیدت مند اور محب خلیفہ تھے آپ قوم کے آفریدی پٹھان تھے ، بڑے عالم و صاحبِ عمل تھے نہایت نیک طبیعت صاحب صحو و سکر بزرگ تھے ہمیشہ کوئی نہ کوئی طالب علم ساتھ رہتا تھا آخر عمر میں حج بیت اللہ اور زیارت مرقد مبارک جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے حج سے واپسی میں بیمار ہوئے اور چند ماہ بیمار رہ کر ہری پور ضلع ہزارہ (صوبہ سرحد) میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے آپ ہی نے حضرت صاحبؒ کو غسل دیا ، اور ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی تھی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

۸ ۔ سائیں چپ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اصل نام فیروز دین تھا اور عرف سائیں چُپ تھا آپ کیمبل پور کے رہنے والے تھے اور پٹواری تھے۔ تقدیر ازلی آپ کو حضرت قاضی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں کھینچ لائی آپ ہمیشہ خاموش رہتے تھے۔ طبیعت جذب کی طرف زیادہ مائل تھی اور اکثر بیخودی سی آپ پر طاری رہتی تھی حضرت قاضی غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عاشق زار تھے اور بے حد ادب کرنے والے، گرمی بدن میں اتنی تھی کہ بوریہ بھگو کر بدن پر لپیٹ لیا کرتے تھے اور نہروں میں پانی کے اندر بیٹھے رہتے تھے بڑے مقبول اور صاحب تاثیر درویش تھے کھلابٹ ضلع ہزارہ میں انتقال فرمایا۔ اور ایک پہاڑی کے قریب دریا کے کنارے دفن ہوئے آپ قاضی غریب نواز صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ اور ایک کامل بزرگ تھے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

۹ پیر شیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ بنڈی میانی تحصیل و ضلع گجرات کے رہنے والے اور قریشی خاندان کے ایک فرد تھے۔ حضرت قاضی غریب نواز رضی اللہ عنہ کے عزیز شاگرد، بڑے رتبہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ نے آپ کی تعلیم و تربیت کی طرف بہت توجہ

فرمائی تھی - مگر افسوس کہ عمر نے وفا نہ کی اور اکتوبر ۱۹۰۱ء میں انتقال فرمایا حضرت صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا بہت صدمہ ہوا - ۱۸ر اکتوبر ۱۹۰۱ء کو ایک عقیدتمند غلام احمد صاحب رح، جناب مولوی عبدالقادر صاحب لاہوری کو لکھتے ہیں کہ حضرت غریب نوازؒ اور ہم لوگ گجرات سے روانہ ہو کر شام سے پہلے پنڈی میانی پہنچے - نماز مغرب کے بعد حضرت صاحبؒ نے پیر صاحب مرحوم کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور وہیں ان کو دفن کیا - ان کی مبارک موت اور عجیب خاتمہ کے حالات تحریر میں نہیں آ سکتے - مؤلف ہذا کو نہیں معلوم، کہ جناب پیر صاحب مرحوم سے کن کن صاحبوں کو فیض پہنچا - اور کہاں ہیں اور کس کس کام میں لگے ہوئے ہیں - اُمید ہے کہ جو بار آور درخت حضرت صاحبؒ نے لگایا تھا - لوگ ضرور اس کے پھل سے ذوق و فیض حاصل کر رہے ہوں گے *

۱۰- حضرت سید محمد شاہ صاحبؒ

آپ کوٹ جھران ضلع گجرات کے رہنے والے، ایک کامل درویش اور حضرت صاحب قدس سرہٗ کے بزرگ خلیفہ تھے - حکیم احمد دین صاحب فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ شاہ صاحب نصف شب کے بعد ایک کنوئیں پر ذکرِ نفی و اثبات کر رہے تھے کہ ان کے شاگردوں نے دیکھا - کہ اِن کے

بدن کے جوڑ جوڑ الگ ہو گئے ہیں اور کنوئیں کی چرخی، لکڑی پتھر سب سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی آواز آ رہی ہے۔ شاگرد یہ دیکھ کر ڈر گئے۔ اخبار الاخیار میں خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی اسی طرح کا ایک واقعہ مذکور ہے جبکہ وہ پاک پٹن شریف میں حضرت بابا فریدؒ گنج شکر کے مزار پر معتکف و مشغولِ ذکر تھے یہ سب رب العزت و تعالیٰ کی جلالی تجلّیات کے مظاہرے اور کرشمے ہیں ؎

دل و عقل از جلالِ او خیرہ
تن و جاں از کمالِ او خیرہ

دیگر خلفا:۔ آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور کئی خلفاء تھے۔ ایک بزرگ مدراس کے تھے وہ اور ان کے بھائی آوان شریف آ کر مرید ہوئے۔ وہ ایک عالِم باعمل بزرگ تھے۔ اس لئے حضرت صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں خلافت عطا فرمائی جس سے دکن میں اس سلسلہ کی ترویج ہوئی۔ ان کے بھائی سے مولّف ہذا حیدرآباد دکن میں ملا تھا اور ان سے اتنی دُور جانے اور مرید ہونے اور ان کے بھائی کے خلافت پانے کا حال معلوم ہوا یہ صاحب خود بھی بڑے عابد و زاہد تھے۔

مؤلف ہذا کو آپ کے اور خلفا میں حسب ذیل بزرگوں کے اسماء بھی معلوم ہو سکے ہیں۔ ان میں اکثر سے ملاقات

بھی ہوئی ہے۔ سائیں فتح دین صاحب ساکن مقصود پور ریاست کپورتھلہ۔ پیر خادم حسین ساکن منگووال علاقہ کپورتھلہ پیر اشراقی صاحب سیالکوٹی۔ تھکال مُلا صاحب۔ محمد سلیم صاحب الٰہ آبادی۔ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب ڈھوک شمسی وغیرہم۔ ان میں سوائے تھکال ملا صاحب اور پیر اشراقی صاحب کے یہ نیاز مند سب سے ملا ہے اور ان کے حالات سے بہت متاثر ہُوا ہے۔ خاص کر مولوی خلیل الرحمٰن صاحب سے۔ جن سے ان کی وفات کے وقت تک سلسلۂ خط و کتابت قائم رہا۔ بڑے مخلص، صاحبدل اور ذی شعور آدمی تھے اگر ان کی عمر وفا کرتی، تو یقیناً بہت سے لوگوں کو ان کی ذات مبارک سے فائدہ پہنچتا۔ غرضیکہ جس کی جو روزی تھی وہ اس نے حضورؒ میں حاضر ہو کر حاصل کی۔ اور اس آفتابِ عالمتاب سے کسبِ ضیاء کی جب تک کہ یہ مہر منیر تاباں و درخشاں رہا۔ اسی طرح فیض عام کا دروازہ کھلا رہا۔ اور اس وقت غروب ہُوا۔ جب اس کے دنیاوی سفر کا دورہ تمام ہُوا۔ اور خدا تعالیٰ کو مقصود ہوا کہ قطرہ اپنے بحر میں اور ذرہ اپنے آفتاب میں معدوم و فنا ہو جائے

ع اے خدا جان را تو بنما آن مقام
کاندروں بے حرف می روید کلام
تا کہ سازد جانِ پاک از سر قدم
سوئے عرصہ دور پہنائے عدم

مولوی نیاز محمدؐ صاحبؒ

ماہر قانون و ہم صاحبدلے
عشق و منطق جمع شد در محفلے — مثنوی صمدانی

اب ہم ایک ایسے مقتدر ہستی کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے دوآبہ بست جالندھر میں بہ بانگِ دہل اعلائے کلمۃ اللہ کیا اور عشقِ رسولؐ پھیلایا ان کے کردار کا رعب ہی ان کی بڑی کرامت تھی - جو جانتے تھے ان کا کہنا ہے کہ دوآبہ میں اتنے بڑے درجہ کا فقیر کوئی نہیں - اگر کوئی مرید ہونے کو کہتا تو "کیا پدی کیا پدی کا شوربا" کہدیتے -

آپ موضع دھوگڑی کے رئیس، جالندھر میں چوٹی کے وکیل - ایم۔ اے او کالج علیگڑھ کے ٹرسٹی اور سر سید احمد خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اتنے ذاتی دوست کہ ان کے جو خطوط راس مسعود نے چھپوائے تھے ان میں سے ۴۹ خط خانصاحب کے نام ہیں ان کا کشف قبور مشہور عام تھا جو ذکر کشف قبور کے مضمون میں آچکا ہے - غریب نوازؒ پر قربان تھے جو عشق کو شریعت میں ملبوس دیکھنا چاہتا ہے کاش وہ خاں صاحب کو دیکھتا۔ فرماتے تھے، کہ میں نے غریب نوازؒ کو نہ کمر تک جھک کر سلام کیا نہ پاؤں چومے مگر اوان شریف سے آنے والے کے سامنے احتراماً اٹھنے اور گھٹنوں کو ہاتھ لگاتے ہم نے دیکھا ہے خواہ وہ عمر

میں ان کے بیٹوں کے برابر ہو ؎
عشق ہمہ ادب است

کی تفسیر جو سمجھنا چاہتے ہیں ان کو اپنے پیر کے کوچہ میں رہتے دیکھتے سر پر خوبصورت لمبے لمبے گھنگریلے بال تھے۔ ترکی ٹوپی ترکی کوٹ پتلون بوٹ انکا عام لباس تھا۔ آستانہ پر حاضری اور ریاضت کا عالم بھی دیکھئے صرف قمیض پاجامہ اور دیسی جوتا ہے، کاکل کی دلآویزی وہی ہے مگر کلاہِ تہتری کی بجائے میلے سے کپڑے کا ایروا (بنا) زیب سر ہے اور عدالتوں میں تہلکہ مچا دینے والے قلم کی بجائے، ہاتھ میں ایک مضبوط کلہاڑا ہے۔ آستانہ عالیہ سے ۶-۷ میل دور ڈھاکہ سے، لکڑیاں کاٹ کر، بھاری سا گٹھا سر پر اٹھائے لا رہا ہے بوجھ قوت برداشت سے زیادہ ہے راستہ میں ستاتا آرہا ہے کوئی سنگی بوجھ بٹانے کی درخواست کرتا تو جواب صرف شکریہ اور تبسم سے ملتا۔ یہ رئیس کس خیال میں منہمک، بھاری بوجھ کے نیچے دبا دبا، تیز تیز قدم اٹھائے آرہا ہے؟ کسی اہل سخا کے لنگر میں ایندھن پہنچائے گا اور منہ مانگی مزدوری پائیگا اس اٹھو کھے لنگر والے کو بھی تو دیکھو۔ جو منہ سے کچھ نہیں بولتا لیکن آنکھوں میں وہ کچھ کر جاتا ہے کہ لوگوں کو اپنے گھر کی شاہی چھوڑ کر انکے در کی

گدائی میں مزہ ملتا ہے ؎

غلامِ نرگسِ مستِ تو تاجدار انند حافظؔ

• پیر سے غلامی دیکھی اب بے تکلفی بھی دیکھئے۔ غریب نوازؒ اہل قبور کی زیارت کے لئے پالکی میں جا رہے ہیں علیگڑھ اور نیچری ماحول کے اس رئیس نے ضد کرکے ایک کہار کی جگہ لے لی غریب نوازؒ کے بار بار ہٹانے کی بھی پرواہ نہ کی۔ خیر چلتے گئے۔ راستہ میں ایک گاؤں پڑا۔ حضرت نے فرمایا، "خانصاحب اب تو پالکی چھوڑ دیں گاؤں کے لوگ دیکھیں گے تو کیا کہیں گے کہ کہار اتنا سوہنا (خوبصورت) اور بہٹی (دُلہن) اتنی کوہجی" (بدصورت) خانصاحب نے جھٹ حاضر جوابی دکھائی "بہٹی جیسی کیسی ہو پر ہے کارے بنی" (پرکار فتنہ انگیز) صوفی شاعروں کی تو یہ عادت ہی ہے کہ محبوب کو فتنہ انگیزی کا طعنہ بھی دیئے جاتے ہیں اور اس تصوّر سے لطف اندوز بھی ہوتے جاتے ہیں ؎

فتنہ انگیز مشو کاکُل مشکیں مگشا

آپ بتانے لگے کہ مجھے مغرب کے بعد مراقبے میں ہر روز سبق ملا کرتا تھا جالندھر سے کوئی پندرہ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں میں ایک درویش کا چرچا سنا۔ میں بھی چلا گیا۔ واپسی پر میری شام کی تعلیم بند تھی کئی دن کی پریشانی کے بعد ایک رات خواب میں کسی کو یہ کہتے سُنا ؎

دہ مرو دہ مرد را دہقان کند

حضرت شیخ سعدیؒ کا تجربہ ہے کہ پادشاہاں گاہ بہ دشنامے خلعت دہند۔ اس کی تصدیق میں ایک واقعہ سنیئے۔ حضرت خانصاحب فرمانے لگے۔ ایک دفعہ آوانشریف سے واپسی پر، بڑے برساتی نالے (ڈلّی) کی گرم ریت پر پیدل آرہا تھا، دل میں سخت گلہ گزرا کہ اتنی مدت سے آوان شریف آتا جاتا رہا ہوں حاصل کچھ نہیں ہوا..... گجرات میں حسب معمول پیر حضرت جعفر شاہ صاحب کے ڈیرے پر رات کاٹی۔ پَوہ پھٹنے والی تھی۔ ڈیرے کے نوکروں کی کچھ کچھ آواز بھی آرہی تھی۔ گویا نیم بیداری نیم خوابی کی حالت میں تھا کیا دیکھتا ہوں کہ میرا سینہ دھویا جارہا ہے۔ گویا اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ کا فیض ارزانی فرمایا جارہا ہے پھر حضرت شاہدولہؒ اور ان کے پیر حضرت شاہ سیّدا سیالکوٹیؒ لمبے لمبے سیاہ جُبّے پہنے میرے بالین پر تشریف فرما ہیں، مجھے ساتھ لیا اور غیر معمولی مؤدّب وضع میں چلے اور مجھے شیخ الجن والانس قندیل نورانی غوث صمدانی قطب ربانی حضرت سید عبد القادر جیلانیؒ کے دربار میں لے گئے وہاں سے بارگاہ رسالت میں رسائی ہوئی۔ اٹھا تو فرط عبدیت میں درگاہ باری تعالیٰ میں سجدہ شکر ادا کیا۔ فصلی اللہ علیٰ نور کزو شد نورہا پیدا۔

جب دوبارہ حضرت قاضی صاحب غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور میں حاضر ہوا تو اپنے گلہ اور حضور کے کرم

کا سارا ماجرا سنایا اور عرض کیا کہ اس راز کو سینہ میں خوب چھپائے رکھتا ہوں، تو شیخ کریم نے متبسم ہوکر فرمایا کہ میری طرف سے اجازت ہے خواہ چھت پر چڑھ کر اس بات کی دہائی دو۔ فاما بنعمۃ ربک فحدث

• اپنی روحانی پرواز کا کبھی چرچا نہ ہونے دیتے مگر باوفا بھی تو تھے:۔ پہلی جنگِ عظیم میں ایک نیاز مند کا بیٹا خود بخود فوج میں بھرتی جا ہُوا اور عرصہ تک خط نہ لکھا۔ باپ نے سمجھا کسی محاذ پر کام آگیا بے قراری میں حضرت خانصاحب کے پیچھے پڑ گئے کہ میرا بیٹا؟؟؟ حضرت تشویش میں اپنی خلوت کی کوٹھڑی میں گھس گئے دیر تک مراقبے کے بعد خوش خوش باہر آئے کہ بیٹا بفضلہ زندہ ہے اور فلاں پلٹن مقیم جہلم میں ملازم ہے

• حضرت مجددؒ الف ثانیؓ سے تعلق دیکھئے۔ بیٹی کی شادی ہے۔ حضرت قاضی صاحبؒ غریب نواز نے شمولیت کا وعدہ نہیں فرمایا۔ پریشان ہوکر خاص قاصد آستانہ عالیہ بھجوایا کہ برات آگئی ہے جب تک جناب تشریف نہ لائیں گے میری مہمان رہے گی کیونکہ نکاح تو آپ کے سوا کسی سے پڑھوانا ہی نہیں۔ قاصد بے نیل ومرام واپس آیا، حضرت قاضی غریب نواز صاحب رضی اللہ تعالی عنہ کی بے نیاز ہستی، اللہ غنیؓ عن العالمین کی فضا کی پروردہ، کسی اور طرف دورہ کا رُخ ہوگیا۔ یہاں عاشق کے دل پر جو بنی وہ

عاشق ہی جان سکتے ہیں آخر بے بسی میں اپنے خلوت خانہ میں جا مراقبہ کیا، خود فرماتے تھے کہ امام ربانی قیوم زمانی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا کہ آپ کے سنگِ در پر بار بار سر پھوڑا ہے ...... اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ میرے پیر کو بلا دیں۔ خدا کا کرنا۔ ایسا ہوا کہ دوسرے دن حضرت قاضی غریب نواز صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دھوگڑی آ نکلے محفل سماع جاری تھی بطل شریعت کو دیکھ کر تتر بتر ہونے لگی سراپا رحمت نے فرما دیا جو کرتے تھے کرتے رہو قوال خاندانی اور تربیت یافتہ تھے مزامیر چھپا دیئے اور نعت ہوئی جس کا مطلع ہے۔

اَلصُّبحُ بَدَا مِنْ طَلْعَتِہٖ وَاللَّیلُ دُجیٰ مِن وفرتہٖ
فمحمّدُ ناھو سیّدُنا فالعزّ لنا باجابتہٖ

مرید کا نیاز، شکرانہ اور مسرت کا تبسم بن کر، قدموں پر نچھاور ہوا شیخ کریم نے بے نیازی کے انداز میں جواباً فرمایا کہ میں جا تو کسی اور طرف رہا تھا مگر آپ کی سفارش بڑی اونچی جگہ سے پہنچی۔

(حاشیہ صـ ۲۳۱) برات کا دولہا عبدالقیوم احمد خاں بی اے (علیگ) تھا جو خان بہادر اور ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس پنجاب ہونے کے بعد حضرت غریب نوازؒ کے قدموں میں سو رہے ہیں اپنی زندگی میں ہی حضرت صاحبزادہ صاحب سے لجاجت کے ساتھ قبر کی اجازت مانگی۔ ارشاد ہوا کہ اس معاملہ میں وہ مجھ سے کم حقدار نہیں۔

• سماع کی مجالس بڑے اہتمام سے کراتے اور ہمہ تن گوشں ہو کر سنتے۔ "فن" نہیں "پیغام" سنتے تھے، فن کو تو غالباً وہ سمجھتے بھی نہیں تھے۔ کسی نے پوچھا کہ حضرت قاضی صاحب رضی اللہ تعالیٰ تو سماع نہیں سنتے تھے آپ کیوں سنتے ہیں بولے مجھے پہلے بھی عادت تھی۔ اور ایک دفعہ حضرت قاضی صاحب غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیخ چوگانی (نوگزی قبر) کے دورے پر آئے ہوئے تھے میں بھی اردل میں تھا کہیں سے کوئی پھیری والا قوال آ سوالی بنا۔ فرمایا مجھے تو اس کام کی سمجھ نہیں (پھر خانصاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا) یہ ہیں ہم ہیں چشتی ..... جاؤ خانصاحب مزار پر جاکر چائے وغیرہ پکاکر اپنے دستور کے مطابق ختم بھی کرائیں

۱ے تھے تو آپ حضرت قاضی صاحب غریب نواز رضی اور سیدنا حضرت غوث الاعظم رضی (جن کو پیر بادشاہ کہا کرتے تھے) کے عاشق زار اور ان کے سبق بھی قادری تھے۔ خواجۂ خواجگان حضرت معین الدین اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی عرس کیا کرتے تھے۔ طبیعت کے اس میلان کی وجہ سے حضرت قاضی صاحب غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ لفظ فرما دیا ہوگا ویسے تو حضرت قاضی صاحب غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ چاروں سلسلوں کے رہنما تھے اور جس کو جس وقت جو سیر چاہتے کراتے۔

خانصاحب نے اس ارشاد کو مجلس سماع کا اجازت نامہ سمجھا۔

• ان کے ذوق سماع کا کیا کہنا؟ عبادت کر کے سنتے تھے جسم پر بہت سا سکون، نگاہ نیچی اور محوِ فکر، ریش مبارک پر شریعت کا حسن اور ہیبت، رخ و جبین حدیث احسان کی تفسیر، (ایسی حالت والے کو نوازنے والے بھی جہاں گشت ہوتے ہیں) مراقبہ حقیقت بن گیا، تصور اور محبت کی کشش مہرویانِ[1] خدا کو شیشۂ دل میں اتار لائی اور ---- بفضلہ تعالیٰ .... کی زیارت ہوئی حاضرین کیا جانیں کیا ہو رہا ہے۔ مزاج شناس قوال دل و دیدہ نذر سرور کر کے، نغمۂ تہنیت فضا میں بکھیر رہا ہے

"امروز شاہِ شاہان مہمان شد است مارا"

پیر کی صحبت اور محبت کے اثر سے شیر پیکر افغانی چہرے پر لطافت سادات آگئی تھی۔ دو دل کا ایک ہو جانا تو سنتے آئے ہیں یہاں انوکھے عشق کو چرا دیتے دیکھئے پیر کی عاشقی کا اور کرشمہ دیکھو۔ آخری وقت شکل بھی ویسی بنتی جارہی تھی۔ حضرت سید محمد سعید المعروف میراں شاہ بھیکھ رح اپنی ترنگ میں اپنے پیر ابوالمعالیؒ

---

[1] صوفی اولیاء کرام کو مہرویانِ خدا بھی کہتے ہیں۔ یہاں ارواح مقدسہ مراد ہیں

سے تعلق جتلا رہے ہیں۔

بھیکؒ معالیؒ بھئے معالی بھیکؒ بھئے

• مرض الموت ہے پیر کی مزار پہ جانے کے تذکرے رہتے ہیں، سواری کا خاطر خواہ انتظام نہ ہوا تو فرمایا کہ وہاں مجھے کون مرنے دیتا ہے! ایک نیاز مند جا رہا تھا اسے فرمایا میرا پیام پیش کر دینا ؎

عمرتان باد دراز اے ساقیان بزم جم
گرچہ جامِ ما نہ شد پُر مے بدوران شما
(حافظ)

• ماشاء اللہ صاحب حضوری ہیں لیکن ؎

ذوق دیدارش، ز دیدن کم نہ شد
دامنش پُر، شوقِ چیدن کم نہ شد
(مثنوی صمدانی)

عرصے کا صاحب فراش مریض آج چراغِ سحری لگ رہا ہے لیکن دماغ قائم اور آنکھیں ہوشیار ہیں۔ کبھی کھلتی کبھی بند ہوتی گویا کسی کے انتظار میں کہہ رہی ہیں ع

دم تری دید کو آنکھوں سے لگا رکھا ہے!

• درد اٹھتا تو بے ہوش کر کر جاتا اور کبھی ہوش میں واپس لاتا ایسے لمحوں میں تیمم کی سی حرکت کرتے پھر ہاتھ کانوں تک لا کر نماز کی نیت باندھ لیتے۔ بار بار ایسا کرتے کیونکہ درد بھی تو بار بار اٹھتا تھا + کبھی خادم بالیں سے پوچھتے کہ میرا منہ قبلہ کی طرف صحیح بھی ہے؟ جب وہ عرض کرتا کہ اب تو اَیْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ

کا وقت ہے تو فرماتے نماز کہاں پڑھتا ہوں یونہی شرط پوری کر رہا ہوں۔ پیرِ کامل کا آموختہ سبق نہیں بھولا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے آخری الفاظ الصّلوٰۃ! الصّلوٰۃ !! تھے روح کو فرشتے سبد گل میں سنبھالے بارگاہ رب العزت میں لے چلے ...... یہ آواز کہاں سے آئی

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے ....!

اللہ تعالیٰ ایسے پیر اور ایسے مُرید پر تا ابد رحمتیں برسائے!

از طفیلِ خستم محمودی نیازؒ
پردہ دارِ رازِ شد مثلِ ایاز

ہ آپ کے کچھ حال مثنوی صمدانی ہیں، زیرِ عنوان "خضرِ راہ" بھی درج ہیں۔ مثنوی کے مصنف کو آوان شریف کا راستہ خانصاحب نے ہی بتایا تھا

بارہواں باب

مکتوبات

دلا چو غنچہ شکایت ز بختِ بستہ مکن
کہ بادِ صبح، نسیم گرہ کشا آورد
(حافظ)

آپ بالعموم خطوط فارسی زبان میں لکھا کرتے تھے۔ آپ کے عہد میں اگرچہ اردو بھی مروّج تھی، مگر آپ نے اس کی طرف بہت کم توجہ کی، چند ایک خطوط جو اردو میں آپ نے تحریر فرمائے ہیں۔ انہیں پڑھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاہ عبد القادر محدث دہلوی رح مصنف موضح القرآن کے زمانے کی اردو ہے آپ طبعًا ایجاز و اختصار کو پسند فرماتے تھے اس لئے آپ کے خطوط بہت مختصر ہوتے تھے باوجود عدیم الفرصتی کے آپ خط و کتابت میں باقاعدگی و مستعدی سے کام لیتے تھے آپ کی ڈاک میں قسم قسم کے خطوط ہوتے تھے آپ ان خطوط کا جواب خود لکھتے، یا کبھی کبھی کسی سے لکھواتے تھے۔ آپ کا خطاب، مخاطب کے مرتبہ کے مطابق ہوتا تھا بعض خطوط معمولی نوعیّت کے ہیں جن میں آپ نے

کسی سے اس کی خیریت یا کوئی خبر دریافت فرمائی ہے یا کسی نے آپ کی خیریت طلبی میں خط لکھا ہے، تو اس کا جواب دیا ہے ایسے خطوط نہایت ہی مختصر ہیں، بعض خطوط تو ایک دو جملوں پر ہی ختم ہو جاتے ہیں، بعض خطوط ایسے ہیں جن میں آپ سے کسی عزیز یا عقیدت مند نے استدعائے دعا کی ہے ایسے خطوط کے جوابات بھی نہایت مختصر ہیں۔

آپ کے کچھ خطوط افتاء سے تعلق رکھتے ہیں آپ چونکہ علومِ ظاہری کے مستند و مسلّم عالم تھے۔ اس لئے فقہی مسائل یا علومِ باطنی کے مسائل کے مستفتیوں کے جواب میں آپ کو خط لکھنے پڑتے تھے، یہ خط بھی مکمل ہونے کے باوجود مجمل ہوتے تھے۔

کچھ خطوط ان ارادت مندوں کے جواب میں ہیں۔ جنہوں نے پڑھنے کے لئے کوئی درود یا وظیفہ طلب کیا، اور خط کے ذریعے اُسے جواب ارشاد فرمایا گیا۔

ایسے خطوط بھی ہیں جن میں آپ نے ارادت مندوں یا متعلقین کو ہدایات و نصائح ارشاد فرمائی ہیں۔ کسی کی مستعدی پر اس کو شاباش دی ہے اور غفلت پر تنبیہ فرمائی ہے۔

جو خطوط مستطیع حضرات یا اہلِ حکومت کے نام ہیں ان میں آپ نے انہیں احکامِ خداوندی اور فرائضِ منصبی

کی بجا آوری کی طرف توجہ مبذول کرنے کا حکم دیا ہے۔

بعض خطوط سفارشی بھی ہیں جن میں آپ نے کسی مستحق یا کسی مجبور کی خیر خواہی فرماتے ہوئے حکامِ بالا یا کسی شخص متعلقہ کی توجہ کو سائل کے حال کی طرف منعطف کیا ہے۔

آپ کے مکتوب الیہم میں بعض اہلِ ذوق غیر مسلم بھی ہیں۔ جنہوں نے اپنے خطوط میں آپ سے کچھ استفسار یا کوئی استدعا کی ہے۔

آپ کا ایک خط مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آنجہانی کے اس خط کے جواب میں ہے جس میں مرزا صاحب نے آپ سے کچھ استفسار کیا ہے۔

مرزا صاحب موصوف کے فرزند مہین مرزا سلطان احمد صاحب کی آمد و رفت آپ کی خدمت میں رہی ہے۔ اور باہمی خط و کتابت بھی رہی ہے کچھ ان کے نام کے بھی خط ملے ہیں۔

ہر خط کے اختتام پر بالالتزام آپ اپنے دستخط ثبت فرما کر تاریخ کا اندراج فرماتے تھے یہ لزوم نہ تھا کہ شہور و سنین ہجری ہی استعمال کریں چنانچہ کہیں ہجری ماہ و سن، کہیں عیسوی مہینے کی تاریخ اور سن استعمال ہوا ہے اور بعض خطوط ایسے بھی ہیں جن پر بکرمی مہینے اور سن درج ہیں۔

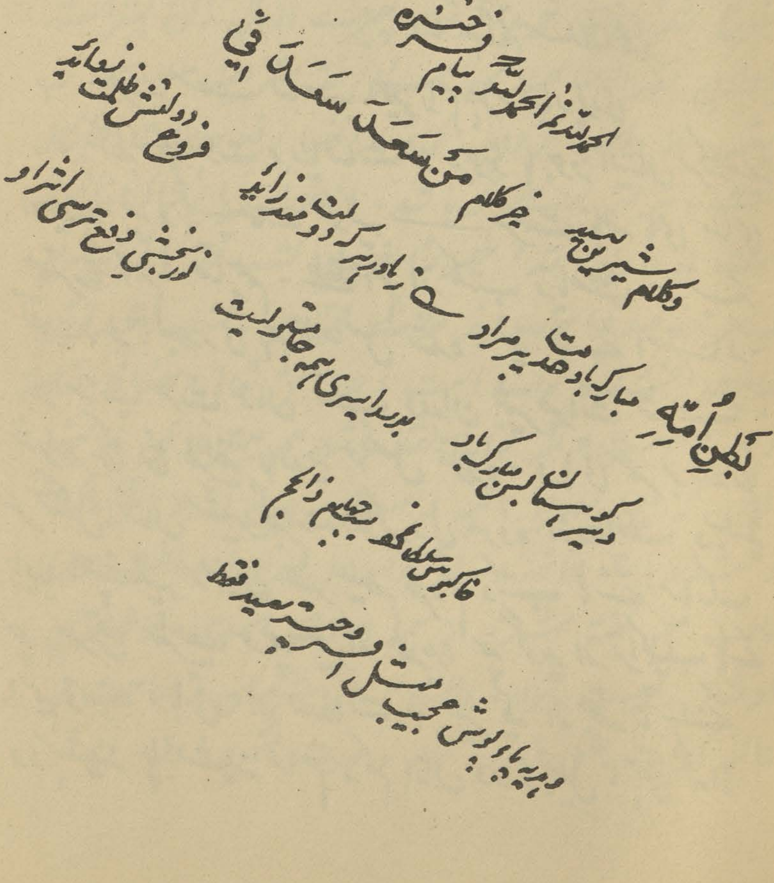
بعض فقرات ادبی نقطۂ نظر سے خیر الکلام ما قلّ ودلّ کے مصداق ہیں۔ اندازِ بیان الفاظ و معانی کی ہم آہنگی کا بہترین نمونہ ہے زبان میں فارسیت غالب ہے اردو میں خط لکھتے لکھتے کہیں بے تکلف فارسی کے جملے لکھ جاتے ہیں اور فارسی میں بعض اردو یا پنجابی کے لفظ بے تامل استعمال کر جاتے ہیں یہ ان درسگاہوں کے ماحول کا اثر معلوم ہوتا ہے جہاں جہاں آپ نے تعلیم حاصل کی۔ کیونکہ ان درسگاہوں میں مختلف علاقوں کے مختلف زبانیں استعمال کرنے والے طالب علم جمع ہوتے تھے اور ایک زبان میں بات چیت کرتے ہوئے دوسری زبان کے الفاظ بے تکلف بول جاتے تھے۔ مغلیہ عہد کی فارسی کتب میں بھی ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں۔

مقام افسوس ہے کہ آپ کے بہت سے مکتوبات دستیاب نہیں ہو سکے۔ بالخصوص آپ نے اپنے خلفاء کے نام جو خط لکھے وہ ضرور دیکھنے کے قابل ہوں گے جن جن حضرات کے متعلق گمان تھا کہ ان کے پاس یہ خط موجود ہوں گے ان سے خط و کتابت کی گئی لیکن انہوں نے اصل خط یا ان کی نقول بھیجنے میں بہت ہی زیادہ بیگانگی سے کام لیا یا پھر ان مکتوبات کے مکتوب الیہم کی وفات کے بعد ان کے وارثین نے خطوط کو بالکل معمولی چیز سمجھ کر ضائع کر دیا یا وہ ان کی اشاعت اور افادی قدروں کا

انداز نہیں کر سکے۔ بہر حال جو صورت بھی ہو ہمیں خطوط جمع کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی جو خطوط دستیاب ہو سکے ہیں تبرکاً درج ذیل ہیں:۔

خطوطِ فارسی

کرامت نامہ بہ طرف حضرت میاں محمد بخشؒ مصنف "سیف الملوک" عاکف درگاہ حضرت اسد العساکر پیر عبد اللہ شاہؒ غازی کھڑی شریف



بطرف صاحبزادہ محبوب عالم مدظلہ‘

عزیز از جان بچہ محبوب عالم ۔ تسلیم و دعا۔ عزیزا امروز یعنی ۱۴؍ نومبر بوقت پیشین بگجرات رسیدہ و عزیز محمد مسعود نیز ملاقی شد۔ فردا انشاء اللہ روانہ طرفِ شما بر ستہ ٹھٹہ ارادہ ما راست است واللہ اعلم ۔ عزیز مولوی احمددین را تسلیم و تسلی دارند۔ حافظ نور احمد را سلام معہ جملہ ہمراہیاں ۔

راقم آثم سلطان محمود

۲- بطرف منصف صاحب اچھو رام ہوشیار پوری

نقطۂ مجاہدات و ریاضات از وجود باجود ایشاں مرکز پذیر باد ادعیہ وافیہ و تسلیمات شوقیہ ——— مرحمت نامہ نامی سامی مفرح آمد۔ صاحبم ۔ طفلے ام از مکتب ریاضت مرتبۂ تقلید و تابعداری ہم ناحاصل شدہ ۔ چہ جائے اجتہاد۔ واز جناب عزتِ زماں قطب دوران شیر صوات شریف شیوہ کج مج طریقہ قادریہ حاصل نمودہ۔ و باقی عمر بر دروازۂ عرش نشاں شیر گجرات خاکہ روبی نمودہ از وظائف وسلسلۂ طیبہ چشتیہ رضوان اللہ علیہم محروم وکتب ہائے مبارک چہ مرقع شریف وچہ غیراو ندیدہ چہ گوید از تراکیب ہائے اسم ذات و باقی اسم صفات ۔ چیزیکہ از لقمہ ہائے دوشینہ پاشینہ خام وکم ازاں در زنبیلِ نافہمی کہ از

وریود ہائے ایں مسکین ہستند۔ حاضر نموده آید۔ خذ ما صفا و دع ما کدر۔ مگر یک دو سخناں بزبان حضرت مولوی جیو سپرد شده اند۔ که خواہند فرمود۔ جزاکم اللہ و برائے مسکیناں ہم دعا۔ والسلام الاکرام

راقم آثم سلطان محمود ۱۱ر شعبان المعظم ۱۳۱۵ھ

۳- بطرف منشی صاحب کلانوری

جناب مکرم و معظم منشی صاحب کلانوری رحمہم اللہ۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ پیامِ زبانی جناب مولوی صاحب ٹبالوی مفرح شد بابت خرید نمودن چیزے از مالِ زکوۃ بہتر است یا دادنِ نقد۔ صاحب من مسئلۂ فقہ شریف است. که مقصود از واجب کردنِ زکوٰۃ براغنیا رفعِ حاجات مسکیناں است۔ ہر قسم حاجتے که باشد۔ از خوراک یا پوشاک نافع تر است از دادنِ نقد، خصوصًا خریدنِ کتب فقہ یا قرآن شریف که ہر دو صدقۂ جاریہ اند برائے محتاجاں۔ کتب فقہ و قرآن نہایت بخشندۂ ثواب است، و او را حق تعالیٰ اضعافًا مضاعفۃ فرموده است۔ اگر محتاج نقد باشد ہم بہتر لاکن از ینہا کمتر۔ که ایں صدقۂ باقیہ دستون دین اند و باقی ماکولات و مشروبات فانیہ و بے باقیہ و اوراد بوساطت مولوی صاحب جیو گفته شد۔ از ہمہ اجازت است۔ و خواندنِ اوشاں نصیب شواد۔ والسلام ۱۱ر شعبان و صاحب من عالمِ کثرت مثل فروع عالم وحدت شمرده اند۔ از ہر

کارے رُو بہ دلدارے باید برُد - و ہر ذرہ روزن آں رُو باید شمرد، بہ خبر داریٔ سبق وحدت در کثرت و اشتغالِ او ضبط باید بود

راقم آثم سلطان محمود ۳ر جنوری سنہ ۱۸۹۸

۵- بطرف حکیم فیروز دین صاحب

مشفق اشفق حکیم صاحب فیروز دین دادہ (؟) شہر جموں سلمہم اللہ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ مرحمت نامۂ نامی سامی مفرح و منشرح - جزاکم اللہ - صاحبم راہِ طریقت راہے است - کہ شہسوارانِ جانباز و سرافرازان سر دہندہ ازیں راہ الاماں الاماں خواندہ در کوئے حرماں ماندہ - ماچنیں کسان نامرد و ناہمت چہ زبانِ آں داریم - کہ نقطے ازیں کتاب للحل و قدمی ازیں مرحلۂ مشکل بسپاریم - شب و روز سر و چشم درکارِ دنیا محض بزبان مدعی ایں تمنا - من مسکینے باوجود گم کردنِ عمر ناقص خود ازیں نصیب بے بہرہ، شما صاحبان نصیب بلفظ زبان امیدوار بہرہ اے

فرس گشتہ از بس کہ شب راندہ اند

سحرگہ خروشاں کہ وا ماندہ اند

خانہ نشین را علاج سیر بیاباں گفتہ آید - و خشکی بیں راچہ دواءِ منازلِ آبی نمودہ آید -

راقم آثم سلطان محمود

۱۲ر شعبان

(۶) بطرف قاضی صاحب صوبیدار

مشفق اشفق قاضی صاحب صوبیدار رحمہم اللہ۔

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ خطِ فرحت نمط مفرح شد از مضمون مشحون مطلع، صاحبا! تکرارِ نکاح از سننِ خاصہ حضرت مبارک نبویست علیہم الصلوٰۃ والتحیات اکملہا۔ امّا گزارۂ ظاہری را نظر و نیک بینی، و صبر و شکر منکوحہ نیز ضروریست۔ اگر در خیالِ مبارک ایشاں ہر دو کار یقینی اند مبارک است۔ صد مبارک والسلام الاکرام ؎

کہ بہ چشمان دل مبین جز دوست

ہر چہ بینی بداں کہ مظہرِ اوست

مشق عمدہ کمال پختہ کردنی است۔

راقم سلطان محمود ۱۷ر شعبان

(۷) بطرف مہاراج صاحب

الاہا! پروردگارا!! سرسبزیٔ جموں وکشمیر زیرِ قدمینِ مبارک مہاراج صاحب صاحبِ تخت و تاج مالکِ عزت و راج دائم و ہموارہ باد۔ دعواتِ ترقیٔ دولت و حشمت۔ سائلے مظلومِ نہایت ظلم باوجود نہایت قابلیت و استعداد از ظالماں عاجز آمدہ امیدوار کمتر توجہ آں عالی قدر است اگر اندکے جائے و کمترین پناہے بخشیدہ آید۔ پاک پروردگار پناہِ عالیت باد۔ و مرتبۂ عظمیٰ کرامت کناد و تحریرِ عرضی سفارش از من چنیں کسے ناچیزے پیش

آں بلند مکان و عزیزے اگرچہ کارِ نالائق و نامناسب بود۔ مگر معذوری نہایت سائل معذور ساختہ دلیر گردانید خواستگارِ قبولیت و معافی، ورجہ ات؟ عالیہ باد۔ و گلستانِ عشرت و شادمانی خنداں۔ سلطان محمود

۸۔ بجانب پیرزادہ قمرالدین صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر

الٰہی آفتابِ اقبال و ماہتابِ اجلال آں سرگروہ بخت بلنداں و شہسوارِ میدان ارجمنداں تا یوم قیامت تاباں باد۔ تسلیم تعظیم گرامی نامہ رسیدہ مسرور ساخت جزاکم اللہ۔ از سر انجامیٔ عہدۂ ملازمت بخیریت و عزت ہزار شکر و حمد فضلِ الٰہی تا بندہ ہم یاور باد و ناصر۔ آنچہ بابت تشریف آوری بغریب خانہ فرمودہ اند۔ بسم اللہ و مرحبا۔ اما بندہ از سلسلۂ بعیت کردن و از سبق ارشاد آموختن معذور۔ اولاً بباعثِ بیماری از گردش بہ درہائے مقبولاں کہ موجب گزارۂ خود و ہمراہیاں بود۔ عاجز آمدہ یک جا نشستہ می ماند۔ و ثانیاً صاحبے چوں تو صاحبِ شان و عالی درجہ را پیر معلم ہم صاحبِ شان و عالی مرتبت می باید۔ ع

کہ شاہے را بود شاہی سزاوار

بندہ نادان و ناتواں اگر لیاقتِ ایں کار داشتے۔ صد بار بسم اللہ کردہ حاضر آمدے مگر معذوریٔ سخت و بے فہمیٔ آں طریقہ ازاں سعادت محروم می دارد۔ فضلِ الٰہی

در ہر کار و معاملہ معاون و ناصر باد - آفتاب بخت تاباں و گلشنِ اقبال خنداں -

راقم سلطان محمود ۷ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

(۹) بطرف گورنر صاحب بہادر

شیر جوان طالع و بخت یار گورنر صاحب بہادر دام اقبالہٗ بعد دعوات - از استماعِ حالاتِ جور زمانہ و از خبر گیریِ خلق اللہ و حمایت و لعیت اللہ آں جوانمرد آفرین خواندن مناسب دید - الحمد للہ - کہ خوشخرام جولان سعادت بر منصبِ خود سر گرم و مستعد است - توفیق زیادتی نصیب باد - و پیام راہ خدا ! عزیزا حال آں از نادان چہ گفتہ آید - عمر در عنا و بلا گزشت - و حرفے ازاں کتاب مجید ندید - از واقفان باید پرسید - تو کہ بظاہر صاحبِ نصیب ہستی - بباطن ہمچنیں شاید شوی والسلام - گلبن اقبال خنداں - ع

جہاں آفریں بر تو رحمت کناد

سلطان محمود

(۱۰) بطرف حکیم حاذق الملک محمدؐ اجمل دہلوی

بحر مواج فیوض گلزار ساز دہلی دام ظلہم الظلیل تسلیم بہ تعظیم اگر چہ ذات معدنِ برکات فی ذاتہٖ لیس کمثلہٖ فی الیسال فوائد - مگر سائل مطلب خود مولوی حافظ سید عبد اللہ شاہ جیو بابت فرزند دلبند خود شاہ ولایت باعث بر تحریر عرضی اینجانب آمد - گستاخی معاف و بر حالِ زار

او نظرِ مرحمت - گلستانِ اقبال خنداں۔

سلطان محمود از سیالکوٹ ۱۵ ربیع الثانی

خطوطِ اردو

(۱) بطرف اللہ داد

عزیز پُر تمیز الہ داد رحمہم اللہ ـــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

خط آپ کا مفرح ہُوا - عزیزا! علم تو بے شک بڑی افضل نعمت ہے ۔ مگر والدین کا حق اگرچہ کیسے ہوں ذمہ میں ہے - خلاص نہیں ہو سکتا۔ تم اپنے کام اور دین میں محکم رہو - اُن کو اپنے کام میں چھوڑ دو اور زمین جو سبب ظاہری معاش کا اس زمانہ میں ہے - اس کا ہاتھ سے چھوڑنا اچھا نہیں - کسی کو مختار کر کے اور سند مختاری کی دے کر بے شک علم پڑھو اور نکاح جو اک امرِ مسنون بلکہ واجب شرع پاک میں ہے اس کی بابت بھی بند وبست مناسب ہے -

راقم سلطان محمود ۱۷ رمضان المبارک

(۲) بطرف منشی نواب خاں

مشفقِ اشفق نواب خاں صاحب - رحمہم اللہ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مرحمت نامہ آپ کا مفرح ہُوا - جو کچھ آپ نے بابت وظیفہ کے لکھا ہے - صاحب میرے! وظیفہ پڑھنا ایسی چیز نہیں جو زبان کا کام ہے - اصل درویشی کام دل کا ہے - اور

اصل اس میں حاضر رہنا ہے۔ وہ نہ ہو سکے تو آمد و رفت ضرور ہو۔ سوائے اس کے (تو کام نہیں بنتا) کوئی والدہ اور مائی ایسی نہیں ہوتی۔ کہ لڑکا اس کا کابل یا پشاور میں ہو اور وہ لاہور یا کشمیر میں بیٹھ کر اس کی پرورش کرے۔ میں نے آپ کو اوّل (ہی) کہا تھا۔ کہ کار جو میں کرتا ہوں۔ سر دینے کا ہے مال اور دین دینے کا نہیں۔ ایسا وظیفہ (کوئی) اور صاحب تبلاتے ہیں میں نے خود عمر گردش اور سفر میں گزاری۔ پھر تا حال ناقص حال اور نادان عمر ہوں۔ تو باوجود عدم حاضری اور عدم ملاقات کے کس طرح کام کیا جاوے میں تو معذور ہوں۔ اور شاہ صاحب جیو رحمہم اللہ سردار علی شاہ آئے تھے۔ مگر خیال نوکری اور سادات نوکری کے نشہ میں سر مست آئے سے

پئے چوں خودی خود پرستاں روند
بکوئے خطرناک مستاں روند

صاحبا! یہ کار آشنائی و دوستی خطوط نویسی کا نہیں مشکل کار اور دشوار منزل ہے فقط والسلام۔ سلطان محمود ۱۱ شوال

۴۔ بطرف لالہ سری چند واصلباتی نویس

مشفق از جان مخلص از دل لالہ صاحب بہ نجابت و شرافت پُر مغز پُر اخلاص۔ دائما از ترددات ناپایدار بہ حفاظت حافظ حقیقی باد۔ دعوات کثیر۔ مرحمت نامہ نامی مشفق سامی کا عین انتظار میں سرمۂ چشم ہوا۔ جزاکم اللہ۔ مشفقا تمہارا

آگے ہی دل میں خیال محکم ہے۔ بلکہ یہ بھی ارادہ ہے
جو اللہ فضل کرے۔ تو ظاہر بھی کچھ حیلہ کیا جاوے۔ کسی
اور کو خبر نہ ہو۔ مگر نہایت ضرورت ہو تو یہ بات کی جاوے
اور دل کا خیال تو ضرور ہے والسلام۔
بقلم سلطان محمود ۷ر جون ۱۹۰۷ء

۴۔ بطرف عبدالجبار
مشفق عزیز از جان و دل عبدالجبار سلمہ، تسلیم۔ عزیزا
پر تمیزا بندگان خدا جو خالص عشاقوں سے ہوئے ہیں۔
(انہوں نے) رزق کسب حلال سے پیدا کر کے جان اور
جسمی ریاضتوں میں خرچ کئے اور تم مخلص خالص اگر ہونا
چاہتے ہو تو کچھ وقت جسمانی غذا اور کچھ روحانی غذا
کے لئے رکھو اور خدمت والدہ شریفہ اور منکوحہ عزیزہ
واجبات سے ہے اور نہایت مفید رستہ خدا میں ہے۔
توفیق صراطِ مستقیم پر چلنے کی نصیب۔
سلطان محمود ۱۷ر جولائی ۱۹۰۷ء

۵۔ بطرف مولوی محمد امیر لاہوری
مشفق اشفق مرفق ارفق میاں محمد امیر سلمہ اللہ تعالےٰ
تسلیم شوقیہ کے بعد مدت مدید سے مرحمت نامہ اس
مشفق اشفق کا مفرح ہوا بہت خوشی حاصل ہوئی۔ اور
قدیمی الفت ان کی یاد آئی۔ جزاکم اللہ۔ مشفقا عدم حاضری
میں اظہار افسوس اور خیر خواہی کا ہے تو یہ خط میں موجود

ہے ۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء والسلام

سلطان محمود ۳۰ جولائی ۱۹۷۰ء

تیرہواں باب

فارانِ صوات و طورِ گجرات

حسنِ خود از روئے خوبان آشکارا کردہ
پس بہ چشم عاشقاں خود را تماشا کردہ

• جو مفہوم دل میں ہے کہ، اس باب کا عنوان باندھا ہے۔ زبان اس کی ادائیگی سے قاصر ہے اور دماغ اس کو اپنا محکمہ ہی نہیں سمجھتا۔ اتنا تو ظاہر ہے کہ صوات شریف کو، حضرت اخوند صاحب رح کے ہاں، شریعت کی فرمانروائی کی وجہ سے، "فاران" اور گجرات شریف کو حضرت شاہدولہؒ کی تجلیات ذاتی کا مرکز جانکر "طور" کہا گیا ہے ابتدائی طور پر یہ معاملہ عشق اور شرع کے تقابل کے طور پر بیان کیا جاتا ہے ؎

در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق
کار ہر کس نیست باہم جام و سندان باختن (سعدی)

مگر ہمارے مفہوم پر یہ خیال صادق نہیں آتا۔ کیونکہ یہاں تو دونو مرکز اپنے اپنے عشق کے رنگ میں مکمل ہیں" اپنا اپنا" رنگ اس لئے کہا کہ عشق کا کوئی مقررہ نصاب نہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کو قرآن شریف میں کُلَّ یَوْمٍ ھو فی شأن لکھا ہے۔ اللہ کے عشاق بھی اپنی اپنی سرشت

کے مطابق عشق میں مختلف قال حال و مقام رکھتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ بنی اسرائیل ۸۴

• کسی کا عشق قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کہتا ہے۔ کسی کا عشق اقم الصلوٰۃ لذکری پکارتا ہے ؎

تیری دید میری ہے زندگی
تیری یاد میری نماز ہے

اور کوئی استغراق فی اللہ میں کھو جاتا ہے خواجہ غلام فرید چاچڑانی فرماتے ہیں ؎

اہن قلندر روز و شب اپنی خودی میں خود غرق

کہیں حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ جیسے بزرگ جن کو حدیث احسان ہر وقت مدنظر رہتی ہے فرما جاتے ہیں ؎

ہر کس کہ در سجود نہ بیند جمالِ دوست
فتویٰ ہمیں وہم کہ نمازش قضا کند

• غریب نوازؒ نے عشق دونو جگہ سے پایا مثلاً جب سیدو شریف کی کسی حاضری سے واپس آئے راستے میں تیز بخار چڑھ گیا راولپنڈی میں ایک مجذوب ان کے پاس آئے اور کھڑے ہو کر کہا یہ تپ بیماری کا نہیں بلکہ افغان پہلوان نے تیرے دل کے چراغ کی بتی کو اپنی دلاوری میں آ کر اندازہ سے زیادہ سلگا دیا ہے۔ مرید ہونے کے بعد

غریب رحؒ نواز خود بھی گنگنایا کرتے تھے ؎

جیم جگ جہان آباد وَسّے جیہنوں لگنی سی اوہنوں لگ گئی

• طور کی تجلّیات بڑھنے لگیں تو کپڑے پھاڑ ڈالنے اور اُوار پھینکنے کے لئے تیار ہُوا کرے، چلتے چلتے یہ فیصلہ کرتے کہ اگلی جھاڑی پر پھینکوں گا وہاں پہنچے تو اس سے آگے کی جھاڑی مقرر کرتے کرتے چلے جاتے گویا ارادہ کی تکمیل نہ ہونے پاتی۔ مگر یہ کیا کیفیت ہو گی کہ دل اتنا محو خیال ہے کہ ستر پوشی بھی تکلف یا ماسوا معلوم ہونے لگی۔ خواجہ غلام فرید صاحبؒ فرماتے ہیں ؎

حسن رانجھن دیاں دُھمّاں پیّاں ۔۔۔ ویکھن آئیاں سینگیاں سیّاں
ہیر دا بوچھن دھپیاں دھپیاں ۔۔۔ دیکھو کیا رنگ لایا ہے
رانجھن انگ لگایا ہے

حضرت قاضی صاحب غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے حالات سے ظاہر ہے (ا) صاحبِ صوات رضؓ کے حضور پہنچنے سے پہلے ہی آپ "جوان صالح" تھے۔ گویا جن سات شخصیتوں کے متعلق حدیث شریف میں بشارت ہے کہ روز قیامت وہ عرش کے سایہ تلے ہوں گے، ان میں غریب رحؒ نواز بھی شامل ہیں۔ (ب) بیعت کے بعد مہاجر الی اللہ اور مہاجر فی سبیل اللہ بن گئے۔

لے خواجہ حسنؒ بھی اسی کیفیت میں کہتے ہیں۔ ؎

اے تو بہ حسن پادشاہ بندہ نواز کیستی؟ ۔۔۔ پردہ ماہی دری عمر دراز کیستی

جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سراہا ہے (ج)
اخلاق نبیؐ سے مزین ہونے کے تمام لوگ گواہ ہیں ؎

شرحِ اخلاقِ نبی ہر حرفِ او
قلزمِ معنی نگاہِ ژرفِ اوٗ (مثنوی صافی)

(د) حضرت اخوند علیہ الرحمت جیسے جلال و جمالِ رسالت کے پرتوِ کامل کی تلقین میں قادری سلسلہ کے سارے سبق پورے کئے (ہ) آخر علمِ خلافت بھی کیسے دلآویز الفاظ میں ملا۔ "مولوی! راہِ حق بگو" قرآن و حدیث کی رُو سے اگرچہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیعت سے پہلے ہی جنت الفردوس کے مستحق تھے۔ مگر قدرت نے ان کو وہ دل دیکر دنیا میں بھیجا تھا جس کی پکار ہوتی ہے ؎

فکرِ بہشت و دوزخ بر عاشقاں حرام است
ہر دم رضائے جاناں رضوان شد است مارا

کسی کو نہیں معلوم کہ رضاءِ الٰہی حاصل کرنے کے لئے کتنے مصائب برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ یہ صرف عشق ہی ہے جو اس منزل کے ہر خار کو پھول بنا دیتا ہے۔ کیونکہ ہر مشکل کو اس کی ادا سمجھتا ہے اور کہتا ہے ؎

مدامم مست می دارد نسیم جعد گیسویت
خرابم می کند ہر دم فریبِ چشمِ جادوات (حافظ)

• یہ باتیں تو قدسی نفس لوگوں کی ہیں۔ عام آدمی کی روزانہ زندگی بھی درد بھری ہونے سے تب ہی بچ سکتی ہے۔

کہ اللہ تعالیٰ کے قادر وکریم ہونے پر حق الیقین کر لیں اور اپنے معاملات اسی کارساز کے سپرد کر دیں

السعی منی والاِ تمام من اللّٰہ

کے تحت کام کرتے چلے جائیں۔ خلافت ملنے پر مرید عموماً خود پیر بن چکتا ہے مگر حضرت اخوند صاحبؒ صوات نے عزیب نوازؒ کا ظرف بہت ہی وسیع پایا ہوگا کہ اپنے بعد حضرت شاہدولہ علیہ الرحمتہ کے سپرد فرما گئے جیسے جسم کے مضبوط تھے جیسے حلم کے سمندر تھے جیسے وہ زہرہ گداز مجاہدوں میں لاثانی تھے ویسا ہی ان کا جذبہ عشق بھی اپنی تیزی اور بلندی سے، یزدان بہ کمند آور کا ولولہ رکھتا ہوگا۔ حضرت اخوند صاحبؒ جانتے تھے کہ حضرت بابا شاہدولہؒ ان مردانِ خدا میں سے ہیں جن کے متعلق دیوان شمس تبریزی میں لکھا ہے ؎

بہ زیرِ کنگرۂ کبریاش مردانند
فرشتہ صید پیمبر شکار یزداں گیر

اس لئے عزیب نواز رضی اللہ کو تلقین فرمائی ہو گی ؎

تسبیح و خرقہ لذتِ مستی نہ بخشدت
ہمت دریں عمل، طلب از مے فروش کن (حافظ)

• عشق اگرچہ مقصود عین نہیں۔ صرف مقصود حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے بلکہ ایک وقت آتا ہے کہ عشق بھی شرک بن جاتا ہے۔ خواجہ حافظ کا قول ہے ؎

• ز عشق ناتمام ما جمالِ یار مستغنی ست

مگر مقصود حاصل کرنے کے لئے عشق کو کمال تک پہنچانا لازمی ہے کیونکہ اسی کچکول میں وہ گوہر مقصود آن پڑتا ہے۔ عشق کیفیت کا نام ہے اس لئے قلم اور زبان کے ضبط میں نہیں آسکتا ہے

میتر مِیااَوَّ حی نہ گنجد در خمیرِ جبرئیل

کشفِ اسرار لَدُنی کَی کند ام الکتاب (خواجۂ اجمیری)

• جب یہ حال ہے تو ظاہر ہے کہ یہ مضمون سوائے عاشق کے کوئی نہیں سکھا سکتا۔

عشق را خواہی اگر شرح و بیان　　تو بہ چشمِ عاشقان قرآن بخوان
عشق را بے عشق فہمیدن محال　　ہر مؤذن نیست ہمراز بلال رضؔ

• سنا ہے کہ شریعت ترقی کرتی کرتی حقیقت بن جاتی ہے اور حقیقت ترقی کرے تو آخر شریعت ہی کی شکل میں ظہور ہوتا ہے۔ عبدیّت کے معراج کے دوران، شریعت کا کوتوال ہمراہ نہ رہے تو منصور کی طرح ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جانے کا خطرہ ہے۔ حضرت قاضی صاحب غریب نواز طورِ گجرات کی سیر سے پہلے ہی اس حال میں پختہ معلوم ہوتے ہیں۔ لہذا طور کی تجلیات سے بھی خرمگہ اور صَعِقا کی نوبت نہیں آتی۔ شاید جب دیکھا ہوگا۔ کہ "یار آمد بہ سامانِ دگر" تو "فرصت اے تقویٰ" کہے بغیر تحت الشعور نعرہ لگایا ہوگا ہے

بر قعہ ز رویت بر فگن یک جلوہ کن بُرِ بُو علیؒ ؎ تا در جہان باز افگند او عشق غوغائی دگر

• جب شریعت کی طرح عشق کے بھی تمام مرحلے طے ہو چکے ہوں گے۔ تو اب ان کو کون پہچانے ؟ وہ کیا بن گئے ہیں۔ یا بن کر رہ گئے ہیں۔ اس راستے پر چلنے والوں میں سے بعض کچھ بولے بھی ہیں مثلاً حضرت بُلّھے شاہ صاحب قادری بولے ؎

اسیں بن گئے ہور تے ہور ہُن سانوں کون پچھانے ؟

رومی رح بولے ؎

نُور و نُورم، نُور و نُورم، نُور و نُور
من چراغ و پنبہ و روغن نیم

• مگر یہاں تو بولنا قسم تھا۔ معراج والی عبدیت ہمیشہ پرتو فگن رہی۔ نجانے عبدہٗ عبدہٗ کہتے کہتے کہاں تک ہو آئے۔ آنکھوں کی مستی تو کن نیکوں سے پہلے کے اسرار کی غمازی کر رہی ہے۔ ہمارے قلم اور زبان کا سارا سرمایہ بے مایہ ہے مگر جو آپ کو جان سکتے ہیں وہ بھی مَنْ سَکَتَ سَلِمَ کی چپ سادھے بیٹھے ہیں اور کوئی تقاضوں کی گستاخی کرے تو ان کی خاموشی زبانِ حال سے ایسا کرتی ہے ؎

آں راز کہ در سینہ نہان است نہ وعظ است
بردار توان گفت و بہ منبر نتوان گفت

تاہم جس نے جیسا پایا ویسا بتا دیا۔ مثلاً جس نے صرف ان کی عام دینی شان دیکھی وہ کہنے لگا ؎

• تاجِ او تاجِ اخوند عبدالغفور   دامنم کوتاه و گنجش در دفور
با ہمہ، از ہر یکے ہم بی نیاز   بی ہمہ ہم ہر کسے را کارساز
یافت از وی شرحِ نو مضمونِ عشق   ہم امامِ شرع ہم قانونِ عشق
مصحفِ رخسار و ابرو خنجرے   آتشے در سینہ، بر لب کوثرے

دردمند و دردمندان را علاج
بندہ و گیرندہ از شاہان خراج   (مثنوی صمدی)

کسی نے ان کو اس رنگ میں دیکھا:-

منم محوِ جمالِ او نمی دانم کجا رفتم!
شدم غرقِ وصالِ او نمی دانم کجا رفتم!

کسی کو یوں نظر آئے!

کلاہِ قلندری پر دستارِ فضیلت مضبوط باندھے، بیگانگی کی خندق کھودے، کونے کونے پر العشق نار بھڑکائے، الفقر فخری کا جھنڈا گاڑے۔ زبان بے صدا سے اَللّٰہُ اَحَد کی جوت جگائے ع

در گلیمے زیب بخشِ کائنات

بنے بیٹھے ہیں۔ ان کی حقیقت یا وہ خود جانیں یا کیفیتیں بخشنے والا جانے۔

حضرت غوث زمان، قطب دوران شیخ عبد الغفور صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت اخوند صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام مبارک عبد الغفور تھا۔ "اخوند صاحب" کے لقب سے مشہور تھے۔ حضرت قاضی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو "صاحب سوات علیہ الرحمت" اور کبھی اختصار کے طور پر "صاحب علیہ الرحمت" کہا کرتے تھے۔ اخوند صاحبؒ اپنے زمانہ میں قادری طریقے کے پیشوا و مقتدیٰ تھے۔ آپ ریاست سوات کے حقیقی بانیوں میں سے تھے اور سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی حیثیت سے آپ ہی وہاں کے سردار تھے۔ آپ ۱۷۹۴ء میں بنیرہ کے ایک گاؤں جاچری میں پیدا ہوئے۔ اور صفی محمدؐ قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ جب بڑے ہوئے تو ایک گاؤں الموسوم "برنگوی" میں تشریف لے گئے۔ اور ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی اعلیٰ تعلیم مردان، پشاور، خٹک علاقوں میں حاصل کی۔ کچھ دنوں کاکا صاحب علیہ الرحمت کی درگاہ میں بھی رہے۔ وہاں سے ٹوڑ ڈیر شریف جاکر شیخ محمدؐ شعیبؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جو شیخ زمانہ تسلیم کئے جاتے تھے۔ آپ نے ٹوڑ ڈیر شریف سے چار میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں بیکی میں رہ کر بارہ برس چلہ کشی کی۔ حتیٰ کہ آپ کے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کا شہرہ تمام علاقوں میں ہوا اور مریدوں کا حلقہ وسیع ہوا۔ کہتے ہیں کہ سرحد کے قصبہ ہنڈ خاری

خاں کا خان بھی آپ کا مرید ہوا - یہ وہ زمانہ تھا۔ جب پنجاب اور سرحد پر سکھوں کی حکومت تھی اور مسلمان اپنے مذہبی فرائض بھی آزادی سے ادا نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ اسی زمانہ میں حضرت سید احمدؒ بریلوی نے پشاور پہنچ کر کفار سے جہاد کیا۔ اور حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمت بھی اپنے مریدوں سمیت اس جہاد میں شریک ہوئے۔ یہ لڑائی پنجبڑہ کے مقام پر ہوئی۔ جہاں سکھوں کی بہت بڑی فوج کو شکست ہوئی اور وہ دریائے سندھ کو عبور کر کے بھاگ گئے۔ اس جنگ کے بعد حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمت یوسف زئی علاقہ میں چلے گئے اور نمل (ایک گاؤں کا نام ہے) میں اقامت فرمائی۔ اور پھر مجاہدے اور چلے شروع کئے اور تربیت و تعلیم سلسلہ کے ساتھ ساتھ درس و تعلیم علوم متداولہ دینی بھی جاری رکھی۔ ۱۸۳۵ء میں جب امیر دوست محمد خاں نے سکھوں کے خلاف اعلانِ جہاد کیا۔ تو آپ بھی اپنے مریدوں کو لے کر اس جہاد میں شریک ہوئے۔ اور پشاور سے نو میل کے فاصلے پر میر آفو خاں میں لڑائی ہوئی۔ جس میں سکھوں کو سخت شکست ہوئی۔ اور ان کے بکثرت آدمی مارے گئے۔ اس جنگ کے بعد آپ سیدو تشریف لے گئے اور ۱۸۴۹ء میں جب انگریز پشاور پر قبضہ کر کے صوات پر بڑھنا چاہتے تھے تو حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمت نے صوات وغیرہ باجوڑ

اور بنیر کے سرداروں کو ایک جگہ جمع کیا اور جہاد کیلئے آمادہ کیا۔ اور ستھان کے ایک سردار سید اکبر کو صوات کا حاکم بنا دیا اور شریعت کے مطابق حکومت قائم کی۔ آپ شیخ الاسلام مقرر ہوئے۔ پھر آپ نے صوات اور بنیر کے باشندوں میں اتحاد۔ ضبط و نظم، ایمان و اسلام اور وفاداری و یگانگت کی روح پھونکی۔ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو سید اکبر شاہ کا انتقال ہوا۔ اور ایک خانہ جنگی کے بعد ان کے بیٹے سید مبارک شاہ کو حکومت ملی۔ اس نے بھی انگریزوں کے خلاف اعلانِ جہاد کیا۔ اور یوسف زئی علاقہ کے ایک مقام ٹورنجی میں انگریزوں کا اور ان کا سامنا ہوا مقابلے میں انگریزوں کو شکست ہوئی اس کے علاوہ ان دونوں میں اور بھی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوئیں۔ جن میں فریقین کا بہت جانی نقصان ہوا۔ چنانچہ ۱۸۶۳ء میں حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمۃ نے دیر و صوات کے سرداروں کے مشورے سے انگریزوں سے عارضی صلح کرلی اور انگریز پشاور چلے گئے اور پھر اس طرف کا رخ نہیں کیا۔

آپ نے سیدو شریف میں ایک بہت بڑے مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور سینکڑوں طلبہ نے یہاں سے فیض حاصل کیا۔ آپ کے مریدوں کے حلقے میں روزانہ کم و بیش تین سو مرید حصولِ فیض کے لئے باریاب ہوتے تھے اور آج تک صوات اور اس کے قرب و جوار کے علاقوں میں آپ کی یاد

باقی ہے آپ کے کارناموں پر دنیائے اسلام فخر کرتی ہے ایک مورخ کا بیان ہے کہ آپ نے پشتو زبان میں مثنوی کی طرز پر ایک دعا نامہ (شاید مناجات مراد ہے) لکھا ہے جس کا اصل مسوّدہ لندن میوزیم میں موجود ہے۔

آپ نے ۱۲ مئی ۱۸۷۸ء (مطابق ۱۲۹۵ھ) کو ایک طویل عمر کے بعد سیدو شریف میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے آپ کے مزار مبارک پر یہ قطعۂ تاریخ وفات لکھا ہے

آں مرشدِ زماں کہ در آفاق مثلِ او
نے دیدہ بود دیدہ و نے گوشِ کس شنید
حامیِ شرع و ملت و داعیِ اہلِ حق
ماحیِ شرک و پردۂ ہر مبتدع درید
دادِ جہاد داد و جوانمردی بدہر
در معرفت ندید و ندیدش بدیدہ دید
در شرق و غرب مثل و عدیلش نہ بود ہاست
نامش چو نورِ مہر بہ ارض و سما رسید
چوں نفسِ مطمئنہ اش آوازِ ارجعی
بشنید و گوش کرد و بہ سمع رضا شنید
طوعاً ازیں سراچۂ غفلت بہ ہوش رفت
در روضۂ بہشت و بہ راحت بیارمید
افسوس کز خزاں چنیں نوبہارِ زہد

صد نوکِ خارِ غم بہ دلِ اہلِ دل خلید
زیں غم سحر درید گریبان واشک ریخت
نیلی لباس در بر و پشت فلک خمید
افسوس کز غروبِ چنیں آفتابِ علم
صد گونہ تیرگی بہ جہانِ صفا رسید
دردا و حسرتا و دریغا کہ بعد ازیں
در صد قرون و عصر نیاید چنیں پدید
چوں طائران قدس ازیں آشیانِ تنگ
زد بالہائے شوق باوج بقا رسید
عبد الغفور شیخِ زمانِ وحید عصر
در عہدِ خود مجددؒ و شبلیؒ و بایزیدؒ
تاریخ سال وصل غریب غریب یافت
باتاجِ ہوش رفت وبعشرت سرا چمید ۱۲۹۵ھ

اب صوات شریف میں آپ کی اولاد حکمران ہے آپ نے دو بیٹے عبد المنان میاں گل اور عبد الخالق خان گل چھوڑے۔ ۱۸۹۷ء میں جب انگریزوں نے چترال پر چڑھائی کی تھی تو ان دونوں صاحبزادوں نے انگریزوں کے خلاف اعلان جہاد کیا اور ملاکند میں ایک گھمسان کی لڑائی ہوئی میاں گل نے دو بیٹے چھوڑے جو ۱۹۰۴ء و ۱۹۰۷ء میں انتقال فرما گئے۔ صاحبزادہ خان گل نے بھی دو بیٹے چھوڑے ایک عبد الودود میاں گل اور دوسرے شیریں گل۔ صاحبزادہ

عبدالودود میاں گل ۱۹۱۷ء میں حاکم سوات ہوئے ۱۹۱۸ء میں نواب دیر نے سوات پر حملہ کیا اور ایک لڑائی ہوئی۔ جس میں میاں شیریں گل کام آئے۔ مگر عبدالودود میاں گل آخر کار کامیاب ہوئے بلکہ ۱۹۲۳ء میں آپ نے بنیر اور چکیسر کے علاقے بھی سوات میں شامل کر لئے اور ۱۹۲۶ء میں انگریزی حکومتِ ہند نے بھی آخر کار آپ کو حاکم سوات تسلیم کر لیا۔ سیدو شریف ریاست سوات کا مستقر (حکومت) قرار پایا۔ مولف ہذا کو اسی زمانے میں یعنی ۱۱ مئی ۱۹۲۶ء یوم سہ شنبہ کو سیدو شریف جانے اور حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمت کے مزار مقدس کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا اس وقت یہ شہر ایک قصبہ کے برابر تھا۔ صاحبزادہ عبدالودود میاں گل کا زمانہ حکومت سیاست و انصاف کا زمانہ تھا۔ آپ نے پٹھانوں کی بربریت کی اصلاح کی۔ زنا، قتل و غارت اور سرقہ کا انسداد کیا اس کام میں آپ کو سختی اور کسی قدر جابرانہ قوت سے کام لینا پڑا۔ مگر حالات ہی ایسے تھے اور قوم بہت سرکش تھی ۱۹۴۹ء میں آپ حکومت سے دستبردار ہو گئے اور اپنے فرزند عبدالحق جہاں زیب خاں صاحب کو گدی نشین کر کے آپ علمی مشاغل اور عبادت الٰہی میں منہمک ہو گئے حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمتہ کے مزار کے پاس موجودہ حاکم سوات نے ایک خوبصورت دومنزلہ مسجد تعمیر کی ہے یہ پانچ برس میں مکمل ہوئی اور تقریباً پانچ لاکھ روپیہ اس پر صرف ہوا یہاں ایک کالج بھی تعمیر ہوا

ہے۔ جہاں انگریزی پڑھائی جاتی ہے اس کے علاوہ ایک دینی علوم کا مدرسہ بھی ہے جسے حقانیہ یونیورسٹی کہتے ہیں اب یہ علاقہ پاکستانی سرپرستی میں ہے دریائے صوات مستقر حکومت سیدو شریف کے پاس سے بہتا ہے اور مناظرِ قدرت بہت دل فریب ہیں۔ سنا ہے کہ انگریزی حکومتِ ہند کے زمانہ میں یہاں کے پٹھانوں نے اور والئِ ملک صاحب زادہ عبدالودود میاں گل کی ہمتوں نے کشمیر کو فتح کر لینا چاہا تھا۔ یہ ان کے لئے بہت آسان کام تھا مگر وہ انگریزوں سے چھیڑ پیدا کرنا نہیں چاہتے تھے اس لئے ارادہ ملتوی کر دیا اور اپنے ملک کی اندرونی ترقی اور داخلی امن و امان کی طرف زیادہ توجہ مبذول کی۔ اس لئے کشمیر رہ گیا۔ اس علاقہ میں چاول کی کاشت بہت ہوتی ہے اور یہاں کی صنعتیں مشہور ہیں اور تمام ملک یوسف زئی پٹھانوں سے آباد[۵۱] ہے۔

---

۵۱ مولف کتاب ہذا کی ننھیال یوسف زئی پٹھانوں میں سے ہیں (شہیلا)

مست صہبائے شہود حضرت سیّد کبیر الدین شاہ دولہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ہستی مبارک ایک عجیب پُر اسرار ہستی تھی۔ عالم اسرار کے آپ بادشاہ تھے اور اب تک اس میدان میں آپ کا قدم آگے ہی اٹھتا چلا جا رہا ہے آپ کے حالات پردۂ خفا میں ہیں۔ بعض لکھتے ہیں کہ آپ کا سنِ ولادت اکبری عہد میں ہوا اور جناب بڑے پیر صاحب میراں سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز سے اسی طرح ایک اویسی توسل تھا۔ جیسا کہ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تھا یعنی آپ کی تربیت بہ "طریقِ اویسی" ہوئی اور بارگاہ جناب غوث الثقلین سے فیض پہنچا آپ چونکہ بے حد خدا ترس، مظلوموں کے ہمدرو خاص کر مجبوروں اور اپاہجوں کے چارہ ساز معین اور مددگار تھے۔ اس لئے ناقص الخلقت لوگوں کو جو اس زمانہ میں آپ کے چوہے کہلاتے ہیں ایک پرورش گاہ میں رکھتے اور ان کی ضروریات کے کفیل ہوتے تھے اور جو کام مسلمانوں یا دیگر اقوام کے راحت و آرام کا ہوتا۔ یا صدقۂ جاریہ کی قسم سے ہوتا۔ جیسے پل و سرائے وغیرہ۔ آپ تعمیر کراتے۔ اور وقف کر دیتے۔ حضرت سیدن شاہ سہروردی سیالکوٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خاندان سہروردیہ

کا بھی فیض حاصل فرمایا - اور ۱۰۸۵ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کے مزار مبارک پر (جو گجرات - مغربی پاکستان میں ہے) یہ تاریخ لکھی ہے ؎

بہ توحید آں عارفِ حق گزیدہ
بگو شاہ دولہ بجنت رسیدہ ۱۰۸۵ھ

اس بیان کی جو آپ کی ولادت[۵۱] اور بطور اویسی توسل قادری کی شرح میں ہے مولف ہذا کو کوئی سند نہیں ملی - واللہ اعلم بالصواب +

بعض کہتے ہیں کہ آپ حضرت شیخ الجن والانس جناب میراں سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عم زاد بھائی تھے آپ ہی کے ہاتھ پر بیعت کی اور برکات و فیوض حاصل کئے اور ایک طویل عمر پائی - آخری زمانہ میں خاندان سہروردیہ کا فیض حضرت سیدن شاہ صاحب رح سیالکوٹی سے حاصل کیا اور سنہ مذکور میں انتقال فرمایا۔ گجرات جناب بڑے پیر صاحب رح کے حکم سے آئے - آپ کا ایک مزار احمد آباد صوبہ گجرات (بھارت) میں ہے اور ایک شہر گجرات (مغربی پاکستان) میں - اور اس کی ایسی ہی حقیقت ہے جیسے کہ حضرت شرف الدین بو علی قلندر رح کا ایک مزار پانی پت

---

۵۱ - مصنف حقیقت گلزار صابری کی روایت کے بموجب آپ کی ولادت ۹۹۲ھ میں ہوئی +

میں ہے اور ایک کرنال میں۔ یا جیسے کہ حضرت حیدر کرارؓ امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا ایک مزار مشہد مقدس میں ہے اور ایک افغانستان میں۔ اور یوں بھی سننے میں آیا ہے کہ جو ناقص الخلقت بچے آپ کے "چوہے" مشہور ہیں وہ ان بانجھ عورتوں کے پہلے بچے ہیں۔ جو اولاد کیلئے دعا کرانے آپ کے پاس آتی تھیں اور اچھی ہو کر صاحب اولاد ہوتی تھیں۔ اب بھی جو اس قسم کی منت مانتا ہے اس کے ہاں پہلی اولاد ایسی ہی ہوتی ہے اسی طرح ایک بیان چوہدری الہ دین ساکن طاہر ضلع گجرات کی زبانی جناب قاضی صاحب قدس سرہٗ کی طرف منسوب ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت شاہدولہ صاحب علیہ الرحمتہ کا نام کبیرالدین گجراتی تھا اور سید تھے آپ بغداد سے تشریف لائے تھے اور جناب بڑے پیر صاحب غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید اور وضو کرانے والے تھے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت شاہدولہ صاحبؒ نے وضو کرتے وقت جناب بڑے پیر صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آب حیات کیا ہے آپ نے فرمایا۔ میرے اس ایک چلو پانی میں پانسو برس کی عمر ہے حضرت شاہدولہ صاحبؒ نے لپک کر پانی پی لیا اور قریباً چھ سو برس کی عمر پائی اسی طرح ایک حکایت شاہ منور صاحبؒ الہ آبادی کی طرف منسوب ہے جن کا نام نامی اس خاندانِ طریقت کے شجرہ میں حضرت

شاہدولہ صاحبؒ کے بعد ہی معاً آتا ہے آپ کا مزار مبارک الہ آباد (بھارت) میں ہے۔ پہلے شکستہ حالت میں تھا اب نصف صدی سے زیادہ ہونے کو ہے کہ الہ آباد کے ایک بیرسٹر نے جن کا نام عبدالمجید تھا اور ضلع جونپور (ہند) کے بہت بڑے زمیندار تھے۔ بنوا دیا ہے اب یہ مزار اچھی حالت میں ہے اور لوگ دور دور سے زیارت کرنے کے لئے آتے ہیں۔ حضرت شاہ منور صاحب اس نواح میں عمر دراز کے لقب سے مشہور ہیں آپ حضرت شاہ دولہ صاحبؒ کے مرید اور خلیفہ مجاز تھے اور کہا جاتا ہے کہ آپ کی عمر بھی کم و بیش پانسو برس کی ہوئی تھی۔

بعض کہتے ہیں کہ حضرت شاہ دولہ صاحب کے دست مبارک میں چھ انگلیاں تھیں اور بہت سے بزرگوں سے آپ نے فیض حاصل کیا تھا۔ حضرت قاضی غریب نواز صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ حضرت شاہدولہ صاحبؒ نے آپ سے فرمایا کہ جب حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمۃ نے تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا ہے تو اب صوات جانے کی ضرورت نہیں۔ تمہارا حصہ میرے پاس ہے

بابا شاہ دولہ صاحب یہ پسند کرتے تھے کہ خلق اللہ کی خدمت کی جائے۔ بدبودار نالیاں جو عوام کی تکلیف کا باعث ہوتی ہیں صاف کرائی جائیں۔ کمزوروں اور ضعیفوں کے گھر آٹا پیس کر پہنچایا جائے کسی معذور و مجبور کے گھر

لکڑیاں کاٹ کر ڈالی جائیں۔ اور کسی کے مویشیوں کے لئے گھاس کھود کر چارہ مہیا کیا جائے۔ مؤلف ہذا کی نظر سے ایک کتاب "حقیقت گلزار صابری" مولفہ جناب سید محمد حسن صاحب صابری چشتی حنفی قدوسی گزری ہے جو ۱۳ر ذی قعدہ ۱۳۰۷ھ مطابق جولائی ۱۸۹۰ء میں مطبع حسنی واقع مصطفےٰ آباد عرف رامپور (ریاست روہیلکھنڈ بھارت) میں چھپی تھی یہ کتاب حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہ کے کتب خانہ آوان شریف میں موجود ہے اس سے مندرجہ ذیل حالات اقتباس کر کے لکھے جاتے ہیں اس کتاب کے مولف لکھتے ہیں۔ کہ "اس فقیر محمد حسن صابری مولف کتاب ہذا (یعنی حقیقت گلزار صابری) نے تین سو مکاتیب نطاب یعنی کتب معنویہ سے بہ صحت تمام و محنت لاکلام تاریخ ۹ر جمادی اول ۱۲۷۷ھ بروز جمعہ بعد نماز سے لے کر آخر ذی الحج ۱۳۰۱ھ کی طویل مدت میں اخذ کر کے بعبارت سلیس و نظم مرغوب چوبیس برس میں ان کو مرتب و موزوں کیا اور حقیقت گلزار صابری نام رکھا۔

جناب مؤلف مذکور اس کتاب میں لکھتے ہیں۔ کہ جناب بڑے پیر صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مکتوب نطاب "کربتہ الوحدۃ" میں لکھتے ہیں۔ کہ "۱۹ر ماہ رجب ۵۲۱ھ کو پنجشنبہ کے دن بعد نماز مغرب میں نے سید کبیر الدین

شاہدولہؒ بن حضرت سعید موسیٰ جنگی دوست عموی حقیقی اپنے
کو بیعت توبہ سے اپنے ہاتھ پر مشرف کر کے تعلیمات
کیفیت باطنی سے بہرہ مند کیا اور ترقی کیفیت باطن میں
متوجہ کر دیا اور ۹ ذیقعدہ ۵۴۸ھ کو بروز دوشنبہ بعد
عصر کے محفل عام میں اپنے ساتھ بٹھا کر بیعت امامت
و ارشاد سے مشرف کر کے اپنی کلاہ مبارک عطیہ پیرو مرشد
عطا فرمائی اور عمامہ سبز اپنے ہاتھ سے باندھ کر خرقہ پہنایا
اور مثالی خلافت بخطاب "قطب الاسرار حبیب کے اہل
مجلس کو سنا کر مرحمت فرمائی اور حضرت سید کبیرالدین شاہ دولہ
قطب الاسرار حبیب نے اپنے مکتوب بخطاب "تحفۃ الارواح
اسرار غوث اکبر الکبیر" میں تحریر فرمایا - کہ میں بائیس سال[1]
کی عمر میں بتاریخ ۱۹ رجب المرجب ۵۲۱ھ بروز پنجشنبہ
بعد مغرب کے بیعت توبہ سے قطب ربانی غوث صمدانی
شیخ محی الدین ابو محمد سید عبدالقادر جیلانی محبوب
سبحانی کریم الطرفین حسنی و حسینی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ
کے ہاتھ پر مشرف ہوا اور تعلیمات و کیفیاتِ باطن سے
بہرہ مند ہو کر ترقی باطن کی طرف مصروف ہو گیا اور
ستائیس سال کے بعد انچاس سال کی عمر میں نویں ذیقعد

---

[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہدولہؒ ۴۹۹ھ میں پیدا ہوئے
تھے اور ۵۸۶ برس عمر پائی (اشتہید)

۵۴۸ھ کو بروز دوشنبہ وقت عصر کے جلسۂ عام میں بیعت امامت و ارشاد سے حضرت ممدوح کے دستِ حق پرست پر مشرف ہوا اور خود شاہدولہ صاحبؒ نے ۱۷ ربیع الاوّل ۵۸۰ھ کو بروز دوشنبہ عصر کے وقت مجلس عام میں حضرت منور علیؒ (عمر دراز الہ آبادی) کو اپنے روبرو بٹھا کر بیعت امامت و ارشاد سے مشرف کر کے جناب بڑے پیر صاحبؒ کی دی ہوئی کلاہ مبارک پہنائی۔ حضرت منور علی شاہ بن سید عبداللہ بن سید عبدالرحمٰن بن سید عثمان بن سید الطائفہ شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی۔ حضرت ضیاالدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی کے حقیقی ہمشیرہ زادے تھے۔ اور نویں ذی قعدہ ۵۴۸ھ سے حسب الحکم جناب بڑے پیر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سید کبیرالدین شاہ دولہ صاحبؒ گجراتی کی خدمت میں مستقلاً رہے۔ پھر سولہ برس کے بعد حضرت نے ۱۷ ربیع الاوّل ۵۸۰ھ کو روز دوشنبہ عصر کے وقت بعد تکمیل بیعت امامت و ارشاد سے مستفیض فرمایا اور صاحب مجاز کیا۔ کمترین معشوق حسین خاں مولف ہٰذا نے حضرت شاہ منور صاحبؒ الہ آبادی (بھارت) کے مزار مبارک کی الہ آباد میں بارہا زیارت کی ہے اس قادری سلسلہ میں آپ کے خلیفہ مجاز حضرت شاہ عالم دہلوی ہوئے ہیں جن سے وہ شاخ پھوٹی جس میں اخوند صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام مبارک شامل ہے اور دوسری شاخ دو کبری

خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالکریم سے ہے جس میں نگینہ ضلع بجنور (صوبہ آگرہ - بھارت) روہیلکھنڈ میں اب بھی بعض بزرگوار ہیں - نگینہ کے قاضیوں کا خاندان اسی سلسلہ میں منسلک ہے اور ان کا شجرہ خود مولف ہذا کی نظر سے گذرا ہے حضرت شاہ عبدالکریم صاحبؒ کا عرف مُلّا فقیر تھا اور مصطفیٰ آباد عرف رامپور کے رہنے والے تھے گلزار حقیقت صابریؒ میں شاہ محمد حسن صاحب لکھتے ہیں کہ شاہ عبدالکریم کو مجاز کرنے کے بعد شاہ منور صاحبؒ نے انتقال فرمایا اور آپ کے دفن کے بعد شاہ عبدالکریم صاحب الہ آباد سے مصطفیٰ آباد عرف رامپور واپس آئے

وَاللہُ اعلم بالصواب

چودھواں باب

خراج عقیدت و شجرے

سررشتۂ جان بجام انداز
کایں رشتہ از و نظام دارد

فقر کا اعتراف

حضرت قاضی صاحب غریبؒ نوازؒ کے متعلق ان کے بعض ہمعصر بزرگوں نے رائے کا اظہار کیا ہے ہم اس باب کو اسی سے شروع کرتے ہیں۔

شیخ غلام محی الدین صاحبؒ ساکن جلالپور جٹاں ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ قلندر قسم کے قادری مشرب صاحب حال بزرگ تھے حضرت قاضی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بزرگی کے دل سے قائل تھے۔ جس آدمی میں راہِ حق پر چلنے کی اہلیت دیکھتے اُسے آپ حضرت قاضی صاحبؓ کی خدمت اقدس میں حاضری کی تلقین فرماتے تھے۔ ذریعہ معاش ڈسٹرکٹ بورڈ کی عمارات اور سڑکوں کی مرمت کی ٹھیکیداری تھا آپ کی وفات ۲۶ رجولائی ۱۹۵۲ء کو ہوئی +

حضرت مولانا محمد نبی بخش صاحب حلوائی علیہ الرحمۃ مصنف تفسیر نبوی جو علم ظاہر و باطن میں صاحب کمال تھے۔ ایک دفعہ حضرت قاضی صاحب غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

مزار مبارک پر تشریف لائے۔ کچھ عرصہ وہاں گردن جھکا کر بیٹھے رہے۔ پھر سر اوپر اٹھا کر فرمایا کہ یہ بزرگ نہایت اچھی حالت میں ہیں اور نہایت فیاض ہیں

جناب مولوی فقیر اللہ رحؒ صاحب نے جو اپنے زمانہ میں ایک کامل درویش اور حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمۃ کے خلیفہ تھے ایک دفعہ ہمارے ہم مشرب مولوی خلیل الرحمن رحؒ صاحب سے کہا۔ کہ "عشق کی جو آگ قاضی صاحب رحؒ پہ ڈالی گئی ہے کاش اس کی ایک چنگاری فقیر اللہ کے حصے میں آتی۔ اور تمام پہاڑوں کو جلاتی ہوئی فقیر اللہ کو خاکستر کر دیتی" +

حضرت شاہ وارث حسن صاحب لکھنوی نے اس حقیر سے فرمایا تھا کہ میں نے تمہارے پیر و مرشد کو دیکھا ہے اور ان کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور بہت تعریف کی +

میاں محمد بخش صاحب رحؒ مصنف سیف الملوک آپ کے بے حد ثنا خواں اور گرویدہ تھے اور اتنا ادب کرتے تھے کہ ایک مرید اپنے پیر کا اس سے بڑھ کر کیا ادب کریگا جب آپ کا ذکر کرتے وضو کر لیتے اور ذوقِ مدح و ثنا میں بے خود ہو جاتے۔ اگر حضور کا کوئی خط ان کے نام آتا تو فرطِ ادب سے کھڑے ہو جاتے اور وضو کر کے اسے بوسہ دیتے اس کے بعد کھولتے ایک مرتبہ چند علما میاں صاحب کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے

فرمایا۔ کہ "جس کا جسم روح کی طرح صاف اور منور ہو جائے اس کا تعلق عالم ملکوت و ارواح سے ہو جاتا ہے اور جسم روح کا کام دیتا ہے اس زمانہ میں آوان شریف والے قاضی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وصف سے متصف ہیں"۔

حضرت شاہ عبدالوحید بہاری رحؒ جو حضرت اخوند صاحب رحؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور حضرت اخوند صاحب رحؒ کے خلیفہ حضرت فضل اللہ شاہ صاحبؒ الہ آبادی کے خلیفہ تھے جب آپ کے سامنے جاتے۔ تو قدمبوسی کر کے دُور کھڑے ہو جاتے اور فرماتے کہ حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمت کے مرتبہ پر آپ ہی فائز ہیں ؎

زہے سلطانِ درویشانِ عالم
بہ درویشی و سلطانی مسلّم

حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب رحؒ نے جو اس ملک میں مشہور محدث و نقشبندی درویش گزرے ہیں۔ مؤلف ہذا سے ایک مرتبہ فرمایا۔ کہ "امرا سے استغنا کی صفت جو میں نے حضرت قاضی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں دیکھی کسی میں نہیں دیکھی"۔

جناب پیر جماعت علی شاہ ثانی علیہ الرحمتہ جو ایک بلند مرتبہ درویش تھے۔ فرماتے تھے کہ "جناب قاضی صاحب رحؒ کا کیا کہنا۔ وہ بڑے مرد ہیں"۔

حضرت قاضی صاحبؒ اور حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ گولڑوی کی ایک دفعہ ریل کے سفر میں ملاقات ہوئی۔ تو پیر صاحبؒ نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا ے

جوانئے بہ رہ پیش باز آمدش
مگر بوئے انسش فراز آمدش

خراجِ عقیدت

حضرت قاضی صاحب غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال پر مولانا عبدالرحمٰنؒ صاحب فاضل دیوبندی نے نہایت اضطراری کیفیت میں ذیل کا مرثیہ لکھا۔

ابوالفیض یرثی

فمالی اریٰ عالماً فی الاٰن
میں کیوں ایک عالم کو روتے پیٹتے

بجزع و فزع بکل المکان
اور ہر جگہ جزع فزع کرتے دیکھتا ہوں

علیٰ اہل ارض انت غاشیہ
سرزمین تاریک ہو گئی ہے

وصارت سما وردۃ کالدھان
اور آسمان سرخ انگارہ ہو گیا ہے

علیٰ اہل ارض لباس الحداد
اہل زمین سوگ کا لباس پہنے ہوئے ہیں

واہل السماء بکوا کالزنان
اور آسمان والے زار و قطار رو رہے ہیں

ذکاء السماء لقد البست
آسمان کے سورج نے ماتمی لباس

لباس السواد بفجع یغان
پہن لیا ہے اور رو رہا ہے۔

وزلزلت الارض زلزالها — تکاد تمور لوجد ارتجان

زمین میں زلزلہ آگیا ہے — قریب ہے کہ وہ پھٹ جائے

فناع نعی نعی سلطانها — حمید الشمائل شیخ الزمان

کیونکہ خبرِ مرگ دینے والے نے شاہِ زمین — شیخِ زمانہ عمدہ خصائل والے کی خبرِ مرگ دی ہے

بدا الصبح من وجهه اذ طلع — باوقات ارشاده باللسان

اس کا چہرہ صبح کی طرح روشن تھا — جبکہ اُس نے ہدایت کے لئے زبان کھولی

بحار المعارف من فیضه — وسعن مطالب سطری بیان

معرفت کے سمندر اس کے فیض سے جاری ہوئے — اور میری نگارش کی سطریں بڑھنے لگیں

عجزن الدهور بامثاله — علی مثله ضل عنها الحنا

زمانے اُس جیسا پیدا نہ کر سکے — اور اُس کی نظیر نہ لا سکے

قد اغتسل مرة کل یوم — شتا وصیفا وفی کل شان

وہ ہر دن ایک بار غسل کرتے — گرمی جاڑے ہر موسم میں

یجاهد فی الله حق الجهاد — بلیل لیختم کل القرآن

انہوں نے اللہ کی راہ میں جیسا کہ چاہیئے تھا جہاد کیا — اور ہر رات قرآن ختم کرتے

لکشف القلوب وکشف القبور — بادنی توجهه باتیان

کشفِ قلوب و کشفِ قبور — اُن کی ادنیٰ توجہ سے ہو جاتے تھے

لهند تقص ضفائرها — علی بعلها تغسل للوفان

ہندوستان اپنی زلفیں کاٹ رہا ہے — کہ اُس کا سردار فوت ہو گیا ہے

حفیف جناح ملائکة — علی حول نعشك یبکی الاذان

فرشتوں کے پروں کی آواز — تیری نعش کے اردگرد سنائی دیتی ہے کہ تجلّی

باتی الاکف اهالوا التراب — علیك اذا ادخلوك الکنان

لوگوں نے کیسے تجھ پر مٹی ڈال ہے — جب آ قبر میں دھرا

ومن قبل دفنك لم احسب — بان البدر تغیب الاران

تیری دفن ہونے سے پہلے مجھے گمان بھی نہ تھا — کہ چودھویں کا چاند مٹی میں غروب ہوتا ہے

لقد کان فی کل اخلاقه — مثیل الحبیب جنید الزما

وہ اپنے تمام خصائل میں — رسول اللہ کی مانند تھا اور جنید زمانہ تھا

کان الجمیع من الاولیا — لذا اقداتی بعد هم فی الاوان

گویا کہ تمام اولیاء — اسی لئے اُن کے بعد آئے

فان الولایة تمت به — کختم الرسالة آخر زمان

کیونکہ ولایت ان پر ختم ہو گئی — جیسے آخری زمانے میں رسالت ختم ہو گئی

بشعبان وقت ضحی جمعة — باول اسامخ الی اللہ حان

شعبان کے مہینے میں دوپہر کے وقت جمعہ کے دن — پہلی تاریخوں میں وہ اللہ سے جا ملے

لقد فاز فوزاً عظیما یقول — ابو الفیض فی حول غوث الاوان

وہ فلاح عظیم پا گئے — ابو الفیض کہتا ہے غوث اوانی کا سال رحلت

۳۷ ہجری ۱۳

فرجہ نادان محمد عبد الرحمن عفی عنہ ساکن پنڈی سرال

نوائے شہید

جس دن اس کتاب کا مسودہ کاتب صاحب کو دیا گیا تو مولوی برکت[1] علی شہید نے کہا کہ میری زندگی کا آخری مقصد

۱؎ شہید صاحب ۱۹۰۷ء میں پیدا ہوئے حضرت غریب نواز رض کے مونس اعلیٰ

(باقی حاشیہ ص ۳۸۱ پر)

حاصل ہو گیا چنانچہ تین دن بعد بتاریخ ۲۳ مئی ۱۹۶۴ء بمطابق ۱۰ محرم ۱۳۸۴ھ بروز ہفتہ ہر کروٹ اللہ اللہ کہتے کہتے جاں جان آفرین کے سپرد کر دی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

موت سے چند روز پہلے اپنا آخری شعر کہا ؎

گھبرائیے نہ طولِ مسافت سے اے شہید
آثار کہہ رہے ہیں کہ منزل قریب ہے

اور موت سے ذرا پہلے یہ مصرع پڑھا ؎

نہیں ہے زخم کھا کر آہ کرنا شانِ درویشی

بہت سال پہلے ذیل کا ترکیب بند حضرت صاحبزادہ محبوب عالم مدظلہ العالی کی شان میں لکھا تھا۔ قندِ پارسی اور دل کی وارفتگی ملاحظہ ہو:-

نگاہِ پاکِ تو عالم شکار ست — جہانِ شوق را پروردگار ست
ز گل افشانیت دل را قرار ست — بہار اندر بہار اندر بہار ست

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۰) حضرت حافظ محمدؐ جمال کے فرزندِ دوم حافظ نور محمدؐ علیہ الرحمۃ شہید صاحبؒ کے والد صاحب کے پردادا لگتے تھے جن کے بیٹے حافظ محمد بخشؒ موضع آہی میں آباد ہوئے۔ حضرت قاضی صاحبؒ حافظ محمد بخش کی قبر پر فاتحہ پڑھتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ "یہ حافظِ قرآن کی قبر ہے اور میں ہمیشہ اس میں چلتا ہوا چراغ دیکھتا ہوں" آستانہ عالیہ سے بچپن سے ہی بہت عقیدت تھی جس پر فخر سے کہا کرتے تھے " گرچہ خوردیم نسبتے ست بزرگ " انکے چہرہ پر خلوص، متانت

(باقی صفحہ ۳۸۲ پر)

ترا محبوب خواند آن بادشاہے — کہ بر تو شانِ محبوبی نثارست
فگندی بر دلِ زارم نگاہے — ازان دامانِ صبرم تار تارست

ہمی خواہم کہ بر تو جان فشانم
ولے شائستۂ این نیست جانم

محبت شعلہ زد در جانِ زارم — محبت سوختن کالائے قرارم
چسان دردِ جگر پوشیدہ ماند — کہ غمازست چشمِ اشکبارم
چو تو افتادگان را دستگیری — من از افتادگی ہمی ندارم
ز تست این بوئے الفت در دلِ من — وگرنہ من کیم؟ مشتِ غبارم

زدودی تیرگی ہا از دلِ من
فزودی قیمت و قدرِ گلِ من

تہِ حرفم یمِ آتش خروشد — بسوزِ عشق خونِ دل بجوشد
چسان مافی الضمیر آید بہ لبہا — کہ آن پیرایۂ حرفے نہ پوشد
بہ آن راہے کہ از گام آشنا نیست — کسے در کارِ پاکوبی چہ کوشد
تماشا کن کہ بہر جلوۂ تو — کسے سامانِ دل ہم می فروشد

خوشا روزے کہ آیم بر درِ تو
جبینِ خویش سایم بر درِ تو

بہ بین ساقی ہجومِ میگساران — سرت گردد چو گردِ گل ہزاران

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۱) اور درویشی کا نور تھا۔ عمر کا زیادہ حصہ علم و تعلم میں گذرا۔ اس کتاب کے مسودہ میں مولف کا دستِ راست بنے رہے تشریح اور حاشیے سب انکے لکھے ہوئے ہیں +

تو محبوبی ز چشمت دام گیرند | بپا ئی جام مستی بادہ خواران
بجانِ تو درین خمخانۂ عشق | نہ ساز و جامِ مے با کم عیاران
چہ درس آموختی رندانِ خود را | کہ لرزند از دمِ شان ہوشیاران

چہ باید خواست از تو من نہ دانم
جز ین در سایۂ لطف تو مسلم

بہ بین تاب و تب مشتاقئ من | بگردش آر جام اے ساقئ من
کہ من از جرعہ سرمست گردم | چنین باشد حیاتِ باقی من
دلم روشن شود از داغ عشقت | شود رشک فلک براقی من
بیاوردم متاع دردمندی | بگیر از من ہمیں اے ساقی من

بسوز و گرمی دہ جام شرابم
تو "سلطانی" و من رند خرابم

الٰہی ساقی من شاد بادا | دلش از رنج و غم آزاد بادا
دل ہر میکشے در اضطراب است | کہ این میخانہ اش آباد بادا
شہید این بادۂ مینا گدازے | سرورِ خاطر ناشاد بادا
دعایم ہست مقناطیس پیششی | اجابت پارۂ فولاد بادا

بہ بخشش او را حیاتِ جاودانے
کہ فیض اوست چون جوئے روانے

برکت علی شہید

جناب شہید صاحب کے جذبات اس سے زیادہ ہیں، جتنے کہ الفاظ میں آ سکے ہیں حضرت صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی کی جو ثنا کی ہے وہ حقیقت واقعہ ہے آپ کی صحبت میں اک کشش اور تریاقی اثر ہے جس کا منبع بھولی

بھولی آنکھیں ہیں جن کی تعریف ہے ؎

چشمِ محبوب آہوی دشتِ حیا | در نگاہش حلقۂ دامِ وفا
چشمِ ساقی رونقِ میخانہ ہا | دیدنش مستی دہِ پیمانہ ہا
چشمِ بینا مصدرِ صد منزلت | چشمِ دانا آفتابِ مکرمت
تو چہ دانی قوتِ اہلِ نظر؟ | نیم واچون واشدِ انشق القمر
گوشۂ چشمِ کسے دیدہ بلالؓ | دل ز بندِ غیر بر چیدہ بلالؓ

(مثنوی صمدانی)

ہشت لوائے غوث اعظمؓ

مولوی نیاز محمد خان وکیل جالندھر نے ایک سنگی سے کہا کہ حضرت قاضی صاحب غریب نوازؒ نے مجھے سات بزرگوں کا نام لے کر تلقین فرمائی کہ" ان کو ہفت لوائے غوث اعظم کہتے ہیں اگر کوئی سخت مشکل پیش آجائے تو ان بزرگوں کے طفیل اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے بفضلہٖ قبول ہوگی۔ میں (یعنی مولوی نیاز محمدؒ) نے ان سات ناموں کے ساتھ غریب نوازؒ کا اسم مبارک بھی شامل کر لیا" بعد میں اُس سنگی نے ہشت لوائے غوث اعظمؒ کے عنوان سے ذیل کی نظم لکھی۔

سُبحانَ اللہِ جلّ وعلاء والصّلوٰۃُ والسّلام علیٰ رسولہ المُعلَّی المُتجلّی فی الارضِ والسّماءِ ۔ فبِاسمِ اللہِ الرّحمٰنِ الرّحیم

المدد چشم و چراغِ قادری | می سزد در خواجگانت خواجگی

ای رُخت عکسِ جمالِ احمدی — المدد ای نورِ ذاتِ سرمدی
المدد ای تشنگاں را کوثری — کشتگان را جان و جان را دلبری
المدد درماندگان را همتے — عاشقی را طرحِ نو انداختی
شعله ها خیزد ز آهِ سردِ تو — تو که زرتشتی نگه یا آزری
از فیوضت کعبهٔ من شد اذان — مظهرِ حق چون توئی قبله توئی
با سگِ کویت ایازی می کنم — المدد سلطانِ محمودِ ولی
سر نوشتِ واژگون را خوش نویس — ایکه تو قاضیِ امرِ مقتضی
ایکه چشمِ التجا وقفِ درت — دست و لب بکشا و زلفِ عنبری
در صوات آخوند شه عبد الغفور — تختِ فقر و شرع را زینت دهی
از سرِ کون و مکان هم بگذرم — گوشهٔ چشمِ سخا گر افگنی
پیر عبد الله غازی المدد — شیرِ غرّانی لوائے قادری
یک نگه ای مستِ صهبای شهود — یا کبیر الدین شاہ دوله ولی
در فضای لامکان پروازِ تو — بر تر از کرسی و عرشِ منتهی
کشتیٔ من غرق شد در آبِ نیل — هین بزن ضربِ عصائے موسوی
حضرتِ احمد محمدِ المدد — الفِ ثانی را ضیای اولی
ای ترا هر آن خوشحالِ دگر — ده ز خوشحالی مرا هم آگهی
ای بهاءُ الدین شاهِ نقشبند — نقش بندِ دینِ من از کافری
رکنِ دینِ من ز جانم شد جدا — تو که رکن الدین رکن العالمی

یا بهاءُ الدین بهاءُ الحق مدد
بر محیطِ دل شهاب ثاقبی

بدرگاهِ غوث الاعظم رضی الله عنه

شاهِ جیلانی غلامِ خویش را — اَنْ وَلِیُّ الله شیئاً در دهی
عبدِ قادر اسمِ اعظم وردِ من — ایکه بر دوشت کفِ پایِ نبیؐ
منکه نامت مایهٔ دیوانگی — تو چرا لطف مداوا کم کنی
قصهٔ دار و رسن تازه کنم — گر کنی مستم ز آبِ آتشی

به بارگاه حضرت علی المرتضیٰ کرم الله وجهه

پا بلرزد، دل بلرزد، جاں تپد — المدد دامان و دستِ حیدری
بحرِ شبیرت دریں کرب و بلا — خذ یدی من لا فتیٰ الا علی
هر دمت با صد نظر رُخ دیدی — لے نظر کردن به رویت بندگی

به دربارِ رسالت صلی الله علیه وآله وسلم

شاهد و مشهودِ ربّ العالمین — یا محمدؐ یک نظر سویم کنی
آن نظر کز مستی اش رقصان شوم — در گدائی هم کنم شاهنشی

به ربّ العزّت جلّ شانه

یا الٰهی عفو کن عصیانِ ما — هم عطا کن مرده دل را زندگی
زندگی باشد ز دیدِ مصطفیٰ — هر نفس ورنه عذابِ جانکنی
عشقِ او پیغامِ فضلِ الله بود — عشقِ او انجامِ فضلِ الله بود
عشقِ او شرحِ کتابِ کائنات — عشقِ او سرچشمهٔ عینِ حیات

بہ حضرت صاحب وقت

المدد محبوبِ عالم متقی — تو سخی ابن سخی، وتم تہی
منکہ دریادِ تو اے عالیمقام — گریہ سر کردم بر آب پہلگام[۵۱]
من ندانم عشق و رمزِ عاشقان — بس بود نازم کہ بوسم آستان

قصیدہ

یہ قصیدہ جناب عبدالقادر برادہ مدنی فرزند جناب شیخ سعد الدین برادہ مدنی ابن العلامہ المشہور الشیخ عبدالجلیل برادہ مدنی رحمہما اللہ تعالیٰ کا تصنیف کردہ ہے جو بمقام حیدرآباد دکن ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ کو انہوں نے لکھکر نواب معشوق حسین خاں صاحب المخاطب بہ نواب معشوق یار جنگ بہادر کو مرحمت فرمایا تھا۔

إِنْ كَانَ فِي الدُّنْيَا فَتًى — يَهْوَى الْمَكَارِمَ وَالْعُلَا
أَوْ كَانَ فِيهَا مَنْ يَرُو — مُ عَلَى الْأَنَامِ تَفَضُّلَا
أَوْ كَانَ ذَا شَرَفٍ يَفُو — قُ عَلَى السِّمَاكَيْنِ اعْتِلَا
فَهُوَ الْقَاضِي مَحْمُو — دُ مَنْ حَوَى مَجْدًا اعْلَا
مُرْشِدُ الْعَصْرِ الْوَحِيد — وَمُفْرَدٌ فِي ذَا الْمَلَا
جَمَعَ الْعُلُومَ وَحَازَهَا — وَحَوَى الْكَمَالَ الْأَكْمَلَا
مَلَأَ الْقُلُوبَ بِعِلْمِهِ — وَبِحِلْمِهِ حَتَّى مَلَا

---

۵۱ پہلگام (کشمیر) کی ندی کے درمیان پتھر پر بیٹھ کر نظم لکھی گئی۔

فَلَكَمْ هَدَى بِإِرْشَادِهِ   أُمَمًا وَأَوْضَحَ مُشْكِلَا
وَلَكَمْ جَلَا بِذَكَائِهِ   أَمْرًا أَغَمَّ وَأَعْقَلَا
وَلَكَمْ أَنَارَ لَنَا السَّبِيلَ   وَكَانَ أَظْلَمَ مُجْهَلَا
يَا عَيْلَمًا بَاعَ الْحَيَا   ةَ لِأَجْلِ دِينٍ قَدْ غَلَا
وَطِئَ السِّمَاكَ وَجَا   زَ يَبْغِي فِي الْمَعَالِي مَنْزِلَا
وَرَقَى إِلَى أَوْجِ الْفَخَا   رِ وَلَمْ يَزَلْ مُتَنَقِّلَا
لَوْ عُدِّدَتِ السُّبَّاقُ لِلْـ   حَلَبَانِ كَانَ الْأَوَّلَا
أَوْ عُدَّ أَهْلُ الْفَضْلِ فِي   ذَا الْعَصْرِ كَانَ الْأَفْضَلَا
لَا زِلْتَ يَا مَوْلَى الْأَفَا   ضِلِ لِلْأَمَاجِدِ مَوْئِلَا
وَلَا زِلْتَ مَرْجُوًّا بِرَحْمَـ   تِهِ رَبِّ السَّمَاوَاتِ الْعُلَا

ترجمہ:- اگر دنیا میں ایسا کوئی جوانمرد ہے جو مکارم اور بلندی رتبہ کے چوٹی پر چڑھا ہو۔

۲- یا دنیا میں ایسا کوئی ہو جو فضیلت و بزرگی لوگوں سے بڑھ گیا ہو۔

۳- یا ایسا کوئی صاحب شرف و بزرگی ہو جو علو مرتبہ میں ان دونوں ستاروں سماک الرمح اور سماک الاعزل سے بھی اوپر پہنچ گیا ہو۔

۴- تو وہ جناب قاضی سلطان محمود صاحبؒ ہیں جو مجد و بزرگی میں بلند مرتبہ پر پہنچے ہیں

۵- وہ اہل زمانہ کو سیدھا راستہ دکھانے والے اپنے صفات میں بے نظیر اور لوگوں میں فرد ہیں۔

۶- جمیع علوم پر حاوی ہیں اور درجہ کمال پر پوری طرح قابض ہیں

۷- لوگوں کے دلوں کو آپ نے اپنے علم و حلم سے بھر دیا ہے حتیٰ کہ وہ لبریز ہو گئے ہیں

۸۔ بہت سے لوگوں کو آپ کے ارشادات سے سیدھا راستہ ملا ہے اور ان کی مشکلیں حل ہوئی ہیں۔

۹۔ اور بہت سے امور جو تاریک بادل کی طرح چھائے تھے اور گرہ در گرہ ہو رہے تھے۔ آپکی ذکاوت سے منوّر ہوئے۔

۱۰۔ اور بہت سے راستے جو نہایت تاریک اور بے نشان ہو گئے تھے آپ کی ذات سے روشن ہو گئے۔

۱۱۔ آپ کا کیا کہنا آپ نے اپنی زندگی کو دین کے لئے فروخت کر دیا تھا اور بڑے بڑے کام کئے۔

۱۲۔ بڑے بڑے بلند مقامات آپ نے طے کئے اور علو مرتبہ اور ہمت میں دوسروں سے منزلوں آگے بڑھ گئے۔

۱۳۔ فخر کی سطح و بلندی پر آپ پہنچے اور ہمیشہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتے رہے۔

۱۴۔ اگر تم شمار کرو کہ بلند مقامات پر جانے کون سب سے آگے رہا تو تم آپ ہی کو سب سے اول پاؤ گے۔

۱۵۔ یا تم اگر شمار کرو کہ اس زمانہ میں اہل فضل کون کون ہیں تو تم آپ کو ہی سب سے افضل پاؤ گے۔

۱۶۔ اے وہ ذات جو سب فاضلوں کے مولیٰ ہیں آپ ہمیشہ ایسے بزرگ مقامات پر جن کی لوگ تمنائیں کرتے ہیں فائز رہے۔

۱۷۔ اور آپ پر ہمیشہ بلند آسمانوں کے پروردگار کی رحمت شامل حال رہے۔

قصیدہ

من مولانا محمد المامون الارزنجانی ثم مدنی ثم شامی مدظلہ

ماذا اقول لکامل حاز الکرا ... متہ والسلا بصلاحہ وبہائہٖ
شیخ الطریقۃ والحقیقۃ والتقیٰ ... قطب الولایۃ فی بہیّ عطائہٖ
قاضی القضاۃ بعزہٖ وعلومہٖ ... صدر الثقاۃ بفضلہٖ وعلائہٖ
سلطان عرش العزّ فی برکاتہٖ ... فقلوبنا تزھو بفیض سنائہٖ
المحمود من حمدت محاسن روحہٖ ... فغدت ترفرف فی علاء سمائہٖ
انوارہ سطعت علی اھل النھیٰ ... فتقدموا فی الفضل تحت لوائہٖ
اعلی الالٰہ مقامہ فی جنۃ
وافادنا فی سرّ روح بقائہٖ

ترجمہ :- میں اس بزرگ کا حال کیا کہوں جو بزرگی و بلندی رتبہ اور خوبیوں اور حسن معاشرت میں تمام صفات کا جامع ہے۔

۲- وہ شیخ طریقت وحقیقت وتقویٰ ہے اپنی عطا کے حسن وخوبی میں قطب ولایت ہے

۳ اپنی عزت وعلوم کی وجہ سے آپ قاضی قضاۃ اور اپنی فضل وعلو مرتبت کی وجہ سے تمام ثقہ لوگوں کے صدر ہیں۔

۴- اپنی برکات میں آپ عزت کے تخت کے سلطان ہیں۔ ہمارے قلوب بھی آپ کے نور کے فیض سے چمک اٹھے ہیں

۵- آپ محمود ہیں اور اپنی روحانی محاسن کے وجہ حمد کئے گئے ہیں حتیٰ کہ آپ اپنی بلندی کے چوٹی پر پہنچ کر نور سے جگمگا رہے ہیں۔

۶- تمام اہل خرد و دانش کے قلوب کو آپ کے انوار نے منور کر دیا اور فضل وبزرگی میں وہ آپ کے جھنڈے کے تلے چلے آئے ہیں۔

۷- اللہ عزوجل جنت میں آپ کا مقام بلند کرے اور آپ کے باطنی روح مبارک سے جو فانی نہیں ہمیں فائدہ پہنچائے۔

جوابِ خط

حضرت قبلہ مولوی نیاز محمّد خان صاحب وکیل جالندھر آستانہ عالیہ آوان شریف کے بہت مقبول سنگی تھے۔ جن سے والد محترم نے ۱۹۱۵ء میں آستانہ عالیہ کی حاضری کے لئے راستہ پُوچھا تھا۔ حضرت خان صاحب (خضرِ راہ) کی وفات کے بعد ۱۹۳۷-۳۸ء میں اُن کے سب سے چھوٹے صاحبزادے جناب علی احمد خاں صاحب لودھی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور نے قبلہ بزرگوار کی خدمت میں تحریر فرمایا کہ آوان شریف جاتے ہُوئے مُجھے بھی ہمراہ لے چلئے گا۔ اتنی بڑی مقبول شخصیت کے بیٹے کے لئے دلیلِ راہ بننے کے سوال پر جو دل پہ گذری اُس نے "جوابِ خط" کی صورت اختیار کی۔ یہ ہیں وہ عقیدت کے پھُول جو قلم نے آستانہ عالیہ پر بکھیرے۔

(قاری محمّد انوار صمدانی ایم لے۔ ایل ایل۔ بی۔ علیگ)

عزیزا! ارجمندا! ہوشیارا — شرافت دستگاہا! دیندارا
گلا! سروا! نہالا! نو بہارا — جوانا' نازنینا' طرحدارا
ہمہ اندازِ تو طرزِ دلآرا — سلف را یادگارا! نامدارا

جواب

حدیثے از سرِ زلفِ کہ گفتی؟ — کہ از کلکت تراود مشک را
براسرارِ پدر توفیق جستن — مبارکباد طفلِ پارسارا
زِشوقِ راہِ آوان سرِّ عشقش — بہ طبعِ پاکبازت آشکارا
خیالِ او چو خود آمد بہ چشمت — حاجت افتدت پیکِ صبارا
منِ بیچارہ خود درماندہ راہم — الٰہی! پس چہ سود آرم شمارا؟

أَبُوكَ فِي طَرِيقِكَ قَدْ كَفَاكَ
فَاذْهَبْ أَنْتَ مَعَكَ يَرَاكَ

محبت

زعنوانِ محبت من چہ گویم! | تلاشِ مومیا از سنگِ خارا را
چرا حرفِ محبت را نخوانی؟ | مگر انجام کارش را ندانی؟
محبت ورطۂ بحرِ بلیات | محبت نام دردِ لا دوا را
ازیں آتش بلرزد جان زرتشت[۵۱] | وزیں شد لرزہ بر اندام دارا[۵۲]
لَيَسْقِي الْحُبُّ كَاسَاتِ الْفِرَاقِ | فَتَسْكَرُ سَكْرَةَ الْمَوْتِ الْمُلَاقِي
محبت قصہ ہا از خون نوشتہ | تماشا گاہ سازد کربلا را

دِگر ایں حرف را برلب برانی؟
مگر دستورِ محبوبان ندانی؟

نہ اذنِ بر پریدن نے تپیدن | نہ یارای فغان صیدِ ادا را
دموعُ الدَّمِ مِنْ عَيْنَيْكَ تَجْرِي | وَمَنْ تَبْكِي لَهُ لَكَ لَا يُبَالِي
محبت ترکِ دنیا ترکِ عقبیٰ | شکستن دیرہا را کعبہ ہا را
محبت ترکِ اظہارِ تمنا | محبت ترک گفتن مدعا را
فنا را ترک کردن ہم بقا را | محبت شیشہ بشکستن قضا را
محبت بر نتابد ذکر غیرے | محبت بر کشیدن تیغِ لا را
رسی چون بر درش از من بگوئی فغاں | در اقلیمِ محبت شہریا را

حاشیہ ۵۱ منوچہر کی اولاد آتش پرست مذہب کا بانی۔
" ۵۲ ایران کا مشہور بادشاہ جو سکندر اعظم سے لڑا۔

وفا را پاسبانا پاسدارا
بدامانِ حیا پوشی خطا را
شہابا، کوکبا، شمسا مُنارا
بہ چرخِ معرفت قطبِ مدارا
شہا، بیہیم بخشا ہر گدا را
گلیمِ فقر پوشا خاکسارا
اماما، قاضیا، بحرالعلوما
نگہبانِ طریقِ مُصطفےٰؐ را
زخونِ دل وضو را تازہ دارا
نمازِ عشق از رگ رگ گذارا
ایازا، شاہ محمودا، غفورا
نیازا، ناز را پروردگارا
بہ جان تیر افگنا، پابک سوارا
بحالِ بسملان غفلت شعارا
پذیر از بینوایانت سلامے
نظر گاہے بسوی شان، خدارا

محمدؐ صدرِ محبوبانِ عالم
وصلی اللہ بر نورش وسلم

سلسلہ قادریہ محمودیہ (بواسطہ شاہ دولہ رح)

الٰہی مردہ دل را زندہ گرداں
بہ بیع مصطفائم بندہ گرداں

بحقِ نامِ خود بخشائشم کن
بیادِ خویش خوش آسائشم کن

بحق سرورِ سردارِ عالم
بحقِ آل و اصحابش بکرم

بہ مولا علی شیرِ یزداں
الٰہی عاقبت محمود گرداں

حسن بصری امامِ فقر و عرفاں
حبیب عجمی انوارِ رحمٰں

بحقِ شیخ ابو داؤد طائی
مرا سوئے خودت کن رہنمائی

بحقِ خواجۂ معروف کرخی
بہ سرّی مامن از آفاتِ چرخی

بحقِ آں جنیدِ پیرِ ابرار
بہ شیخ شبلی آں سرمست و سرشار

ابوالفضل آں بعرفاں شاہ عالی
بحق بوالفرح آں ذوالمعالی

بحق بوالحسن آں ذاتِ انور
بحق بوسعید آں شاہِ سرور

بحقِ شاہِ شاہاں غوثِ عالی
مرا در دین و دنیا اوست والی

جنابِ جاں پناہ بے پناہاں
جنابِ تاج بخشِ فرقِ شاہاں

جنابِ قبلۂ دل کعبۂ جاں
جنابِ مستطاب شاہِ جیلاں

شدہ تا مولدت اے قبلۂ جاں
حریم کعبہ دارد عشقِ جیلاں

بحق آں لوائے غوثِ اعظم
کہ بادا دائما تا چرخ چارم

ہُو بر بیشۂ ہُو مست مولا
کبیر الدین محمد شاہ دولہ

معنے گہ یادِ او در دیرہ می کرد
ز لائے لات نفیِ غیر میکرد

بحقِ شہ منور بحرِ عرفاں
بحق شاہ عالم شیرِ یزداں

بہ ملتان شیخِ احمد شاہ دین
بہ پیشاور جنید نورِ تکوین

به آن صدیقِ سرمستِ حضوری | کزو حافظ محمدؒ گشت نوری
بحق شاہ شعیبؒ آں پیرِ نورم | غیاث الدین شہِ عبدالغفورؒ م
مرا اے شاہِ جاں از روئے ایماں | مسلماں کن مسلماں کن مسلماں
بدہ جامم کہ فضلش را وفور است | غفور است و غفور است و غفور است
بحق حضرت سلطان محمودؒ | کزو گم کردگاں یابند مقصود
بیا اے ساقیِ میخانۂ جود | کہ محتاجم بیک پیمانۂ جود
خداوندا بایں حضرات مغفور | مبارک ذاتہائے نور پر نور
بفضل خویش حاجاتم رواکن | بلطف خویش، دردم را دواکن

دیگر

(از جناب شاہ عبدالوحید بہاری قادری)

بحقِ عظمتِ تو یا الٰہی | بحق ذاتِ پاکِ تو کماہی
بحقِ رازدارِ قابَ قوسین | محمد مصطفےٰ سلطانِ دارین
بحق حضرتِ مولائے الموالی | علیؓ عالیِ اعلی الاعالی
بحق خواجۂ ذوالفضل والجود | حسن بصریؒ کہ پیرِ اولین بود
بحق واقفِ رازِ محبت | حبیب عجمیؒ شیخ طریقت
بحق خواجۂ داؤد طائیؒ | ضیائے آفتابِ پارسائی

---

۵۱ مندرجہ بالا شجرہ "مناقب محمودیہ" اور حضرت شاہ دولہؒ کے مزار مبارک پر لکھے ہوئے شجرہ سے اخذ کیا گیا ہے۔ بہ ایماء حضرت سجادہ نشین صاحب بعض اشعار زائد سمجھتے ہوئے ترک کر دیئے ہیں اور بعض میں صرف ذراسی ترمیم کر دی گئی ہے (حاشیہ صفحہ ۳۹۴)

بحق خواجهٔ معروف کرخی
الہی دور کن آفات چرخی

بحق سری سقطی الہی
مرا کن محرم ہر شئے کما ہی

بحق مرشدِ ارباب ایماں
جنید سرورِ اصحاب عرفاں

بحق مست صہبائے طریقت
جنابِ شیخ شبلی پاک سیرت

بحق شیخ ارباب فضائل
ابو الفضلِ تمیمی خوش شمائل

بحق شیخ طرطوسی ابو الفرح
کتابِ معرفت زو یافته شرح

بحق بو الحسن قرشی که عرفاں
پذیرفته ازو نورِ نمایاں

بحق بوسعید آں ازمخرّم
که بوده نورِ عالم جانِ عالم

بحق غوث و قطب کہف دوراں
جنابِ محی دین آں شاه جیلاں

بحق آنکه بوده قطبِ اقطاب
جنابِ شاه دوله ماهِ پنجاب

بحق حضرتِ شاهِ منوّر
که فی الواقع بُده ماه منوّر

بحق آنکه مردِ معنوی بود
جنابِ شاهِ عالم دہلوی بود

بحق شیخ احمد قطب ملتان
که بُد در ذاتِ او انوارِ عرفان

بحق آں جنید شاه امجاد
که پیشاور ازو شد مثلِ بغداد

بحق مرشدِ اصحابِ تحقیق
که اسمِ پاکِ او بود است صدیق

بحق حضرت حافظ محمد
مکرم ہم معظم ہم مجدد

بحق آنکه فیضش نورِ غیب است
مقدس نام او شاه شعیب است

بحق قطبِ عالم غوثِ دوراں
جنابِ آخوند صاحب شمس عرفاں

ہمه گیتی ز فیضش پُر ز نور است
مقدس نام او عبد الغفور است

بحق کہفِ گیتی مرشدِ ما
جنابِ قطب وقت و نور مولیٰ

جنابِ قاضی سلطان محمود
که آواں بہر ما شد گنجِ مقصود

سپے ایں دستگیر دیں پناہی　مرا آں دہ کہ آں بہ یا الٰہی
بکن فیروز در دنیا و در دین
فآمین ثم آمین ثم آمین

دیگر

از قاضی طلاء محمد پشاوری

یارب بجلال و جمال خود، بر بندہ زار و حزیں مددے
وز بحر عطاء نوال خود، بر تشنۂ ماء معین مددے

اے مفخر کل ولی شاہ رسل، ظاہر ز تو شد ایں جملہ سبل
از نور تو شد پیدائش کل، اے مہبط روح امیں مددے

لولاک طرازی سر تاجت، برتر ز فلک شد معراجت
توحید الٰہی منہاجت، از لطف بریں مسکیں مددے

اے صفدر و حیدر شاہ علیؓ، اظہار کرامات تو جلی
مولا و مطاع کل تو ولی، اے صاحب تاج و نگیں مددے

اے آنکہ وحید اند عصری، در علم و معارف لاحصری
شیخ کامل حسن بصریؒ، اے قدوۂ اہل یقین مددے

اے صدر نشین مقام کرم، ہے محرم محفل فیض اتم
سلطان جہان و حبیب عجم، اے جالس علیین مددے

اے آئینۂ انوار نبیؐ، از جملہ جہاں خوش منتخبی
داؤدؒ ہمیں طائی نسبی، اے مفخر اہل زمیں مددے

اے قُدوۂ دُودۂ عزّ و کرم، مکنونِ ضمیرت بحرِ حِکَم
معروفؒ ز کرخ ملاذِ اُمَم، اے ناصرِ دینِ متیں مددے

اے آنکہ بری از ہر غلطی، در علم و عمل زیبا نَمَطی
سلطانِ جہاں سَرِیِ سَقَطیؒ، بر زُمرۂ معتقدیں مددے

اے شیخ جنیدؒ مفیضِ کرم، سالارِ جہان و امامِ امم
بغداد ز تو شد رشکِ اِرَم، اے سرورِ عرش نشین مددے

بوبکرؒ مہیں سامی رُتَبا، در اہلِ صفا شبلیؒ لقبا
عالی نَسَبا والا حَسَبا، خورشید سپہرِ یقیں مددے

اے بر شرفت عالَم شاہد، کس نیست بتو ہرگز جاحِد
مخدوم جہاں عبدالواحدؒ، اے سرورِ صدر گُزیں مددے

اے یوسفؒ مصرِ جمال و بہا، اے واقفِ ذُروۂ عزّ و علا
طرطوسیؒ ز تو شد نور افزا، اے سرورِ اہلِ یمیں مددے

اکسیرِ شرف خاکِ قدمت، عالَم ہمگی غرقِ نعمت
اے بوالحسنؒ از لطف و کرمت، بر جانبِ ملتمسیں مددے

خورشیدِ ہُدیٰ مقبولِ خدا، اے جالسِ صُفّۂ صدق و صفا
اے فخرِ مخرمؒ قبلۂ ما، اے مالکِ حبلِ متیں مددے

اے از تو کرامتہا صادر، در جملہ جہاں مِثلت نادر
یا سیّدنا عبدالقادر، یا شیخ محی الدّینؒ مددے

اے دل تو بجزیرۂ عشق مپو، سلطانِ جہاں شاہ علمؒ بجو
وآنگہ بعجز اعتنا میگو، کای شاہِ صدر نشیں مددے

بر من بنود یک جو ہنرے، از صدق و صفا ہرگز اثرے

اے شاہِ منوّر کن نظرے، وے مونسِ کمترین مددے
تا کے ز الم این سان حالم، تا کے ز خطر شبہا نالم
اے فخرِ جہان شاہ عالم، بر خستہ وزار غمین مددے
از فرطِ حیا کانِ ادبی، وز عزّتِ شرف عالی نسبی
در اہلِ صفا احمد لقبی، بر عرش امین ومکین مددے
اے شیخ جنیدِ خجستہ لقا، وارم زتو چشمِ لطف وسخا
للہ زکمالِ نوال وعطا، اے مرشد وشیخ مہین مددے
اے شیخ صدیقِ جہان سرور، وز صدق وصفا مشہور سمر
ہستیم کنون در خوف وخطر، اے صاحبِ حصنِ حصین مددے
اے شیخ محمد آقا ایم، آشفتہ شدہ از غم ہایم
سرگشتہ بتیہہ خطا ہایم، اے حافظِ نورِ مبین مددے
اے شیخ شعیب ولیِ اجل، اے آئینۂ اسرار ازل
در خاطرِ من صد رنج وخلل، اے سرور وصدرِ یقین مددے
اے عبد غفورِ خجستہ نشان، فائض بتو شد این جملہ جہان
صات از قدمِ تو نظیرِ جنان، بر حالِ طلائے حزین مددے
تو ذاتِ خدا را آیاتی، تو مظہرِ قاضیِ حاجاتی
سلطان محمود مقاماتی، ای قاسمِ نورِ یقین مددے

ماخوذ از عروۃ الوثقیٰ صفحہ ۲۰

نوٹ:- آخری شعر حضرت قاضی طلا محمد پشاوری کا نہیں ہے انکا سلسلہ صاحب صوات رحمۃ اللہ علیہ پر ختم ہو جاتا ہے۔

قاری[1] پسند پنجابی[2] سلسلہ

کون کِتھے موجود اے تیں بِن، کی کہ ترھ پُکاراں

بن مرشد توحید نہ پگدی، علم ڈُبّے منجدھاراں

اسم مُسمّیٰ حرف خیالی، ذات قدیم حقیقی

لَا اِلٰہَ چھُپ[3] چھپ دسدا، اِلَّا اللہ اظہاراں[4]

تُنزّلُ الرّحمۃ عِند ذِکرِ الصّالحین

جیتر چڑھ عرشاں تے احمدؐ، شوقوں عبد کہاوے

مَا اَوحیٰ دی رمز علیؓ جی، دسّن نال اشاراں

---

۱ متقرب سنگی قاری محمد انوار صمدانی ایم اے، ایل ایل بی (علیگ) ایڈووکیٹ اس شجرہ کو شوق سے پڑھا کرتے ہیں۔ یہی وجہ اس کے یہاں درج کرنے کی ہوئی۔ ۲ شاعر نے تو پنجابی زبان میں اسلئے لکھا کہ سنگی حضرات اکثر پنجابی ہیں وہ بھی بخوبی سمجھ سکیں۔ لیکن اب تو ہمارے ملک میں پنجابی اکاڈمی بھی قائم ہو چکی ہے اور بعض ادیب اس قسم کے مضمون بے باکی سے لکھتے ہیں کہ اردو زوال کے وقت کی زبان ہے پنجابی نے اسے شادابی بخشی! سخن فہمیٔ عالم بالا کا شکریہ، کہ ہمارے پنجابی اشعار گنواری بولیاں نہ کہلائینگے ۳ چھپ چھپ اس لیے کہا کہ شرک کے لا تعداد اور نہایت مخفی اڈّے ہیں۔ مرشد اُن کا سراغ لگا کر مرید کو باخبر کرتا ہے اور پھر ایک ایک کا استیصال کرواتا ہے ۴ جب شرک خفی ناپید ہو جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی ہستی از خود نمایاں ہوتی ہے کیونکہ اُس کی ذات حقِ مبین ہے چنانچہ مقولہ ہے العالمُ هُوَ المعقُول وَاللہ هُوالمحسوس۔

کسی تے کھولدے ساقی، بصری دا مے خانہ
بیخود ہو ہو حبیب عجمیؒ نے، جام صراحی والا
جیہڑا تپے اِک عشق تپاتی، بوہسڑ داؤد طائیؒ
مرشد عارف کرخیؒ جہے، سانبھے دل نگاراں
ہاڑ ہنواڑے تے ہجر دی سختی، آمل سری سقطیؒ
گوڑھ بغداد جنیدؒ جہے وہتے، پی کوثر من ٹھاراں
ساون بوسے مُکے بجلی، شبلیؒ جہے دو بارے
پھٹن سوک تمام تمیمیؒ، پُھلن باغ بہاراں
بھادوں بھا برھوں چا پھوکے، ابوالفرح طرطوسیؒ
ابوالحسن ہنکاریؒ اوہلے، کھیلے یار کھلاراں
اسو آس امید ہے تیں تک، ابوسعیدؒ مبارکؒ
عبدالقادر غوث الاعظمؓ، میں کی نذر گذاراں
تیرے نینیں قدرت جھلکے، حسن دے پا کے ٹورے
نال تبسم میں ول تک کے، عیب چھٹن بدکاراں
کتک کتاں بھونسیں پاواں، شہ معلہؒ تکن
وچ تصور شاہ منور، نت اٹھ کاگ اڈاراں
مگھر گھر شہ عالمؒ آئے، دتی جشن مناوے
شیخ احمدؒ ملتانیؒ پی گئے چڑھ گئی پینگ ہلاراں
شیخ حمیدؒ پشوری دے ہتھ، پھر ایہہ دولت آئی
شوق حضوری در کھڑکائے، کھلے گنج ہزاراں
پوہ پئے صدیق نے جھلے، ہتھ دے تن سنگسوریؒ

ہر گھاٹی چڑھ عشق کمایا، گونج اُٹھے کہساراں
مانگھو محمدؒ تاہنگ جگائی، رمز الست چلا کے

شاہ شعیبؒ آکھو لکھے دس جا، رونا نال دیاں کاراں
بھاگن ساجن آخوند بن کے، صاحب صولت سہاگے

حضرت قاضیؓ فقر دے غازی، تیز چلن تلواراں
جس جلوے نے طور جلایا، اوہ دھر رکھے نینیں

عشق لگائے لو نبوتاں ایہہ، کھیلن نال انگیاراں
لوح محفوظ جبین دسے، قرآن کھلا رخسارے

جمّی حمیت اَن عشوے عمر ہے، کُن فیکون گفتاراں
شن سلطانؓ محمود منقلما: میں ڈگیا اسفل وچے

کد نکلاں، کد ویکھاں تینوں، پیا بلکاں گلکاراں
تیرے گھاٹ کرامت ویکھی، مونہہ کالا لے نسیا

ظاہر باطن اُجلا کر دے، بن پنڈے دیاں ماراں
تُنکے سخی سلطان اوانی، پھڑ کاسہ دَر مُلیا

کون مُڑے در بار توں خالی، مُوڑ مڑا لکھ جگاراں

صاحب حاضر الوقت

اک محبوب دُھراوں بن آئے، کیوں نہ بھجے چیرائی

(شہ صفو ۴۰۱) حضرت محمد صدیقؒ تین سلسلوں میں صاحب خلافت ہیں قادریہ، نقشبندیہ اور چشتیہ۔ جنکی تفصیل آگے شجروں میں درج ہے

۔ شہ ۔ اول سے ۔

امرت عشق گھٹی[شہ] وچہ مِلیا، اُچیاں ایہ سرکاراں

عرضِ حال

پتیم تیریاں راہاں تکیاں، پچھیاں ہر منزل تے
میں پہنچا، نہ توں آ ملیا، میں بیٹھ اُڈیکاں ویکھاں

شہ گھٹی اس رعایت سے بھی کہا گیا کہ شیر خوارگی میں ہی بوجہ فوتیدگی والدہ ماجدہ غریبؒ نواز کی پرورش میں آ گئے۔

سلسلۂ قادریہ رزّاقیہ نسبیہ

"اسمائے مبارک سلسلہ قادریہ نوشتہ دیدہ کہ آبائی نسبی این عاصی مستفیض کمالات ازاں حضرات گشتہ و قدرے قلیل بایں عاصی ہم رسیدہ بوساطت حضرت حافظ محمدؒ محفوظ کہ جد جد حقیقی است برائے تبرک و تیمن نوشتہ شد۔
الحاق این اسماء بایں حضرات رزاقیہ بنا برآں مکتوبے کہ بقلم فیض رقم حضرت والد ماجد مرحوم مرقوم بود۔ واللہ اعلم
سلطان محمود شہر ربیع الثانی ۱۲۱۳ھ

بحق آں لوائے غوثؓ اعظم | کہ بادا دائماً تا چرخ چارم
جنابِ غوثِ عالم قطبِ آفاق | پناہِ بے پناہاں عبدِ رزاقؒ
بحق شاہ ابوصالحؒ منوّر | شہاب الدینؒ احمد شاہ سرور
شرف الدینؒ یحییٰ نورِ نوراں | بہ شمس الدینؒ، محمد ماہِ تاباں
علاؤ الدین علی شمسؒ جہانے | بہ بدر الدینؒ بدرِ لامکانے
شرف الدین یحییٰؒ پیرِ عالی | شرف الدین قاسمؒ ذوالمعالی
بحق شہ حسینؒ آں نورِ احسن | محیطِ لجۂ انوار ذوالمن کہ
بعبد الباسطؒ آں شاہِ کونین | بہ عبد القادرؒ آں فخر دارین
مربّی ابرِ رحمت شاہ محمودؒ | بہ عبد اللہؒ شاہِ ذاتِ مسعود
بحق شاہ حسنؒ ذی اقتدارے | کزو کون و مکان را افتخارے

محمدؐ غوث اہلِ دین و دنیا ‌ ‌ شرف الدین شرفِ ملک اعلیٰ
بحق آں جمالِ ذوالجلالے ‌ ‌ جمیلِ یادگارِ ذی کمالے
بہ محفوظ و حفیظ حق رحمٰن
غلام جیو محمدؐ لطفِ یزداں

نوٹ:۔ غلام محمد صاحبؒ کے بعد ان کے بیٹے غلام مصطفےٰ صاحبؒ اور ان کے بعد جناب غلام غوث صاحبؒ ہوئے ہیں۔ جو حضرت قاضی صاحب غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد تھے۔

سلسلہ گدائیہ

بآں شہبازِ ملتانی کہ مہ رویان عالم را ‌ ‌ بہ آتش بجرہا بخشید زاں شد لوکہ لالا
بآں اہل المقابر کاند مشہور ہیں برنہ گزہا ‌ ‌ ازیشاں شاہ لنگہ بجر ذخار است از اعلیٰ
بہ چوگانی و در موٹا بہ آہی ہم دگر ہو شیخ ‌ ‌ صلوٰۃ اللہ تسلیمہ علیہم خارج از احصا
بآں پیل دمان و شیرِ غزاں شیخ عبداللہ ‌ ‌ ثمیں و یتیم قوسانی مہین صدرِ اوادنیٰ
بآں ہمائے ذخار کہ امواج اُحدیت از وحدت ‌ ‌ جمالش را جلال است ایں محالِ قالِ انساں لالا
بآں دُرِ حقیقت معدن اسرارِ لاہوتی ‌ ‌ جمیل ذوالکرم کز جود دریائے است گوہر زا
بہ محفوظ و حفیظ آں کشتگان خنجر لائی ‌ ‌ غریق لجہ عرفاں حریقِ آتشِ سودا
بآں حضرت کہ از حیرت غلامِ او منزہ تن شد ‌ ‌ بفتراک محمدؐ کوست صاحب افسرِ اوحیٰ
بآں شیخ المشائخ قطب حق محبوب سبحانی ‌ ‌ شہاب الدین عمر امش عطا گشتہ در از اللہ
بآں غوث الخلائق قطب حق محبوب سبحانی ‌ ‌ کہ شہباز است در لاہوت و در جبروت بے ہمتا

بآں شیرِ خدائے غالب مطلق علی الکفرہ ‏ ‏ ‏ که رضوان و تکرم باد بر وے خارج از احصا
بآں خیر الخلائق سرِ حق و باعثِ تکوین ‏ ‏ ‏ که بر اثباتِ او کافیست شاہد عدل لولاؔ
بہ مسکینے غریبے بیکسے لاچارہ مجبورے
ترحم کن الٰہ العالمین فاغفرہ وارحمنا

در مدح بزرگانِ سہروردی ملتانی

غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ مندرجہ ذیل اشعار پڑھا کرتے تھے :-

اے واقفِ مخفی رازِ شہا ‏ ‏ ‏ در علم و عمل ممتاز شہائے
بر عرشِ بریں شہباز تنہا ‏ ‏ ‏ اے غوث بہاؤ الدین رضی مددے
اے اعلیٰ درِ عرفان تو ئی ‏ ‏ ‏ شہزادۂ غوثِ زمان تو ئی
الحق چہ عالی شان تو ئی ‏ ‏ ‏ اے عارفِ صدر الدین مددے
بو الفتح فتوح الغیب تو ئی ‏ ‏ ‏ قطب العالم، لاریب تو ئی
از روزِ ازل بے عیب تو ئی ‏ ‏ ‏ اے بانیِ رکنِ دیں مددے

اشجار الاسماء

حضرت سلطان محمود غزنیوار رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری حاضری میں "صاحب صوات" نے قادریہ سبق "الا اللہ" پڑھانے کے بعد آپ سے پوچھا کہ "تمہارے پاس شجرہ ہے؟ آپ نے عرض کی کہ نہیں۔ حضرت اخوند صاحب رح نے اپنے حجرہ مبارک کے محافظ خلیفہ درباری سے فرمایا کہ ہمارے سلسلہ کا ایک ورق میاں احمد بخش پشاوری کا چھاپا ہوا مولوی کو دے دو۔ اور زبان مبارک سے فرمایا کہ ہمارے پیر بابا ڈوڈیری رح اُنکے پیر حافظ محمد ہشتنگری رح اور ان کے پیر محمد صدیق پشوائی ہیں" (مناقب محمودیہ قلمی صـ۱۲۳)

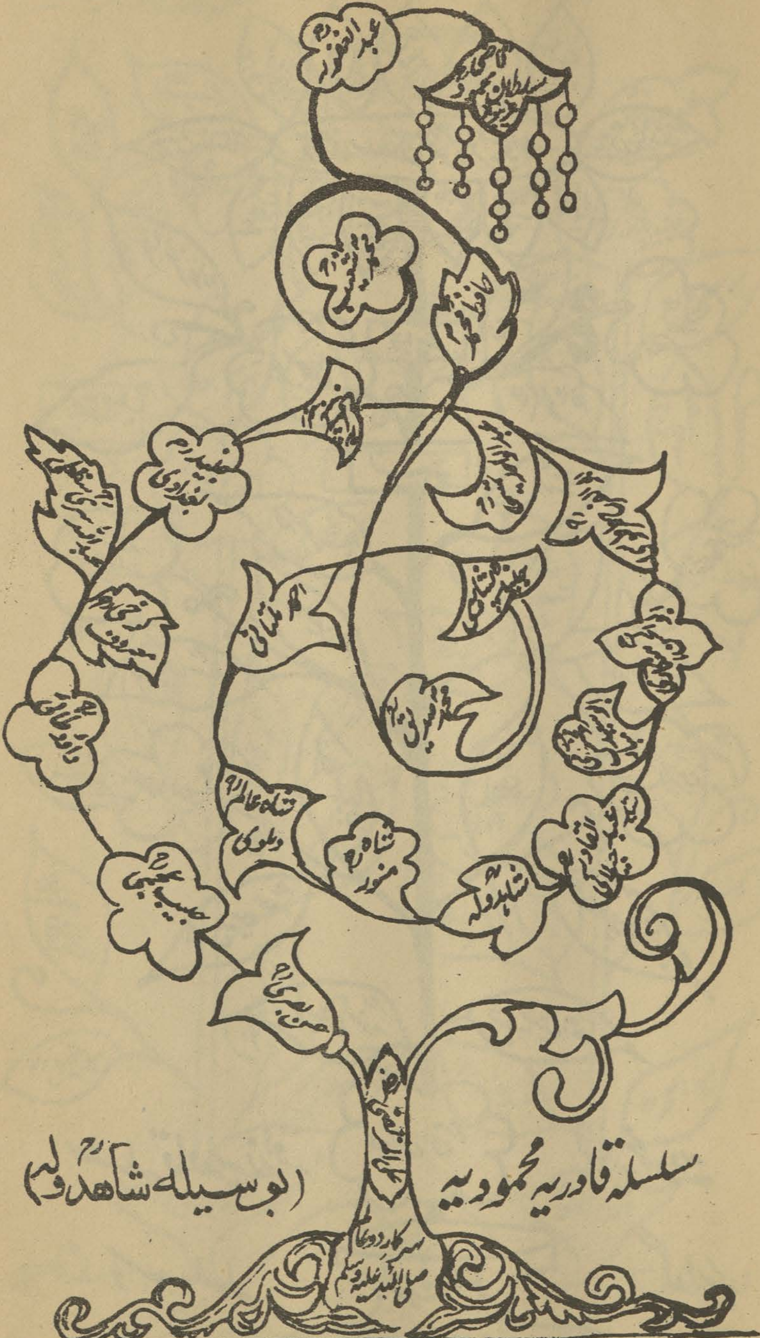
عروۃ الوثقیٰ قلمی صـ۱۳۰، صـ۱۱۱ پر بحوالہ میاں احمد بخش بہ " ارشاد از جانب مولانا حضرت شیخ عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ " جو سلسلے درج ہیں، انہی کے اسماء گرامی ان اشجار میں درج کیے گئے ہیں۔

ان اسماء کو برائے قضائے حاجات حسب ذیل طریق سے پڑھتے ہیں۔

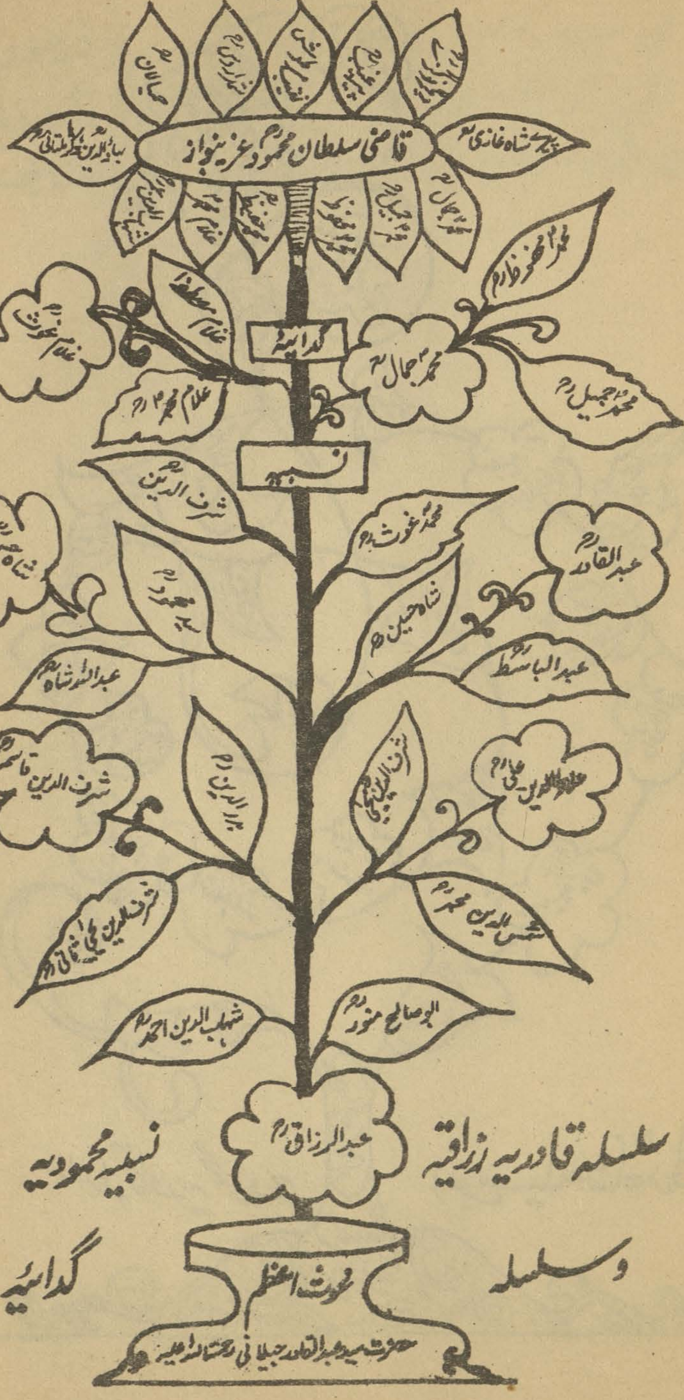
الٰہی بحرمت یا حق یا بحرمت راز و نیاز کہ حضرت شیخ ...... یا تو داشت (مشائخین سلسلہ کا یکے بعد دیگرے نام لے) حضرت اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ کے بعد کہے۔

الٰہی بحرمت ھادی السبل افضل الرسل حضرت محمد مصطفےٰ واحمد مجتبےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم

من بیچارہ را تقصیرات دینی و دنیوی عفو گرداں و از شفاعت رسول مقبول محروم نسازی یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ اَنْتَ وَلِیٌّ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ط



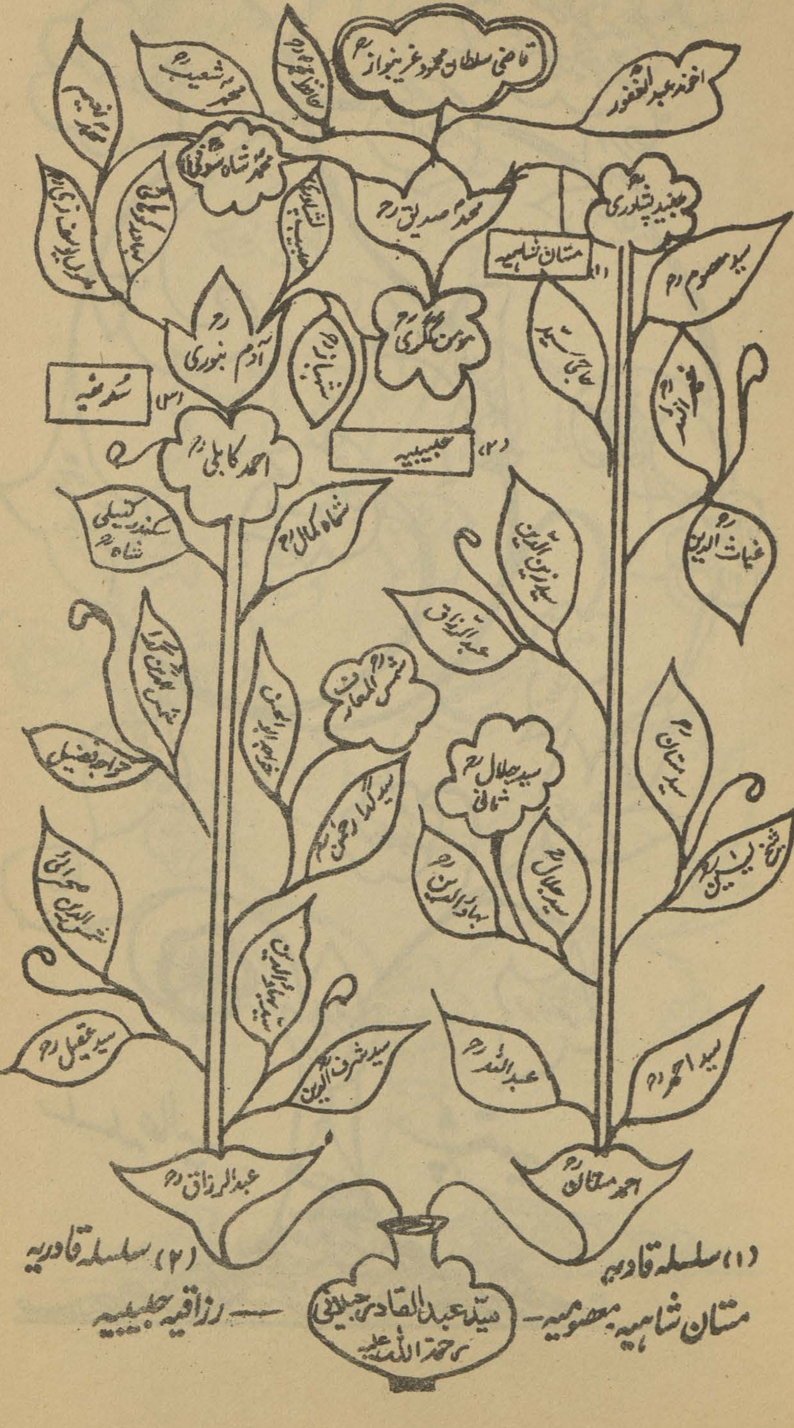
سلسلہ قادریہ محمودیہ (بوسیلہ شاہد ولیؒ)

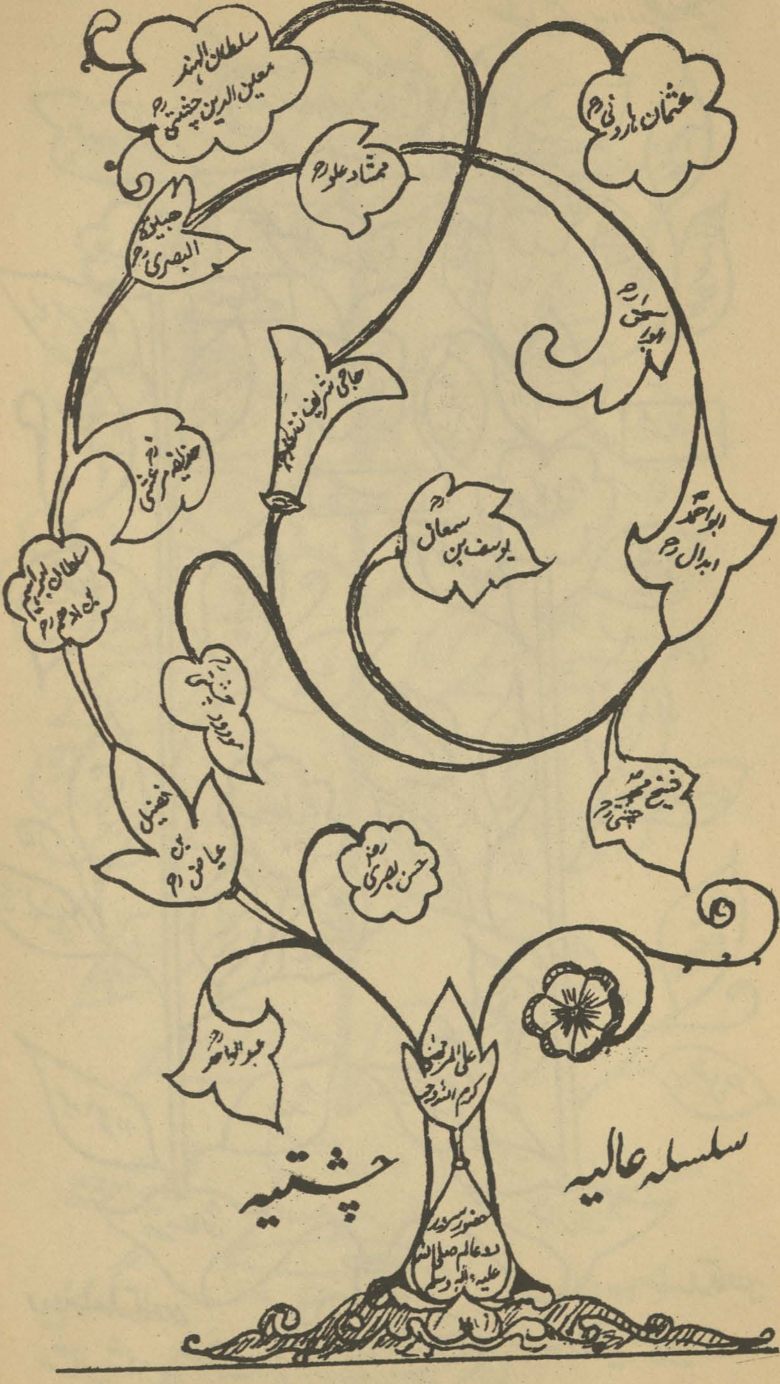


سلسلہ قادریہ رزاقیہ نسبیہ محمودیہ

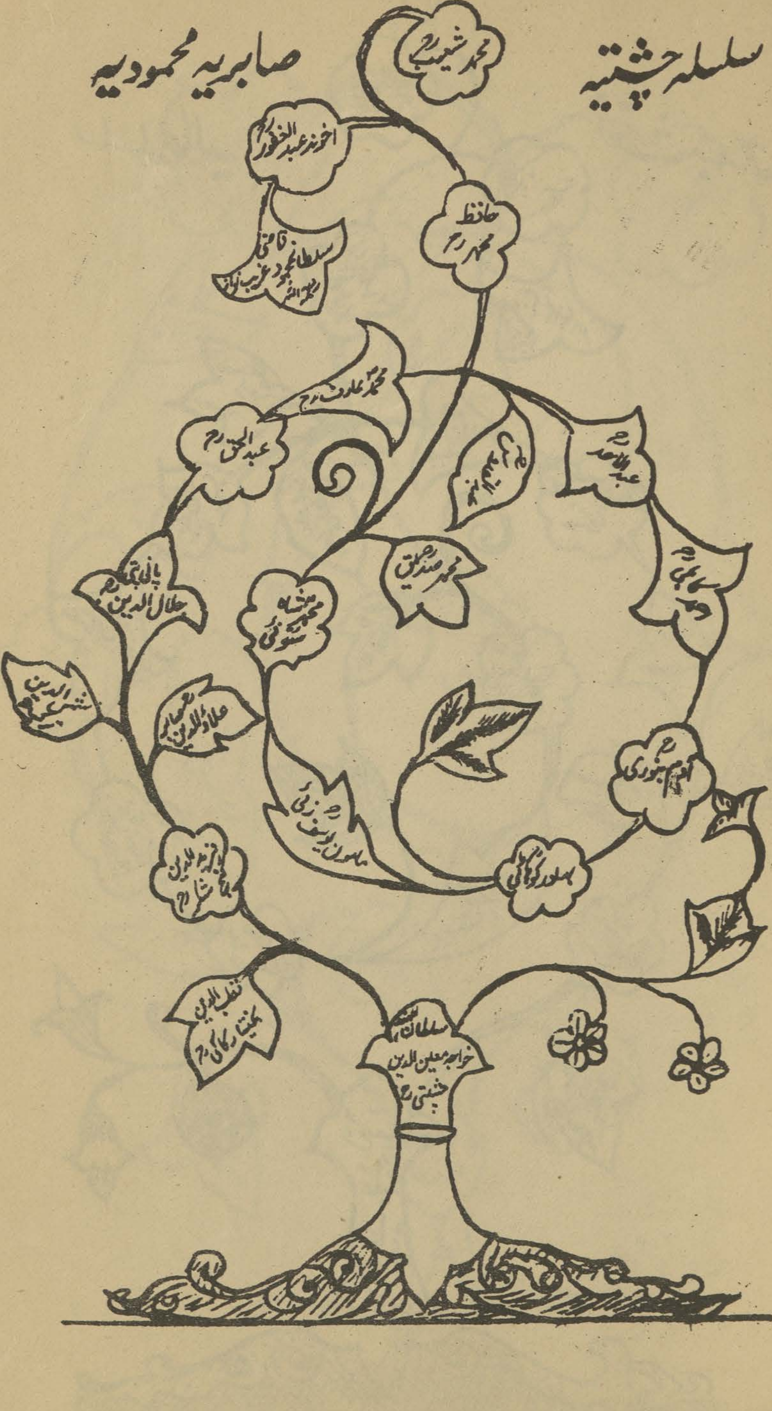
وسلسلہ گدائیہ

سلسلہ قادریہ :- رزاقیہ سدونیہ

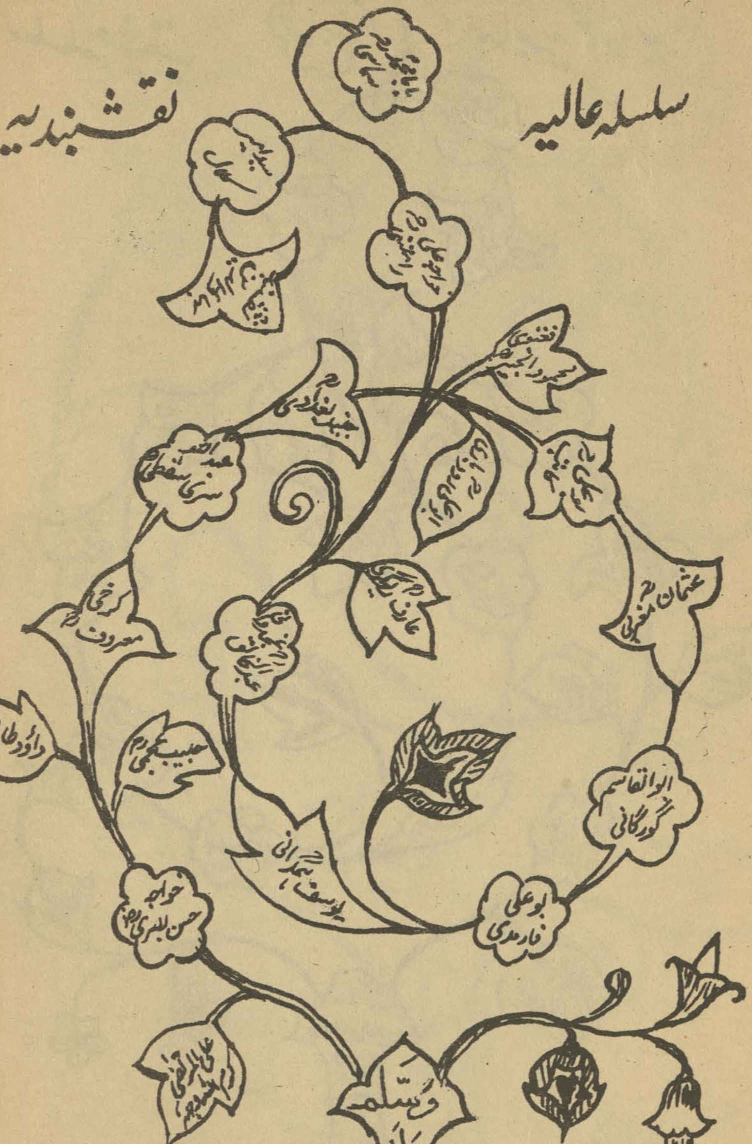


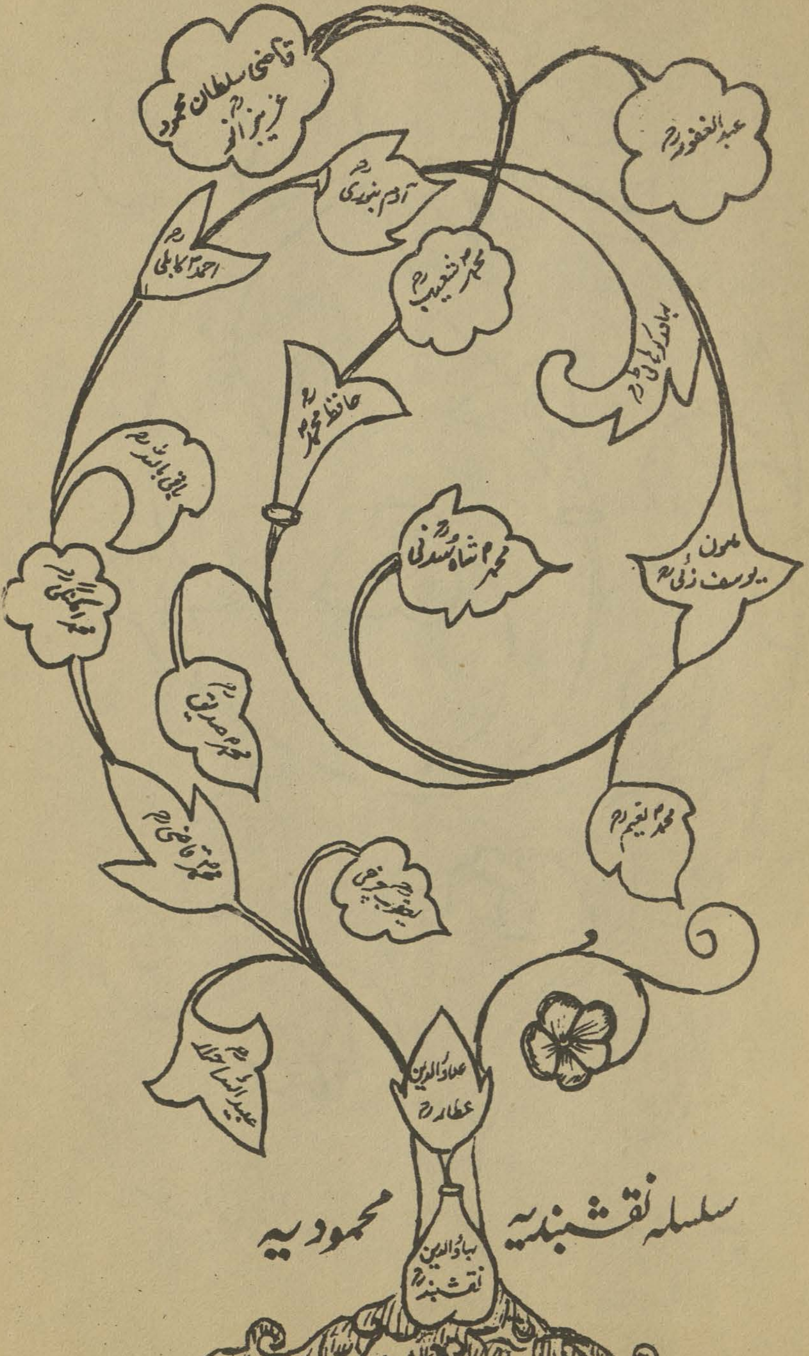

سلطان الہند معین الدین چشتی رح
عثمان ہارونی رح
ممشاد علو رح
ہبیرۃ البصری رح
ابو اسحٰق رح
حاجی شریف زندنی رح
حذیفہ مرعشی رح
یوسف بن سمعان رح
ابو احمد ابدال رح
سلطان ابراہیم بن ادہم رح
خواجہ مودود چشتی رح
فضیل بن عیاض رح
شیخ محمد چشتی رح
حسن البصری رض
عبد الواحد رح
علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ
حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سلسلہ عالیہ
چشتیہ

سلسلہ چشتیہ صابریہ محمودیہ

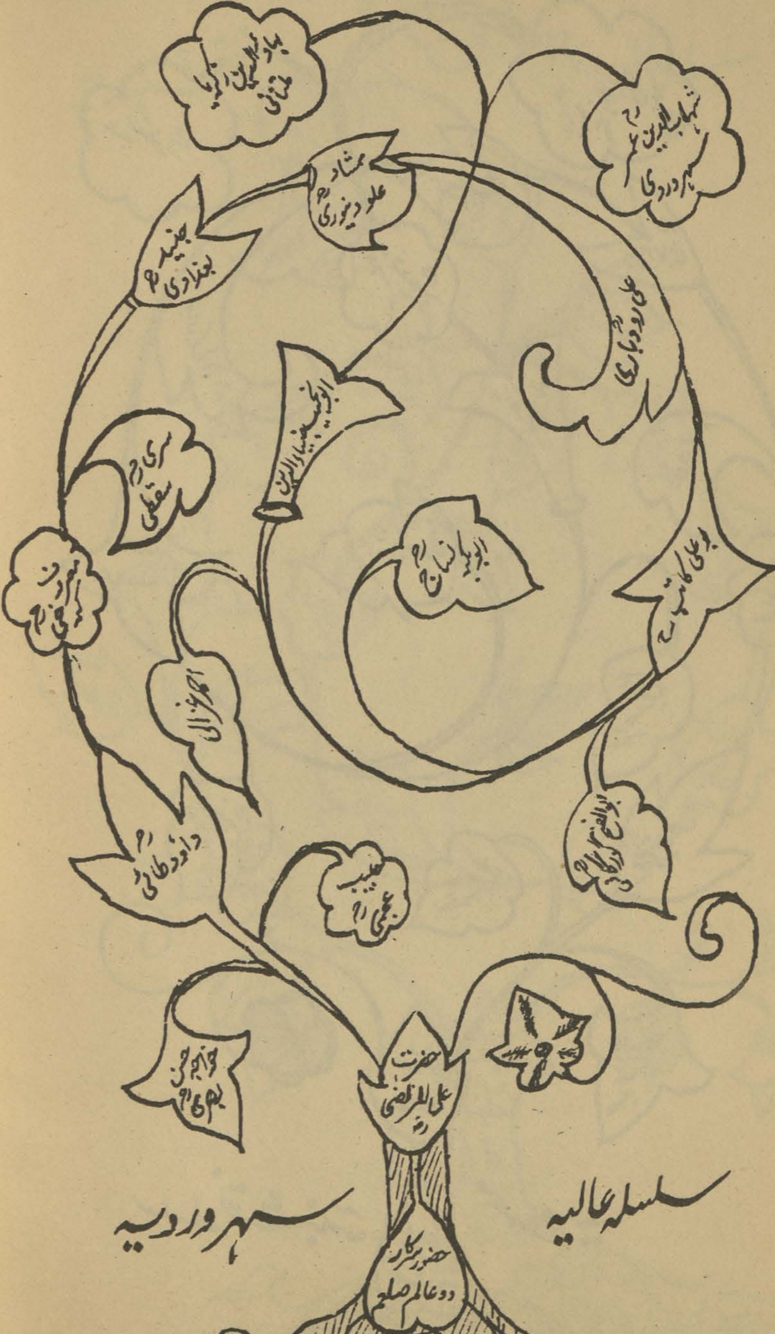


سلسلہ عالیہ نقشبندیہ





سلسلہ نقشبندیہ محمودیہ


حضور سرکار دو عالم صلعم
حضرت علی المرتضیٰ رضہ
خواجہ حسن بصری رح
حبیب عجمی رح
داؤد طائی رح
معروف کرخی رح
سری سقطی رح
جنید بغدادی رح
ممشاد علو دینوری رح
احمد غزالی
ابو نجیب ضیاء الدین
شہاب الدین عمر سہروردی رح
بہاؤ الدین زکریا ملتانی
علی رودباری رح
ابو علی کاتب رح
ابو القاسم گرگانی رح
ابوبکر نساج رح
سلسلہ عالیہ سہروردیہ

پندرہواں باب

ضمیمے

نشاطِ روح ازیں اسباق بادا!
مفیدِ کار ایں اوراق بادا! (حسن قریشی)

اوراد قادریہ

اوراد بطریقۂ حضرات قادریہ جنیدیہ محمودیہ زاد منفعتہا، و آن ہشت سبق اند:-

الاول :- نفی و اثبات :- لا الٰہ الا اللہ
الثانی :- مجرد اثبات :- الا اللہ
الثالث :- مراقبہ یا حبس نفس۔ اسم ذات با دل بخواند۔
الرابع :- اسم ذات یا اللہ
الخامس :- ھو

السادس: اَللّٰه هُوَ

السابع: هُوَ اللّٰه

الثامن:- انت الهادی انت الحق لیس الهادی اِلّا هو ط اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وآلہ وعترته بعدد کل معلوم لک (داخل درسبقها نیست)

طریقۂ ختم سورۂ یوسف شریف وادائے زکوٰۃ آں درسیزدہ روز هر روز سیزدہ بار بخواند۔ بعد ادائے زکوٰۃ شیر وبرنج بر مساکین قسمت کند و مدام یکبار وظیفه لازم گیرد۔ طریقش اینست:- اوّل درود شریف بخواند۔ وشروع کند وکلمه ویتم نعمته یازدہ بار بخواند وبر کلمه ان ربک علیم حکیم د یا اللّٰه۔ یا رحمٰن یا رحیم ببیلت ویکبار بخواند وکلمه واللّٰه المستعان علی ما تصفون صد بار تکرار کند وکلمه واللّٰه غالب علی امرہٖ یازدہ بار۔ وبر کلمه لا یفلحون الظالمون سه بار - لا اله الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین۔ وکلمه هو السمیع العلیم یازدہ بار۔ وبر کلمه هو اللّٰه الواحد القهار هفت بار بخواند یا مالك الرقاب یا هادم الادوار یا مسبب الامور سهل لنا من الامور سببًا لا نستطیع له طلبًا بفضلك وجودك واحسانك وانعامك وبر کلمه ان اللّٰه لا یهدی کید الخائنین یکبار یا حیّ یا قیوم لا اله الا انت وبر کلمه انی حفیظ علیم یا روح الارواح یا واهب الارتیاح ویا ریحان المرتاح

یا فتاح کل امر لا توصف من حله مفتاح افتح لعبدک ابواب فضلک وکلمه فالله خیر حافظا الخ صد بار وکلمه فلما آتوه موثقهم تا وکیل یازده بار وبر کلمه فهو کظیم ده بار - لا اله الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین وافوض امری الی الله ان الله بصیر بالعباد وکلمه یغفر الله لکم وهو ارحم الرحمین صد بار وبر کلمه خروا له سجدا سجده کند ده بار درود شریف یازده بار حسبی الله لا اله الا هو علیه توکلت وهو رب العرش العظیم ده بار نصر من الله وفتح قریب وبشر المومنین وبر کلمه هو العلیم الحکیم یازده بار یا لطیف الطف بی وبوالدی ووالدتی واولادی فی جمیع الاحوال کما تحب وترضی انک انت التواب الرحیم وکلمه انت ولیی تا بالصلحین صد بار بخواند - فقط (عروة الوثقی صـ ۱۱۹-۱۱۸)

اسد العساکر حضرت پیرے شاہ غازی عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

از رشحات قلم حضور عزیز نواز رحمۃ اللہ علیہ

بداں العزیز اسعدک اللہ فی الدارین کہ حضرات جدبہ اگرچہ ہر یک از ایشاں معدن فیوض ظاہر و منبع فیوض باطن بودند چنانچہ کتب محررہ موجودہ ایشاں شاہد دعوی اول و حضور اں مزارات پرنور ایشاں اہل حضور و نظر را شاہد دعوی ثانی است

اما یک گلبن ازیں گلستان بل گلشنے ازیں بوستاں کہ زبان خامہ و خامہ زبان از تحریر و تقریر مقالات و تحریر کمالات ایشاں قاصر، معذور است کہ نبذے از حالات و شطرے از جذبات ایشاں دل مردہ و زبان فسردہ را جانے تازہ بخشد و اسم مبارک آں ہمائے اوج کبریا و شہباز ہوائے علا حضرت عبد اللہ جیو است ادام اللہ ظلال نوالہ علی رؤس المعتقدین و حضرت ایشاں نبیرہ حقیقی است حضرت حافظ محمد جمیل جیو مرحوم صاحب مزار مقبرہ داداشہید و گویند اسم والد مبارک ایشاں حافظ محمد حفیظ جیو مرحوم رحمہم اللہ ابداً بود۔ کہ مدفن مبارک ایشاں موضع ٹھٹھہ موسے بجوار مزار پاک جد امجد خویش حافظ محمد جمال جیو مرحوم است رحمہم اللہ عن اسلافہم و اخلافہم۔ اگرچہ اصل زبان آں شہباز اوج لامکان و باقی حضرات علیہم الرحمۃ ہندی بود مگر بعض الفاظ و اضافات

مخصوصہ او چونکہ از محل و اقسام و ابراز معانی خویش بہ نسبت ہریک مخل بودند۔ ترجمہ فارسی اختیار نمود۔ و بعض بعض الفاظ بعینہٖ تبرکاً و تیمناً آوردہ شد بفضل اللہ و عصمتہٖ

بداں اے عزیز! وقتیکہ آں مہر انور از افق اقبال و اختر از برج افضال طلوع و مطوع فرمود و جد امجد حقیقی ایشاں را خبر کردند۔ بمجرد نظر بر جبیں ماہ مبین و اطہر او بفراست قلبی فہمیدہ والدہ ماجدۂ ایشاں را مخاطب نمودہ فرمودند کہ بی بی فلانہ طفلکے عزیز تو بکی سلاح دار و مرد جنگی معلوم میشود۔ در تربیت و حفاظت او رعائیت بمنوط داری یعنی نجش او را مجوز نباشی۔ و در سنِ طفولیت مجذوب الحال بودند و ہمراہیان لہو و لعب را چہ کہ و مہ از زد و کوب فرق نداشتند و باعث شور و شغب و بے آرامی والدہ مرحومہ می بودند واما بسبب قول جد امجد تحمل شاق می کردند جزاہم اللہ۔

روزے سوار اسپ عجیب بالباس فاخرہ ذی القیمت در راہے ملاقی شد۔ ردا ریشمی قیمتی اورا دیدہ فرمودند اے سوار ایں سلارا مرا بدہ۔ چونکہ سلا را بعرف عوام یک قسم جامہ کہ از ریسماں سیہ و سپید یا سرخ و سپید و لباس غریباں و عاجزاں می باشد آں سوار را ازیں نسبت جامہ معزز و گراں قیمت اورا قدرے رنجشے آمد گفت مسلا نادان! شاید دیگرے ہم گفتہ باشد۔ چند قدمے نرفتہ کہ ساق

اسپ او دوپاره و جُدا شد۔ ناچار از اسپ فرود آمده تلاش ایشاں نمود۔ لیکن فائدہ نداد۔

وحضرت ایشاں را در ایام صبا غلبہ حال چناں بود کہ فرق قلیل وکثیر وکم و زیادہ کم میفرمود۔ چنانچہ اگر والدہ ماجدہ مرحومہ را بجہتہ تیاری یا آراستگی سقف و دیوارہا خانہ حاجتے بگل یا خاک افتادے میفرمودند میاں عبدالله، نان شما چہ طرح پختہ شود کہ دیگران ماخراب و نابود است۔ چنداں گل یا خاک انبار جمع میفرمودند کہ برائے تیاری ہمہ کافی می بود و حضرت والدہ ماجدہ میفرمودند کہ بس کنید۔ ومی پرسیدند ماؤ یعنی اے مادر چہ دیگدان راست خواہد شد؟ اوشاں میفرمودند بلی۔ تابس میکردند۔ وہمچنیں آں مکرمہ را اگر حاجتے ذخیرہ خاشاک وہیزم ہا مطبخ و نان پختن بودے۔ یکبار میفرمودند میاں عبدالله نان شما چگونہ پختہ کنیم خاشاکے نیست۔ چنداں کوششے میفرمودند کہ انبارہا جمع می شد ... بس شنیدہ میفرمودند ماؤ یعنی اے مادر نانم پختہ شود۔

حکی یومًا حین المکالمۃ مع والدتہ الشریفۃ غلب علیہم الحال وضاق لھم المجال وقال ما قال ثم طار فی الھواء وغاب فی البھاء حتی لم یسمع منہ سامرۃ ولم یخبر عنہ عامرۃ سبحان اللہ الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احدہ

تفسیر و شرح قال ما قال وغلب علیہ الحال از بزرگان خود

چنین شنیده شد - واللہ اعلم - کہ حضرت ایشاں را برادرے بود کلاں، عاقل و ذہین کہ سرانجام ہمہ خانہ و کاروبار دنیا و امامت دیہہ ونشست برخواست با آشنایان متعلق بایشاں بوفیض بخش جیو نام و دو خواہران بودند سلطان بی بی و جان بی بی مرحومہ و حضرت والدہ مرحومہ کلاں بنابر عرف خلق و عادت عوام در تربیت ملبوس و مطعوم این صاحب رعایت لحاظ داشتے - روزے جامہا این صاحب صفاسپید کنانیدہ حاضر و بر سقف خانہ استادہ بودند فرمودند ماؤ یعنی اے مادر این جامہ سپید کدام شخص راست اوشاں جواب فرمودندہ برادر کلاں شمارا ہست - بتقدیر الٰہی مغلوب الحال گردیدہ چادر خود را از طرف طولانی پارہ پارہ نمودہ بقدر دو دو انگشت یک طریز و پارہ بطرف خواہرے و باقی جملہ بطرف خواہر دیگرے انداخت - آں ہر دو صاحبان چادر پاریدہ حاضر بخدمت والدہ مرحومہ کلاں نمودند حضرت کلاں در حالت غضب فرمودہاتے میاں عبداللہ تیرا ناس یعنی ہلاک شوی - ایشاں بجواب مغلوب الحالے فرمودند ناس تیرا یعنی ہلاک تو - وتفصیل فرمودند فلاں متعلق را فلاں بلائے و دیگرے را دیگرے، و بہ تخصیص این فیجا یعنی فیض بخش صاحب را کہ بہ نعمت ہاد ناز پرورش کردہ یازدہ زخم خواہد رفت و خود ناگہاں بادے آمد در و غائب شدند کہ نہ اثرے و نہ خبرے ظاہر شد - سبحان اللہ و بحمدہ دبرادر کلاں صاحب

بہ تقدیر الٰہی پس مدتے مطابق فرمودہ در امامت نماز فجر بہمراہی بعض مقتدیاں باں زخمہا شمشیر خوردہ شربت شہادت نوشیدند۔ الحمد للہ وسبحانہ وبرکت آں طریزہا وپارہ ہا کہ بہر دو خواہر مبارک بخشیدہ بودند چناں شنیدہ شد کہ از اولاد صاحبہ یک طریزہ یکے یکے مرد وصاحب دستار می باشد۔ واز اولاد صاحبہ دیگرے جماعت کثیر تا حال می باشد۔ سبحان ربی الاعلیٰ

کمالات وجذبات آں شہباز لامکان پرواز دیگر ہم اگرچہ کثیر بودند۔ اما عدم تیقن سماع اوشاں باعث عدم نگارش آمد وایں ہمہ احوالات یقینیہ در اوائل عمر بل قبل از ظہور ریحانہ ریش مبارک می گویند۔ واللہ اعلم وایں نادان را درسنہ ۱۲۸۲ یعنی ہشتاد و دوم بعد از دوازدہ صد ہجری نبوی وقت طالب علمی دوآبہ افغانستان کہ وقتے قریب حاضری وبیعت بحضرت غوث زماں قطب دوراں صاحب علیہم الرحمۃ شریف حیات بود یکبار زیارت حضرت ایشاں شدہ بود لکن پردہ جہالت ولاعلمی ماند۔ ودرسنہ ۱۲۹۴ یعنی نود وچہارم بعد صدہا مذکور کہ ایام دورہا ء درایں جملہ دورہا مزارات جملہ از اول تا آخر باشارات صاحب مبارک گجرات بودہ اند) بزیارات سیالکوٹ ولاہور وبھیرہ وکھڑی مبارک فیض اوشاں حسب قدر ایں نادان ہم شد ۔ لکن بطرز زیارت اول در لباس

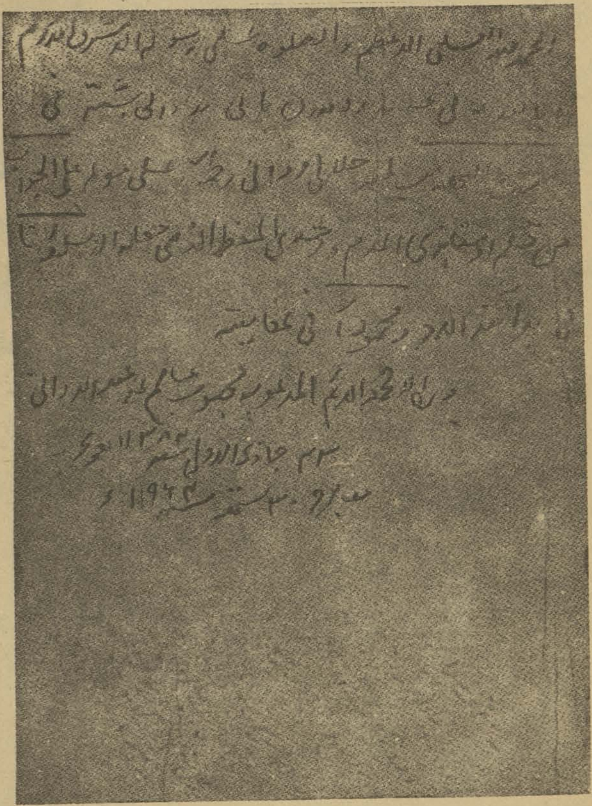
عدم تمیز و جہالت ماند و در ۱۲۹۹ھ یعنی نود و نہ بعد صدہا مذکور کہ وقت دورہ بمزارات بزرگان جدّیہ خود ہم بود قدرے قلیل امتیاز بخشیدہ فشکل اشنائی قلیلہ ہم پیدا فرمودند و در ایام اظہار خود اکثر بصورت تہورانہ وجابرانہ وحاکمانہ نمود میکردند وگاہے بشکل وزوانہ ہم ملبوس می شدند۔ شاید اشارت بہ پنہانی ایشاں باشد۔ واللہ اعلم وعلمہٗ اتم۔ لیکن مدار دورہا مثل مدار فلک الافلاک مزید و مدید گردید تاکہ یک قطب از دورۂ حد ملتان و دیگری پشاور بلکہ ملک سیدو شریف مبارک صوات و مابین ایں ہر دو از ملک افغانی و پوتہار وہتنی وملحقات ایشاں از پنڈو بھیرہ و متعلقات لاہور از حجرہ شاہ مقیم وشیر گڑھ وکلانور در بٹالہ و موضع مثانی داخل آں دورہ تا چہار سال ماندند و در ابتدا ۱۳۰۰ھ بلکہ اول از و قدرے یعنی ہشتم سال از صد چہار دہم حکم تمامیت آں دورہ از دربار نوربار صاحب گجرات فرمودہ بہ تکلیفات شاقہ و بلیات لایطاقہ امرا ہمت حدود قربہ۔ فرمود بعد از سالے یا کم زیادہ ظہور اکمل فرمود نشانہا قدیمہ بیان نمودہ شد ویکبار در دورہ علاقہ کھڑی و میرپور خصوصًا بقرب جوار مزار حضرت نوربار صاحب وسرکار دمڑی پروازے ازاں شہباز وہوا ازاں ہما وزیدہ و دیدہ سبحان اللہ وبحمد اللہ آں مزار چہ بہشتے است بریں برایں زمین وچہ آب حیاتی است دریں جہانی کہ سوختگاں غم والم را جانے

تازہ و مردگان اندوہ و ہم را حیاتے بے اندازہ می بخشد مرد طالب را ضرور فرضے است کہ یکبار بر آں مزار مشرق انوار کعبہ عاشقاں و قبلہ معشوقاں ضرور گذرے کرد وہ از فوائد لاتحصی ذخیرہ کثیرہ جمع نمائد و ایں نافہم از مدت ہژدہ سال یا زیادہ ازیں نعمت زیارت شاکر و حامد ذات کبریا است۔ در بعض سالہا اتفاق روز پانزدہم ہم افتاد الحمدللہ و لہ المنۃ و نعمت مجذوب الحالے ایں شہباز میراث باولاد امجاد ایشاں ہم رسیدہ حضرت غلام رسول جیو کہ برادر زادہ آں حضرت و جدما اند حقیقی ایں ناقص و روحانیت حضرت ایشاں را باآں شہباز بلند پرواز بسیار علاقہ و تعلق معلوم میشود واللہ اعلم چنانچہ اکثر اوقات بقرب جوار اوشاں روئے نمایند واللہ اعلم۔ و عمرے طویل داشتہ و بعلوم ظاہر ہم کسبے وسعی فرمودہ از حصہ باطن اول بصورت جمال و شریعت تا شصت سال بلکہ زیادہ چنانچہ ختم ہر روزہ دلائل الخیرات و باقی وظائف ہر وقت مشغول می بودند دور آخر عمر بست ۲۰ سال بلکہ زیادہ ازاں مجذوب الحال گردیدہ و در آخر رشتہ امتیاز و ہوش بالکل از دست دادند۔ شب رحلت ایشاں شخصے معتبر نقل کردہ کہ از اسمان جانوران جسیم و مہیب چنداں نزول فرمودہ کہ گویا روئی زمین تمام پوشیدہ شد و اثار جلالیت تامہ و نہایت از مزار فائض انوار ایشاں کہ بگورستان مغربی مائل بشمال موضع برنالہ واقع است

در چشم اہل نظر و شہود (روشن) اظہر من الشمس است۔ و
قرب ایشاں باں شہسوار نیز ظاہر و معلوم میشود واللہ اعلم
و ثانیا و دیگر حضرت دین احمدؒ جیو کہ نبیرہ غیر حقیقی آنحضرت
و عم حقیقی ایں احقر اند و از ابتدا ولادت تا لب مرگ
کہ عمرے زائد از پنجاہ سال گذرا ینده در حالت مغلوب
الحالے مانده۔ عجیب آنکه حیرت و ہیبت لازم ایشاں
بود و مزار ایشاں نیز در چشم ناظر باغی است مطرا و واقع
است در گورستان موضع بھروال سبحان اللہ و بحمدہٖ و از
ایشاں یک پسرے است بر آں طرز و طریقہ کہ عمرش
از بست سال زائد شد و بھول حال، و تحریر ایں ہمہ خام
و کجی بنا بر ارشاد اشارتے است واللہ المستعان للوصول
الی المامول ۱۲۔ ۱۳۱۳ھ رقمہ الحقیر سلطان محمود

نمونہ خط و حاشیہ

حضرت قاضی سلطان محمود غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ



بعض اسمائے مشائخین

(از پروفیسر معین الدین حسن قریشی ایم۔ اے ایل ایل بی)

*

بعض نسبتی الفاظ جو اسمائے مشائخین کے ساتھ وابستہ کئے گئے ہیں۔ ان میں اختلافات ہیں۔ مثلاً حضرت ابوسعید مبارکؒ کو بعض مخزومی لکھتے ہیں۔ بعض مُخرّمی اور بعض مخدومی وغیرہم۔ اس طرح سے اکثر غلط الفاظ جن کے تلفظ آسان ہوتے ہیں رائج ہو جاتے ہیں اور اصل مفقود ہو جاتے ہیں اسی خطرہ کے پیش نظر چند مختلف نسبتی الفاظ کی چھان بین کی گئی ہے۔ اور جسقدر مواد میسر ہو سکا ہے اُس کی بنا پر اس نوٹ میں صحیح الفاظ کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔

وَاللہ اعلم بالصواب ط

حضرت ابوسعید مبارکؒ مُخرّمی

(۱) حضرت کے نام کے ساتھ عروۃ الوثقیٰ قلمی کے مختلف صفحات (۱۶، ۱۹، ۲۷، ۳۲) پر مخدومی کا لفظ تحریر کیا گیا ہے اور صفحہ ۲۱ پر "مخدوم جہاں مخدومی ما" میں بھی "مخدومی" کی رعایت رکھی گئی ہے اور شجرہ قادریہ غفوریہ مطبوعہ کورٹ آف وارڈس پریس میں بھی 'مخدومی' تحریر کیا گیا ہے۔ لیکن یہ لفظ زیادہ تر ہندوستان ہی میں مروّج

ہے۔ عربی میں نسبتی طور پر اس کا استعمال نہیں دیکھا گیا اور ایران میں بھی کم مستعمل ہے

(۲) سید عبدالمعبود نے اپنے کتابچہ "مخزن اسرار الٰہیہ" کے اختتام پر سلسلہ قادریہ غفوریہ میں یہ شعر درج کیا ہے۔ ؎

بوالفرح طرطوسی و بوالحسن نہکاری ازو
بوسعید مخزمی را نصرت دیاری ازو

مخزمی پر نوٹ دیکر وہ لکھتے ہیں کہ "مخزم بالفتح اول و سکون ثانی صحیح است"۔ لسان العرب۔ منتہی الارب۔ اقرب الموارد، برہان قاطع۔ غیاث اللغات۔ شمس اللغات۔ بستان (معجم لغوی) جامع اللغات۔ فرہنگ آنندراج۔ لغتنامہ دہخدا ایران۔ لغات احسانی۔ فرہنگ عمید اور صراح میں مَخزَم کا لفظ نہیں ہے مِخذَم بالکسر (تیغ براں) ہے۔ لیکن ذال اور زے کا فرق بھی ہے یا مُخَزَّم ہے جس کے معنے لسان العرب میں "والمُخَزَّمُ مِنْ نعتِ النَّعامِ قیلَ لہٗ مُخَزَّمٌ لِثقبٍ فِی مِنقارہٖ۔ بستان میں المُخَزَّم النعامُ مُثقَّبٌ فی مِنقار منتہی الارب (مترجم) مُخَزَّم معظم از اعلام است"

اس کے علاوہ تذکرہ جات اولیاء کرام اور دوسری کتب میں "مخزمی" کا لفظ لکھا ہوا کہیں نہیں دیکھا گیا۔ اس لئے اس لفظ کا استعمال بھی خلافِ اسناد اور خلافِ قیاس ہے۔

(۳) "شاہنامہ غوثیہ (پنجابی) از دائم اقبال دائم" میں تذکرہ غوث پاکؒ کرتے ہوئے لکھا ہے " آپدے مرشد طریقت ابوسعید الخیری المبارکؒ " اور اس طرح نظم کیا ہے :-

حضرت ابوسعیدؒ الخیری کرلوں دولت نسب طریقت دی پائی میراں
لاہاں لگلیاں نور فیضاں دیاں خرقہ پوشی دی شمع جگائی میراںؒ

حضرت ابوسعید مبارکؒ کے ساتھ الخیری کا لفظ دائمؔ صاحب کی جدّت طبع کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے اس کی اور کوئی سند نہیں ملی۔

(۴) سیر الاقطاب میں الہدیہ الچشتی العثمانی حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔" پیر خرقہ آں حضرت شیخ ابوسعید المخزومی اند"۔ لفظ "خزومی" کی بھی کوئی سند نہیں ملی۔

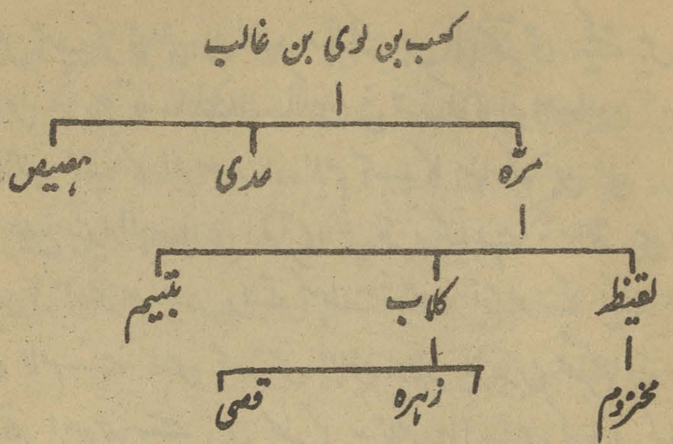
(۵) "مخزومی" کا لفظ بہت سے مصنّفین نے لکھا ہے۔ تاریخ آئینہ تصوّف۔ حقیقت گلزار صابری۔ تصوّف اسلام (عبدالماجد) انوار الاولیاء (سید رئیس احمدؔ جعفری) خزینۃ الاصفیا (مفتی غلام سرور) سفینۃ الاولیاء (دارا شکوہ) وغیرھم میں ابوسعید مبارکؒ مخزومی ہی لکھا ہے۔

نفحات الانس میں مولٰنا عبدالرحمٰن جامی فرماتے ہیں :-
" الشیخ ابو محمد عبدالقادر بن ابی صالح بن عبداللہ الجیلی لبس الخرقۃ من ید الشیخ ابی سعید المبارک بن علی المخزومی۔" صاحب تحفۃ الابرار (آفتاب بیگ)

بھی آپ کو ابو سعید مخزومی لکھتا ہے اور حاشیہ میں تحریر ہے کہ "مخزوم محلہ ہے بغداد میں اور مخزوم برائے مہملہ قبیلہ ہے عرب ہیں"۔ میرا خیال ہے کہ مصنف حاشیہ میں بالکل اُلٹ کہہ گیا ہے۔ حالانکہ مُخرّم (برائے) محلہ ہے اور مخزوم قبیلہ ہے عرب میں۔ اسکی کافی استاد ہیں۔

'مخزوم' کے لغوی معنے ہیں۔ 'ناک چھدا ہوا'۔ کُلّ مثقوبٍ مخزومٌ (صراح۔ لسان العرب) اور ساتھ ہی "پدر حتی از قریش" بھی لکھا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (لیدن) میں اس لفظ پر طویل مقالہ سپرد قلم کیا گیا ہے کہ بنو مخزوم مکہ معظمہ کا بہت متمول قبیلہ تھا جو کافی عرصہ بنو امیہ کا حریف رہا۔ مغیرہ بن عبداللہ (معاصر حضرت عبد المطلب) کیوجہ سے اس قبیلہ کو کافی فوقیت حاصل ہوئی (یہ مخزوم کا پوتا تھا) اس طرح سے یہ لفظ مغیری اور مخزومی ہم معنی کے طور پر مستعمل ہوئے جنگ بدر میں مخزومیوں کو بہت بڑی شکست ہوئی۔ اور اس طرح بنو امیہ آئندہ کے لئے اُن پر چھا گئے۔ سراج الدین مخزومی الحمصی (نبوت آنحضرت صلعم کا مخالف) ولیدبن مغیرہ اور حارث بن ہشام مخزومی۔ امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ ختمہ بنت ہاشم مغیرہ کی پوتی مخزومی تھیں

تاریخ جلیلہ میں قریش کے قبیلہ کا سلسلہ حسب ذیل طریق پر دیا گیا ہے۔



چنانچہ مخزوم بن لقیظ کی اولاد بنی مخزوم کہلاتی ہے۔
حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی جدہ ماجدہ فاطمہ بنت عائذہ اور اُم المومنین اُم سلمہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم بھی اسی قبیلہ سے تھیں۔
"لغتنامہ دھخدا" ایران میں ابو سعید مخزومی کے آگے لکھا ہے " اوراینجاہ ورقہ شعر است ابن الندیم"
جامع اللغات میں "ابو سعید بن المسیب المخزومی از فقہاء سبعہ مدینہ" تحریر ہے۔
چنانچہ مندرجہ بالا روایات سے پتہ چلتا ہے۔ کہ "مخزومی" کا لفظ بھی کافی مستند ہے اور کیونکہ یہ قبیلہ قریش میں سے ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ ابو سعید مبارک رح مخزومی درست ہو۔
(۵) لیکن بعض استاد اس سے بھی مختلف ہیں۔ ایس اے سالک صاحب اپنی کتاب انگریزی " سینٹ آف جیلان"

میں آپ کو قاضی ابو سعید مبارک بن علی مُخرّمی لکھتے ہیں اس طرح "مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین" میں "لقب آپ کا ابو سعید اور نام آپ کا مبارک بن علی بن حسین بندار البغدادی المُخرّمی" تحریر کیا ہے۔ ساتھ ہی قلمی ہیں کہ "مُخرّم بکسر رائے مہملہ مشدّدہ بغداد کے ایک محلہ کا نام ہے اس محلہ میں بعض اولاد یزید بن مُخرّم اُترے تھے اسوجہ سے اس محلہ کا یہ نام ہوا۔ اس کو ذکر کیا ہے منذوئے اور ایسا ہی لکھا ہے طبقات حافظ بن رجب حنبلی نے"۔

"تذکرہ سیدنا غوث اعظمؒ میں طالب ہاشمی نے بھی آپ کو مخرّمی لکھا ہے۔ "محبوب سُبحانی" جو زیر سرپرستی نقیب پیر سید محمد طاہر علاؤ الدین بغدادی انجمن قادریہ کوئٹہ نے نشر کی ہے اس میں بھی "ابو سعید مُخرّمی" لکھا ہے

والٹر براؤن (جرمن) اپنی تصنیف "فتوح الغیب از سیّد عبد القادر جیلانیؒ (برلن۔۱۹۳۲) میں ابو سعید (ن۔ سعد) المبارک بن علی المُخرّمی یا المُخرّمی لکھتے ہیں۔ وہ مخزوم کو غلط گردانتے ہیں۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (لیدن ص ۵۶۸) میں بغداد قدیم کی جغرافیائی ہیئت کے ذکر میں درج ہے کہ "دار الرّوم (مکانات نصاریٰ) اور المُخرّم بغداد کے جنوب مشرق میں واقع تھے۔

سیدنا عبد القادر جیلانیؒ کے تذکرہ میں بھی اسی انسائیکلو پیڈیا (صفحہ ۱۴) پر تحریر ہے کہ آپ کو خرقہ قاضی ابوسعید مبارک المخرّمی نے عطا فرمایا۔ مخزوم کے لفظ پر طویل نوٹ لکھنے کے باوجود آپ کو المُخرّمی لکھنا بغیر تحقیق کے نہیں۔ لہذا ان ثقہ اسناد کی بنا پر میرے خیال میں ابو سعید المبارک المخرمی پڑھنا زیادہ صحیح ہے۔

حضرت ابوالحسن عبداللہ سَرِی سَقَطیؒ

عروۃ الوثقی قلمی صفحہ ۲۴، ۲۹، ۳۵ اور ۵۹ پر بالترتیب حسب ذیل شعر ہیں۔

بسرّ سِرّی سقطیؒ امام کشور ایقان — وحید عصر خویش از فرط علم و دانش و تقوی
بحرمت ابوالحسن کہ سرّی خداست نام مبارک او — بسرّ و لطوار شرع عارف بجملہ اسرار عشق دانا
بحق شیخ دین معروف کرخی عابد زاہد — بحق عارف سرّیؒ لقب فخر مسلمانی
باز بکرخی رسید منصب ارشاد و دین — سرّی و سقطیؒ لقب کرد بعز و اقتدار

نظم میں سِرّی سقطی بکسر اول و رائے مشدّدہ استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح صاحب خزینۃ الاصفیا نے بھی منظوم کیا ہے۔

جناب شیخ سری شیخ آفاق — کہ ذاتش بود در ہر دو جہان طاق

"تذکرہ علی ہجویری" میں حکیم سیّد امین الدین احمد دہلوی نے بھی سرّی لکھا ہے۔

جنیدؒ از سری و سقطیؒ ہوشد — لباس پارسائی راچہ خوش دید

مصنف انوار الاولیاء نے بھی "سرّی سقطی" استعمال کیا ہے اور مناقب محمودیہ قلمی میں بھی سِرّیؒ اور سرّی تحریر ہے

اے آنکہ بری از سر غلطی در علم و عمل زیبا نمطی
سلطانِ جہاں سرّیِ سقطی بر زمرۂ معتقدین مددے

لیکن تاریخ آئینہ تصوف۔ تذکرہ اولیاء (از مرزا محمد خاں قزوینی طہران) انوار الاصفیاء اور تذکرہ سیّدنا غوث اعظم (طالب ہاشمی) میں بغیر اعراب کے ہے "محبوب سبحانی" (از سیرت انجمن قادریہ کوئٹہ) میں بھی بغیر اعراب کے ہے لیکن آخر میں شعر حسب ذیل ہے

سلام آں سرّی سقطی را کہ حجت بر طریق آمد
مرا آموز راہ حق خصوصاً علم انسانی

تواریخ الاولیا (امام الدین) حصہ دوم میں بغیر اعراب کے ہے اور حصہ اوّل میں با تشدید راء استعمال ہوا ہے

لیکن لغات عربی اور فارسی میں سِرّی لفظ ہی مفقود ہے المعجم الاعظم میں رَجُلٌ سِرِّیٌّ ہے جسکے معنی "چھپ چھپ کے چیزیں بنانیوالا" ہے لیکن اس لفظ کو حضرت سَقطیؒ سے کیا مناسبت ہو سکتی ہے۔ جو اپنی دکان پہ بازار ہی میں اپنا کاروبار اور ذکر الٰہی فرمایا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں اس لفظ میں راء اور یائے دونو مشدد ہیں اکثر لغات میں لفظ سَری بروزن پری بمعنے سرداری

تحریر ہے (فرہنگ آنند راج - برہان قاطع - فرہنگ عمید ظم)
سَرِیّ ہے جس کے معنی لسان العرب میں السرِیّ
الرفیع، والسَرِیّ المختار درج ہے - اقرب الموارد
میں اس کے معنے بہتا ہے یا چھوٹی نہر (معجم الاعظم)
فرہنگ عامرہ میں سَرِی بمعنی سرداری اور سَرِیّ
بمعنی "چشمہ یا سردار" ہے - قرآن مجید میں بھی چشمہ کے
معنی میں استعمال ہوا ہے (قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ
سَرِيًّا سورۂ مریم ۲۴) لغات احسانی میں "سَرِی بمعنی
سرداری سپہ سالاری" اور سَرِیّ بمعنی مرد بزرگوار
سردار کے ہیں - چنانچہ "سِرّی سقطی" کی بجائے سَرِی
سَقَطی یا سَرِیّ سَقَطِی زیادہ صحیح ہے صاحب تحفتہ
الابرار نے لکھا ہے "سری سقطی - سری بفتح سین
وکسر رائے وتشدید یای بمعنے جواں مرد - سقطی بمعنے
خوردہ فروش" - فرہنگ آنند راج میں "سری بروزن
پری بمعنے سرداری و بمعنے سرائے وآں سری یعنی آں
طرفے - نام شیخ است از اولیاء اللہ کہ اورا شیخ سری
سقطی گویند" غیاث اللغات میں "سری سقطی - بفتح اول
وکسر رائے مہملہ وتشدید یاء و فتح سین مہملہ و فتح قاف
وکسر طائے مہملہ - نام بزرگ است (از منتخب)" برہان
قاطع میں "سری بفتح اول بروزن پری سرداری -- یکے از
اولیاء اللہ است مشہور بہ سری سقطی" - منتہی الارب

میں "سَرِیّ : کغنی جوئے بزد کہ جانب خرما بنان رود -
و سری سقطی زاہدے معروف و نیز نام جماعتے۔"
چنانچہ مخبر الواصلین میں سَری سقطی ہے۔

عمدہ اولیا سَری سقطی - قدوۂ اصفیا سری سقطی

نفحات الانس کے سلسلۃ الذہب میں بھی اسیطرح ہے:

ہم در آں وقتہا سری سقطی　　آں سریع طریق جو بہ بسطی
چوں مناجات او سری بشنید　　سوئے او چوں سرشک خویش دوید

النسائیکلوپیڈ آف اسلام (لیدن) میں حسب ذیل (انگریزی میں) نوٹ ہے:" سَرِی (سابق سَرُوِیُ عربی : سَرِیا) فارس میں ایک قصبہ جو پہلے طبرستان (مازندران) کا دارالخلافہ تھا۔ کپیسین (بحر خضر) سمندر سے اٹھ میل کے فاصلہ پر - سَرِیُ اَلسَقَطِیُ : ابوالحسن سَرِیُ بن مُغَلِّس (وفات ۲۵۳ یا ۲۵۸ سنہ ہجری) سَرِی کا لفظ عیسیٰ کے ہم معنی کہا گیا ہے بمعنی رفیع۔"

ہندوؤں میں شَری کا لفظ اس سَرِیُ لفظ کے ہم معنی اور اسی کا بگڑا ہوا تلفظ معلوم ہوتا ہے۔

نیز اکثر تذکروں میں آپ کے والد ماجد کا نام "مفلس" لکھا ہوا ہے نفحات الانس میں بھی اس طرح ہے۔ حالانکہ یہ لفظ مُغَلِّس ہے بالغین نہ بالفاء۔ (بحوالہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (لیدن)

شیخ ابوالحسن قریشی الہنکاری رح

اکثر کتب میں لفظ "ہنکاری" اسطرح لکھا ہوا ہوتا ہے کہ یہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ یہ لفظ 'ہ' سے شروع ہوتا ہے یا نون سے۔ چنانچہ سید عبدالمعبود نے اپنے کتابچہ "مخزن الاسرار الالٰہیہ" کے آخر میں شجرہ عالیہ قادریہ غفوریہ محمودیہ میں یہ شعر تحریر کیا ہے

بوالفرح طرطوسی و بوالحسن نہکاری انو — بوسعید مخزومی را نصرت و یاری از دو

لفظ نہکاری پر نوٹ دے کر وہ تحریر فرماتے ہیں "بکسرہ نون و سکون ہا نام مسکنے است۔ کما فی مغنی اللبیب بجمال الدین ہشام انصاری و اقرب الموارد۔ و لفظ ہنکار کہ بہائے اول خوانند محض غلط است و بیجاست۔"

اس لفظ نہکار کو عربی اور فارسی لغت ہائے میں بہت تلاش کیا گیا ہے۔ کہیں نہیں ملا۔ اقرب الموارد میں بھی یہ لفظ نہیں ہے۔

اس کے برعکس خزینۃ الاصفیاء میں شیخ ابوالحسن قریشی ہنکاری۔ نام علی بن محمود بن جعفر الہنکاری لکھا ہے۔ نیز شیخ حمید الدین ابو حاکم کو بھی قریشی الہنکاری لکھا ہے تحفۃ الابرار۔ تاریخ الاولیاء۔ انوار الاصفیاء۔ انوار الاولیاء محبوب سبحانی۔ تاریخ آئینہ تصوف۔ مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین

نفحات الانس میں بھی لفظ ہنکاری ہے نہکاری نہیں۔ اگرچہ مؤخر الذکر میں آپ کے بزرگان کے ناموں میں صاحب خزینۃ الاصفیاء سے اختلاف ہے کہ اسمیں "شیخ ابا الحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی الھنکاری الخ" لکھا ہے (پیر نبی بخش "شیخ محمد المشہور جعفر بن یوسف" لکھتے ہیں ابن خلکان "شیخ احمد" لکھتے ہیں)

تاریخ جلیلہ۔ گلزار حاکمی اور تذکرہ حمیدیہ (شیخ شہر اللہ جو کہ حضرت حمید الدین ابو حاکم قریشی ہنکاری (مؤ مبارک ضلع رحیم یار خاں۔ بہاولپور ڈویژن) اور ان کی اولاد پر لکھی گئی ہیں وہ سارا ہنکاری خاندان ہی ہے۔ جس میں حضرت ابو الحسن علی ہنکاری بھی شامل ہیں۔ صاحب تاریخ جلیلہ تحریر کرتے ہیں۔ "حضرت یوسف بہ سبب بعضے ہرج مرج بنی امیہ جو کہ اہلبیت رسول کریم صلعم سے وقوع میں آئی مدینہ منورہ کی سکونت چھوڑ کر افات جبل ہنکار جو قبۃ الاسلام بغداد شریف کے حوالی میں ہے اختیار کر لی ۔ ۔ ۔ ۔ ہنکاری اکراد کے ایک قبیلہ کی طرف منسوب ہے۔ جو صاحب مواقل و حصون ہیں۔ نیز ایک قریٰ کا نام ہے جو بلاد موصل سے اس کے مشرق کی سمت ہے" صاحب تحفۃ الابرار لفظ ہنکار بمعنے "باعنباں توابع موصل" تحریر کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے ہنکاری ہی صحیح لفظ

معلوم ہوتا ہے۔

حضرت اخوند محمدؒ شاہ سُدنیؒ

عروۃ الوثقیٰ قلمی اور مناقب محمودیہ قلمی (نظم اور نثر) میں آپ کو اخوند محمدؒ شاہ سدومی تحریر کیاگیاہے۔ سدوم لُوط علیہ السلام کے زمانے کا شہر ہے۔ جہاںکے جالی خربوزے (Apples of sodom) انگریزی زبان کے محاورے میں آئے۔ اس شہر کو خصوصی شہرت اسوجہ سے ہوئی کہ یہاں کے قاضی نے لواطت اور اغلام بازی کے جواز میں فتویٰ دیا۔ اور اسی سے انگریزی زبان کا لفظ (Sodomy) ساڈومی نکلا۔ جو تعزیرات پاکستان میں ایک جرم ہے چنانچہ سدومی اس لفظ کی یادگار ہے۔ اسلئے اسے حضرت کے نام کے ساتھ نسبتی طور پر تحریر کرنا اچھا نہیں۔

مختلف تذکرہ جات اور کتب اولیاء کرام میں بھی یہ لفظ کہیں نہیں ملا تحفتہ الابرار میں "اخوند شاہ سدرانی تحریر ہے۔ اور مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین میں "حضرت اخون شاہ سُدنی" ہے۔ ان کی "ولادت ۱۰۹۳ھ وفات ۱۱۹۱ھ اور مزار صحرائے سوات" تحریر ہے اسی بنا پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا نام اخون یا اخوند محمدؒ شاہ سدنی ہے جو صوتی لحاظ سے سدومی کے زیادہ قریب ہے۔ بہ نسبت سُدرانی کے۔ اسلئے اخوند محمدؒ شاہ سدنی ہی

درست معلوم ہوتا ہے - ویسے سُدن ایک افغانی کشمیری قوم بھی ہے -

محمود انجیر فغنویؒ

آپ کا نام اکثر کتب میں "محمود الخیر فغنویؒ" لکھا ہے -
(تاریخ آئینہ تصوف - خزینۃ الاصفیا - علی بن حسین واعظ کاشفی نے "رشحات" میں محمود انخیرؒ فغنوی لکھنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ "مولد انچیر فغنی است دیہہ از بخارا" اور پرنسپل محمدؐ صغیر حسن نے بھی "انجیر فغنؒ" لکھا ہے - جو وابکنے کے مضافات میں بخارا سے تین فرسنگ پر ہے - لیکن تحفۃ الابرار اور تذکرہ اولیائے نقشبند میں آپ کا مولد "انجیر فغنؒ" لکھا ہے نفحات الانس میں محمود انجبر فغنوی مطبوع ہے - اب ان مختلف الفاظ میں قصبہ کا نام کونسا صحیح ہے - آیا النخیر فغن ہے - انچر فغن ہے "انجیر فغن ہے یا انجبر فغن؟ پہلے اور آخری الفاظ کی ثقہ اسناد کوئی نہیں ہیں اسلئے انہیں سے صحیح ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا - اس کے بعد انجیر فغن اور انخیر فغن میں سے اول الذکر زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور مؤخر الذکر میں جیم اور یائے کے نکتے جمع ہو جانے سے مغالطہ پیدا ہو جانے کا شبہ ہے - اس لئے آپ کا اسم گرامی محمود انجیر فغنویؒ ہی درست معلوم ہوتا ہے -

جدول حقائق متعلقہ مشائخ عظام رح

مندرجہ کوائف مختلف کتب سے اخذ کئے گئے ہیں بعض اختلافات بھی ہیں۔ یہاں پر زیادہ مستند کا اندراج ہے۔ جہاں ممکن ہو سکا ہے۔ مختلف تواریخ درج بھی کر دی گئی ہیں۔ بعض مشائخین کے حالات بوجہ محدود وسائل دستیاب نہیں ہو سکے۔ اس لئے ان کے آگے خانہ جات خالی چھوڑ دیئے گئے ہیں تاکہ جن حضرات کو میسر ہو سکیں وہ ان میں درج کر دیں۔

(معین الدین حسن قریشی)

سلسلہ قادریہ محمودیہ

نام	ولدیت	جائے پیدائش	تاریخ پیدائش	تاریخ وفات	مزار
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم	عبداللہ بن عبدالمطلب	مکہ معظمہ	۱۲ ربیع الاول عام الفیل	۱ / ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ عمر ۶۳ سال	مدینہ منورہ
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	ابی طالب	مکہ معظمہ	۲۳ / ۲۵ سال قبل از ہجرت	۲۱ / ۲۳ رمضان سنہ ۴۰ھ	نجف شریف

حضرت حسن بصری رح	موسیٰ راعی	مدینہ منورہ	سنہ ۲۱ ھ	سنہ ۱۱۲/۱۱۰ ھ ۵ رجب ۵/۴ محرم سنہ ۱۱۱ ھ	قدیم بصرہ
" حبیب عجمی رح		فارس		سنہ ۱۵۶ ھ ۳ ربیع الاول سنہ ۱۲۰ ۹ رمضان المبارک	بصرہ
" داؤد طائی رح	نصر طائی			سنہ ۱۶۵-۱۶۲ ھ ۲۸ ربیع الاول	بغداد
" معروف کرخی رح	فیروز / علی	کرخ (بغداد)		سنہ ۲۰۰ ھ ۲/۲۰ محرم	بغداد کرخ
" عبداللہ سری سقطی رح	المُغلّس			سنہ ۲۵۰ ھ ۳ رمضان	بغداد
" جنید بغدادی رح	محمدؐ بن جنید	بغداد		سنہ ۲۹۷ ھ ۲۷ رجب سنہ ۳۰۲ ھ	بغداد
" ابوبکر شبلی رح دلف یا جعفر نام	یونس / مجد	بغداد / سامرہ یا اشبلہ	سنہ ۲۴۶/۲۵۵ ھ	سنہ ۳۳۴ ھ ۲۸/۲۷ ذی الحجہ	بغداد
" عبدالواحد تمیمی رح	عبدالعزیز بن اسد			سنہ ۴۲۵ ھ ۶ جمادی الآخر	بغداد
" ابوالفرح طرطوسی رح		طرطوس		سنہ ۴۴۷ ھ	طرطوس اندلس
" ابوالحسن علی ہنکاری رح	محمد بن جعفر	ہنکار (نزد موصل)	سنہ ۴۰۹	سنہ ۴۸۶ ھ یکم محرم	بغداد
" ابوسعید مبارک مخرمی رح	علی بن حسین	(مخرّم) بغداد		سنہ ۵۱۳ ھ ۱۰ محرم	بغداد

حضرت سیدنا عبد القادر جیلانیؒ	ابی صالح بن عبد اللہ جیلی	گیلان	یکم رمضان سنہ ۴۷۰ھ سنہ ۷۸-۱۰۷۷ء	۱۱ ربیع الثانی سنہ ۵۶۱ھ سنہ ۱۱۶۶ء	بغداد
” شاہ دولہ رح	سید موسیٰ جیلی	گیلان	سنہ ۴۹۹ھ	سنہ ۶۰۳ھ	گجرات (احمد آباد)
کبیر الدین	—	—	—	سنہ ۱۰۸۵ء	پنجاب گجرات
” شاہ منور علی رح	سید عبد اللہ بن عبد الرحمن بن عثمان بن ابوالقاسم جنید بغدادی		سنہ ۴۹۱ھ		الہ آباد (ہند)
” شاہ عالم دہلوی رح					
” احمد ملتانی رح	زین بن عمر بن عبد اللطیف چشتی			سنہ ۵۷۷ھ	نزد ملتان
” جنید پشاوری رح		حیدر آباد سندھ	۲۷ رجب سنہ ۱۰۶۹ھ	۲۸ شوال ۱۱۹۶/۹۸ھ	بیرون لاہوری دروازہ گنج پشاور
” محمد صدیق رح				۱۷ صفر المظفر سنہ ۱۱۸۹ھ	
” حافظ محمد رح	غلام محی الدین	بھانہ ماڑی (پشاور)	سنہ ۱۲۵۵ھ		
” محمد شعیب رح		تورڈھیری			
” عبد الغفور رح		(نبیرہ) چاچڑی	سنہ ۱۷۹۴ھ ۱۲۰۹	۷ محرم سنہ ۱۲۹۵ھ سنہ ۱۸۷۷ء	سیدو شریف
” قاضی سلطان محمود رح	غلام غوث رح	آوان شریف	سنہ ۱۲۵۶ھ	یکم شعبان سنہ ۱۳۳۷ھ ۲ مئی سنہ ۱۹۱۹ء	آوان شریف (گجرات پنجاب)

سلسلہ قادریہ رزاقیہ

نام	ولایت	جائے پیدائش	تاریخ پیدائش	تاریخ وفات	مزار
حضرت عبدالرزاق رح	سید عبدالقادر جیلانی رح		۱۸ ذیقعدہ سنہ ۵۲۰ھ	۷ شوال سنہ ۶۰۳ھ	بغداد
،، شرف الدین قتال رح		بغداد یا بخارا	۲۱ رمضان سنہ ۶۳۰ھ	۱۶ شعبان سنہ ۷۱۱ھ	بغداد کہنہ
،، شاہ عبدالوہاب رح		اصفہان	۱۴ ربیع الاول سنہ ۶۵۷ھ	۸ شعبان سنہ ۷۹۸-۹ھ	یمبوع
،، شیخ بہاؤالدین رح		قندھار	۱۷ رمضان سنہ ۶۱۷ھ	۸ رمضان سنہ ۸۰۲ھ	قلعہ بمبئی
،، شیخ سید عقیل رح		سمرقند	۱۴ شعبان سنہ ۶۹۹ھ	۱۲ رمضان سنہ ۸۴۲ھ	سلطنت کوکانی (سمرقند بخارا)
،، سید شمس الدین صحرائی رح		فیروز پور	۱۷ رمضان سنہ ۷۹۷ھ	۱۵ ربیع الثانی سنہ ۸۹۹ھ	صحرائے سمرقند
،، سید گدا رحمن رح	سید ابوالحسن	کشمیر	۱۱ رجب سنہ ۸۱۲	۱۴ جمادی الاولیٰ سنہ ۸۹۸	کشمیر
،، خواجہ بوالحسن رح					
،، شمس الدین عارف رح		پشاور	۱۶ جمادی الثانی سنہ ۹۲۴ھ	۶ صفر سنہ ۹۹۴ھ	طبرستان

حضرت سید گدا شمس الدینؒ	-	-	-	-	-
” یا شاہ گدا رحمٰن ثانی رحؒ	سید محبوب علی رحؒ	قندھار	۳ ر رمضان سنہ ۸۴۹ھ	۱۴ ربیع الثانی سنہ ۹۸۷ھ	نزد خیبر
” خواجہ فضیل رحؒ		سندھ	۱۲ صفر سنہ ۸۷۱ھ	۱۷ محرم سنہ ۹۹۶ھ	حیدرآباد (سندھ)
” شاہ کمال رحؒ	سید شاہ فضیل رحؒ	کٹک	۳ ر رجب سنہ ۸۸۹ھ	۱۷ ر شعبان سنہ ۱۰۰۳ھ	کیتھل
” شاہ سکندر کیتھلی رحؒ	شاہ عماد الدین	کیتھل		۲۷ ر رجب سنہ ۱۰۲۳ھ	کیتھل
” احمد کابلی رحؒ	شیخ عبد الاحد رحؒ		سنہ ۹۷۰ھ	۲۹/۳۰ صفر سنہ ۱۰۳۴/۳۵	سرہند
” آدم بنوری رحؒ		موده		۱۳ ر شوال سنہ ۱۰۵۳	نزد جنت البقیع (حجاز)
” بہادر کوہاٹی رحؒ عبداللہ				۶ ر رجب سنہ ۱۰۹۹ھ	بہادر گھاٹی
” ہارون یوسف زئی رحؒ					
” محمد نعیم رحؒ					

سلسلہ چشتیہ

نام	ولدیت	جائے پیدائش	تاریخ پیدائش	تاریخ وفات	مزار
حضرت اخوند محمد شاہ سرنی رح	—	—	سنہ ۹۳۰ھ	۱۴ ذی الحجہ سنہ ۱۱۹۱ھ	صحرائے صوات
,, شیخ عبد الاحد رح	شیخ زین الدین سرہندی رح	سرہند	سنہ ۹۳۰ھ	سنہ ۱۰۷۰ھ	سرہند
,, عبد القدوس گنگوہی رح	اسمٰعیل بن صفی الدین رح	ردولی		سنہ ۹۴۵ھ	گنگوہ
,, محمد عارف رح	احمد عارف	,,		سنہ ۸۹۸ھ	ردولی
,, خواجہ احمد عارف رح	احمد عبد الحق رح	—	۸۰ سال عمر	سنہ ۸۵۹ھ / ۸۵۶ / ۲۱ شعبان	
,, احمد عبد الحق رح	عمر بن داؤد خلودی	توشہ ردولی ضلع بارہ بانکی		سنہ ۸۳۷ھ / ۱۵ جمادی الثانی سنہ ۸۳۷	ردولی
,, جلال الدین پانی پتی رح	محمود	کازرون	عمر ۷۰ سال	سنہ ۷۶۵ھ / ۱۳ ربیع الاول / سنہ ۱۳۶۴ء	پانی پت
,, شمس الدین ترک رح	شیخ احمد سیوئی سنہ ۱۱۶۶ء	ترکستان		سنہ ۷۱۵ھ / ۷۱۸	
,, علاء الدین احمد صابر رح	(بابا فرید کے بھانجے) شاہ عبد الرحیم بن عبد السلام	کوتھوال	سنہ ۱۱۹۵ء	۶۹۰-۹۶ سنہ / ۱۳ ربیع الاول / سنہ ۱۲۹۱ء	کلیر شریف

حضرت مسعود الدین گنج شکرؒ	جلال الدین سلیمان بن شیخ شعیب	کھتوال	سنہ ۵۸۲/۴ھ ۵۷۵	۵ محرم سنہ ۶۶۴ھ ۶۷۰	پاکپٹن شریف
,, قطب الدین بختیار کاکیؒ	سید کمال الدین بن سید موسےٰ	اوش (قریہ)	سنہ ۵۸۱ھ	۳/۲۴ ربیع الاول سنہ ۶۳۴ھ سنہ ۱۲۳۵ء	مہرولی
,, سلطان الہند اجمیریؒ معین الدین حسن	غیاث الدین بن سید کمال الدین	بلدہ سیستان سنجر (خراسان)	سنہ ۵۳۷ھ سنہ ۵۲۷ھ	۶ رجب سنہ ۶۳۳ ۱۰۶ سال عمر	اجمیر شریف
,, عثمانی ہارونیؒ		ہارون (نیشاپور) خراسان	سنہ ۵۲۶ھ	۵/۶ شوال سنہ ۶۱۷	مکہ معظمہ
,, حاجی شریف زندنیؒ		زندان۔ زندنہ (بخارا)	سنہ ۴۹۲ھ	۱۳/۱۰ رجب سنہ ۶۱۲ھ	زندنہ
,, مودود چشتیؒ قطب الدین	ابو یوسف چشتی بن ہمکا	چشت	سنہ ۴۳۰ھ	یکم رجب سنہ ۵۲۷ھ	شانلان (چشت)
,, یوسف چشتیؒ ابو ناصر الدین	سید محمد سمعان بن سید ابراہیم شاغلانی	چشت	سنہ ۳۶۲ھ عمر ۸۴ سال	۳ رجب سنہ ۴۵۹ھ ۲۸ ربیع الآخر	چشت
,, شیخ ابو محمد چشتیؒ	ابو احمد ابدالؒ		یکم محرم سنہ ۳۳۱ ۱۰	۱۴ رجب الاول سنہ ۴۱۱ یا یکم رجب ۱۴ جمادی الآخر	چشت
,, ابو احمد ابدالؒ	سلطان فرسناقہ سید ابراہیم بن بیگی	چشت	سنہ ۲۶۰ھ ۶/۲۶ رمضان	یکم جمادی الثانی ۳۵۵ھ	چشت
,, خواجہ ابو اسحق شامیؒ		چشت		۱۴ ربیع الثانی سنہ ۳۲۹/۳۴۳ھ سنہ ۹۴۰ء	عکہ (شام)
,, شیخ ممشاد علو دینوریؒ		دینور		۱۴ محرم سنہ ۲۹۸ھ ۹۱۰	

حضرت ہبیرۃ البصری رح امین الدین ابی ہبیرۃ		بصرہ	سنہ ۱۶۷ھ	۷ شوال سنہ ۲۸۷ھ	بصرہ دجلہ کے کنارے
،، خواجہ حذیفہ مرعشی رح سدید الدین		مرعش		سنہ ۲۷۶ھ ۲۴/۲۵ شوال سنہ ۲۵۲	مرعش (شام)
،، سلطان ابراہیم بن ادہم رح	ادہم بن سلیمان رح	بلخ	۱۰۲ سال عمر سنہ ۱۶۰ھ	۲۸/۲۶ جمادی الاول سنہ ۲۶۷	شام
،، خواجہ فضیل بن عیاض رح	عیاض رح	سمرقند یا بخارا		۳ ربیع الاول سنہ ۱۸۶/۷ھ	مکہ شریف
عبدالواحد زید رح	حضرت زید رح	بصرہ		۱۷۰/۱۷۱ سنہ ۲۷/۷ صفر سنہ ۱۷۷	مکہ معظمہ / بصرہ

سلسلہ نقشبندیہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	قحافہ بن عامر		۲ سال ۲ ماہ بعد از عام الفیل	۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ عمر ۶۳ سال	مدینہ منورہ
،، سلمان فارسی رح	اسلام		عمر ۲۵۰ سال	سنہ ۳۳ھ	مدائن
،، قاسم رح	محمد بن ابوبکر صدیق رض			سنہ ۱۰۷-۱۰۸ھ ۱۱۲-۱۱۱	مدینہ منورہ
،، امام جعفر الصادق	محمد بن علی بن حسین بن علی المرتضیٰ رض		سنہ ۸۰-۸۳ھ ۱۷ ربیع الاول	۱۵ رجب سنہ ۱۴۸/۹	،، جنت البقیع
،، بایزید بسطامی رح	بن آدم بن شروشان یا شروسان	بسطام	سنہ ۱۳۶ھ	۱۵/۵ شعبان سنہ ۲۳۴ھ ۲۶۱	بسطام

حضرت ابوالحسن علی خرقانی رح	جعفر رح	خرقان		۴۱۸/۹ سنہ ھ ۴۲۵ ۱۰ محرم	
" بوعلی رودباری رح نام احمد	محمد بن قاسم بن منصور رح			سنہ ۳۲۲ھ	مصر
" بوعلی کاتب رح		مصر		سنہ ۳۴۶ھ ۳۵۶	مصر
" ابوعثمان مغربی رح سعید	سلام	قیروان مغرب		سنہ ۳۷۳ھ	نیشاپور
" ابوالقاسم گورگانی رح نام علی				سنہ ۴۵۰ھ	
" بوعلی فارمدی رح نام فضیل	محمد رح	فارمد		سنہ ۴۷۰/۷/۴ھ	طوس
" یوسف ہمدانی رح	ایوب رح	ہمدان	سنہ ۴۴۰/۱	سنہ ۵۳۵/۶ھ ۵۳۴	مرو ہرات
" عبدالخالق غجدوانی رح	عبدالجمیل رح	غجدوان (بخارا)		سنہ ۵۷۵ھ	غجدوان
" عارف ریوگری رح		ریوگر		سنہ ۷۱۵ھ	ریوگر (بخارا)
" محمود انجیر فغنوی رح		انجیر فغنی (بخارا)		سنہ ۷۱۷/۷۲۰ھ ۱۷ ربیع الاول ۷۱۵ھ	وابکنہ
" علی رامیتنی رح عزیزان		رامتین (بخارا)		سنہ ۷۲۱ ۱۸ ذیقعد	خوارزم

حضرت محمد سماسی رح		سماس		سنہ ۷۵۵/۷۲۵ھ ۱۰ جمادی الثانی	سماس
" سید امیر کلال رح		سوخار		سنہ ۷۷۲ھ ۸ رجمادی الاولی	سوخار
" بہاؤالدین نقشبند رح	سید محمد بخاری بن سید جلال الدین	قصر عارفاں (بخارا)	سنہ ۷۲۸ھ محرم سنہ ۷۱۸ھ	سنہ ۷۹۱ھ ۳ ربیع الاول	قصر عارفاں (بخارا)
" محمد علاء الدین عطار رح	محمد البخاری	جغانیان (بخارا)		۴ رجب سنہ ۸۰۲ھ ۲/۲۰	جغانیان
" یعقوب چرخی رح	عثمان بن محمد الغزنوی	چرخ (غزنی)		سنہ ۸۵۱ھ ۵ صفر	بلغنو ہلفتون
" عبید اللہ احرار رح	محمود بن شہاب الدین رح	باغستان تاشقند	سنہ ۸۰۶ھ رمضان	سنہ ۸۹۵ھ ۲۹ محرم ربیع الاول	سمرقند
" محمد زاہد رح					
" خواجہ محمد درویش رح				سنہ ۹۷۰ھ	اسفرار
" محمد امکنگی رح	خواجہ محمد درویش رح	امکنگ (سمرقند)	سنہ ۹۱۸ھ	سنہ ۱۰۰۸ھ ۲۲ شعبان	امکنگ
حضرت باقی باللہ رح	قاضی عبد السلام خلجی سمرقندی قریشی رح	کابل	سنہ ۹۷۱/۲ھ	سنہ ۱۰۱۲ھ ۲۵ جمادی الثانی	دہلی

سلسلہ سہروردیہ

نام	ولدیت	جائے پیدائش	تاریخ پیدائش	تاریخ وفات	مزار
حضرت ابوالفتح گورگانیؒ					
،، ابوبکر نساج رح	عبداللہ	طوس		سنہ ۴۸۷ھ	
،، احمد غزالی رح	محمد الغزالی رح	طوس		سنہ ۵۰۷ھ ۵۱۷	قزوین
،، ابونجیب ضیاء الدین عبدالقاہر رح	(محمد بن) عبداللہ		سنہ ۴۹۰ھ	سنہ ۲/۵۶۳ھ ۱۱ جمادی الآخر	بغداد
،، شہاب الدین عمر سہروردیؒ رح	شیخ محمد قریشی رح		سنہ ۵۴۲ھ	سنہ ۳۰/۶۳۲ھ	بغداد
،، بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ	وجیہہ الدین بن رح کمال الدین	کوٹ کرور	سنہ ۵۷۸ھ	سنہ ۶/۶۶۱ھ	ملتان
،، صدرالدین عارف رح	شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رح	ملتان		سنہ ۶۸۴ھ ۲۳ ذی الحج	ملتان
،، رکن الدین ابوالفتح رح	شیخ صدرالدین عارف رح	ملتان		سنہ ۷۳۵ھ ۱۶ رجب	ملتان

ترجمہ اشعار فارسی

اس کتاب کے مختلف مضامین اور سلسلہ جات میں اشعار فارسی استعمال کئے گئے ہیں سلسلہ جات کی فارسی زیادہ تر عام فہم ہے۔ اس لئے اُن کے ترجمے کرنے کی چنداں ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ البتہ مضامین میں بعض اشعار ایسے ہیں جن کے سمجھنے میں مبادا قارئین کرام کو دقت محسوس ہو۔ اور سیاق و سباق کلام آسانی سے ذہن نشین نہ ہو سکے۔ اس لئے ان کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے اکثر اشعار کا حسب ذیل تقریباً تحت اللفظی مختصر ترجمہ کیا گیا ہے۔ امید ہے مفید مطلب ثابت ہو گا۔ عربی اشعار جو متن میں دیئے گئے ہیں۔ ان کا بھی یہاں پر ترجمہ کر دیا گیا ہے ترجمہ محض سیدھا سادا کیا گیا ہے۔ اس کو نہ ہی مسجع مقفیٰ الفاظ میں الجھایا گیا ہے اور نہ ہی شاعروں کے مختلف پیچیدہ مطالب کو سامنے رکھا گیا ہے ترجمہ جلدی میں بھی کیا گیا ہے۔ کیونکہ نصف سے زیادہ کتاب طباعت کے لئے پریس جا چکی تھی۔ اور بعد میں ترجمہ اشعار کا خیال ہوا۔

وما توفیقی الا باللہ

(پروفیسر معین الدین حسن قریشی)

ترجمہ اشعارِ فارسی

از پروفیسر معین الدین حسن قریشی

ترجمہ	سطر	صفحہ
اے غنی (کشمیری شاعر) حضرت یعقوب علیہ السلام کی بد قسمتی تو دیکھ کہ اُن کی آنکھوں کا نور (حضرت یوسف علیہ السلام) بی بی زلیخا کی آنکھ کو روشن کرتا ہے۔	۹-۱۰	۱۴
اس شہر کی پاک مٹی پر ہماری جان فدا ہو جس پہ کوچۂ دوست کی طرف جانیوالوں کے نقش قدم ہوں۔	۱-۲	۲۹
اپنی شیری پر بھروسہ نہ کر۔ ایسے درخت کے سایہ کے نیچے آ جو اُمیدوں کو لئے کھڑا ہے (پیر پکڑ)۔	۳-۴	۱۱۸
مجھے جنون اٹھا ہے۔ اے صحرا تو وسیع ہو جا۔ اے کانٹو اور پتھر کے نوکدار ٹکڑو اور تیز ہو جاؤ۔ تاکہ میرے پاؤں آبلوں سے بھر جائیں۔	۱۷-۱۸	۱۲۷
پیر آسمان کی سیڑھی ہوتا ہے۔ چلتے چلتے آسمان پر لے جاتا ہے۔	۱-۲	۱۳۶
اے صبا! اہل وفا کے لئے اُن زلفوں سے خوشبو کا تحفہ لا جیسے بال کستوری ہیں	۱-۲	۱۴۲
میرے ماتھے کو تیری دہلیز پر جبتک سجدہ کرنیکی اجازت نہ ملے تو میں گل لالہ (پوست) کی طرح سر جھکا کر ایک رکعت میں عمر گذار دوں گا۔	۱۱-۱۲	۱۴۴
حافظ۔ اگر جہان سے وفا اٹھ جائے تو شیخ کامل کے در پر بھی ملیگی اس لئے میں اس دروازے کی خاکبوسی نہیں چھوڑوں گا۔	۱۵-۱۶	۱۵۸
شاید ندیوں سے بہشت کی نسیم (ہوا) چل رہی ہے۔ اس لئے مرغزاروں سے کستوری کی خوشبو آ رہی ہے۔	۸-۹	۱۶۴

ترجمہ	سطر	صفحہ
کاش ایک ایسی رات آئے جسکی صبح نہ ہو۔ اُس سے میں اپنا غم کہوں میں سوؤں وہ ہنسے۔ تنہا میں، تنہا وہ۔	۲۰-۲۱	۱۶۶
حسن کے حرم میں خون سے یہ لکھا ہے کیا تم اس گمان میں ہو۔ کہ آزمائے نہیں جاؤ گے؟	۱-۲	۱۶۸
نگاہ کا دامن چھوٹا ہے۔ ترے حسن کے پھول بہت، پھول چُننے والا اپنے دامن کے چھوٹا ہونے کا گلہ کرتا ہے۔	۷-۸	۱۸۸
عاشقی سیکھ اور کوئی محبوب تلاش کر۔ حضرت نوحؑ کی آنکھ اور حضرت ایوبؑ کا دل طلب کر۔ کسی کامل کے در کو چوم کر اپنی مٹی کو کیمیا بنا دے۔	۱۹-۲۰	۲۱۳
یہ جہاں کفر کا کھیل نہیں بلکہ اسرار کا آئینہ ہے۔ عارف وہ اچھا ہے جو ڈر کی وجہ سے شور نہ مچائے۔ اگر ایمان کے راستے سے یوسفؑ کا قدم ڈگمگائے، تو اسکو دور سے کوئی بُت دکھا دیتے ہیں کہ برقرار رہے	۶-۹	۲۲۵
وضو کیا ہے دل کا پاک کرنا۔ صاف دل کیا ہے غیروں سے صاف کرنا	۱۲-۱۳	۲۳۷
ہم نہ ہوا کے پرندے ہیں نہ گھریلو۔ ہماری غذا بے تعلقی کا دانہ ہے	۱۱-۱۲	۲۳۸
دل کی آنکھوں سے خدا کے سوا کسی کو نہ دیکھ۔ جو کچھ دیکھ رہا ہے یہ سمجھ کہ خدا ہی کا مظہر ہے۔	۸-۹	۲۴۰
نفس امارہ کو پیر کے سایہ کے سوا کوئی نہیں مار سکتا۔ اس نفس کے مارنے والے کا دامن مضبوط پکڑ۔	۱۳-۱۴	۲۴۲
دوست کے ہاتھ سے جو کچھ ملے کھا۔ بیمار طبیب سے زیادہ عقلمند نہیں ہوتا	۱۱-۱۲	۲۴۴
میرا سر ننگا نہیں اسیر چارِ ترک کی ٹوپی ہے: ترک دنیا۔ ترک	۱۲-۱۳	۲۴۸

صفحہ	سطر	ترجمہ
		عقبیٰ - اور ترک کے خیال کو ترک کرنا۔
۲۴۹	۴-۵	اگر کوئی بڑی چیز چاہتا ہے تو رنج و راحت لازمی ہیں۔ بکریوں کے ریوڑ کی مٹی بھیڑیئے کی آنکھ کیلئے سرمہ کا کام دیتی ہے
۲۵۱	۱۱-۱۲	میں نہیں جانتا کہ جب تجھے دوست سمجھتا ہے تو تجھے بیکار و خستہ حال کیوں چھوڑتا ہے
۲۵۲	۱-۲	ہم نے کرامتیں اس واسطے ظاہر کی ہیں کہ کام کے وقت تجھے طاقت دیں
۲۷۶	۱۰-۱۱	وصال کی فرصتیں گزر گئیں اور ہمیں پتہ ہی نہ چلا۔ حافظ اب تو ہجر کی غزلیں کہہ۔
۲۷۷	۳-۴	جب سے میری معشوقہ سلمیٰ عراق کو چلی گئی ہے۔ اُسکے عشق میں مجھے بے انتہا تکلیفیں ہیں (وہ کچھ ملا - جو کچھ ملا)
״	۱۵-۲۰	اے نورؔ کے پتلے تو کون ہے؟ ابن آدم کے لباس میں تو کیا چیز ہے؟
״		تیرا چہرہ نورؔ سے بنا ہے اور نور پھیلا رہا ہے۔ طور والی تجلیاں تیری آنکھ کے پردوں سے پیدا ہوتی ہیں۔
״		تیری نازک طبیعت باغِ حسن کی خوشبو ہے اور حقؔ کے بھیدوں کو ظاہر کرتی ہے۔
״		ازل کے باغ کا بلبل ہے تو یا پھول؟ ازل کے وعدے کی یاد کو تونے تازہ کردیا ہے۔
״		دلنوازا! دلبری کے ملک کا تو قاصد ہے یا بہشت کی ہوا ہے یا کوثر کی لہر؟
״		تیری خوشبو میرے دل کی آنکھ کو کھول رہی ہے۔ تیرا چہرہ،

صفحہ	سطر	ترجمہ
		آیت والشمس والضحٰے کی تفسیر ہے۔
۲۷۷	۲۱	تیری آنکھ کے جادو کیوجہ سے دل فریاد کرتا ہے۔ تیری ہر نظر تلوار، برچھی، تیر اور کمان ہے۔
۲۷۸	۱-۲	اے جادوگر! تو موسٰی ہے، یا سامری، یا اپنے زمانے کا خضر، یا اس سے بھی پرے کچھ اور؟
۲۷۹	۲۱-۲۲	تو دیکھنے والے کی آنکھ کی سیاہی (پتلی) تھا۔ دیکھنے والا اندھا ہوگیا۔
۲۸۰	۱-۲	تیرے بعد جو چاہے مرجائے۔ مجھکو تو تیری ہی موت کا ڈر تھا
"	۱۲-۱۳	روح اور جسم ایک دوسرے کے ہم جنس نہیں۔ بشر میں یہ تعلق بہت ناقص ہے جسم و جان کا وصال عارضی ہے ان دونو کے جدا ہونیکو لازمی سمجھ!
۲۸۱	۶-۱۰	تصوف کیا ہے؟ مصطفٰے صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیروی ہے، اصول نعل۔ حال اور جذبۂ دل کیساتھ۔
"		ورنہ عبد اللہ ابن اُبَی (منافق) اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سجدوں کا ثواب برابر ہوتا۔
۲۸۲	۱۹-۲۰	روح۔ پانی۔ آگ۔ مٹی اور ہوا ہر ایک اپنی آخری (جگہ) منزل کیطرف دوڑے جارہے ہیں
۳۰۰	۱۳-۱۴	اے سورج! آسمان پر تیری صاف صاف تعریف کی گئی ہے زمین پر بھی ہمیشہ تعریف کیا جائے!
۳۰۱	۱-۲	پھولوں کے خرمن (ڈھیر) کو کس نے گود میں لے لیا کہ آ بیٹھے

صفحہ	سطر	ترجمہ
		کے پانی سے گلاب کی خوشبو آتی ہے۔
		(کس معشوق نے آئینہ دیکھا۔ کہ اُس سے گلاب کی خوشبو آتی ہے)
۳۰۲	۲-۳	محبوب عالم کے حضور میں عرض پیش کرتا ہوں، شاید میرے حال پر انکی نظر کرم ہو جائے؛
۳۰۴	۱۸-۱۹	تیرا ماتھا محمود کے سورج (منعکس) سے چاند بنا ہوا ہے۔ میں اپنے راگ میں اُسی کی یاد کرتا ہوں۔
"		اے پیر کامل میں تجھ پر کیوں نہ ناز کروں، کہ تو ہر گنہگار پر نظر رکھتا ہے
۳۰۵	۱۵-۱۶	ہمیشہ لطافت کے ساتھ طبیعت کی دایہ، جان کے درمیان تجھکو حُسن کی گود میں ناز کیسا تھ پالتی ہے۔
"		حافظ نے اُمید ہی قطع کر دی کہ دوست کا ثانی دیکھے حُسن کی
"		ولایت میں تیرے سوا کوئی بستا ہی نہیں۔
۳۰۶	۲-۱۱	آشنا کا چہرہ آنکھ کے لئے بہشت ہے۔ دوست کی خوشبو
"		جسم میں جان ڈال دیتی ہے اُسکے دامن کی ہوا سے غم اٹھ جاتا ہے
"		اور اُس کا کُرتہ اندھے کو بینا کر دیتا ہے آشنا کی آواز کان کی راحت
"		ہے۔ آشنا کی محبت دل کا سکون ہے۔
"		مضطر کو محبوب کے سوا کہاں پناہ ملتی ہے اور پیاسے کیلئے محبوب کے سوا کہاں ہے؟
"		میں آشنا کی پناہ ڈھونڈتا رہتا ہوں۔ میرا بہشت وہ ہے جہاں آشنا جلوہ گر ہو۔
"		اللہ نے فرمادیا کہ ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونیکی جگہ کو مصلےٰ

ترجمہ	سطر	صفحہ
بناؤ۔ عارف دوستوں کے پاؤں کی شان تو دیکھو!		۳۰۶
(اسلئے) آشنا کے پاؤں کی پشت چوم لے اور آشنا کے بیٹھنے کی جگہ پر آداب بجا لا۔		"
دوست کیطرف لبیک کہتا ہوا جا۔ دوست کا کوچہ کعبہ ہوتا ہے		"
ہر قدم آشنا کے راستے پر اٹھے۔ اور ہر نظر آشنا کی انتظار میں		"
یارب اس قیدی پرندے پر کیا عذاب ہے۔ کہ تڑپنا بھی ناپسند ہے اور اُڑ جانیکی بھی اجازت نہیں۔	۲-۳	۳۱۵
عشق کے پرکار کے اُس مرکز کی ماں۔ عشق کے اُس قافلہ سالار کی ماں۔	۱۵	"
بتولؓ تسلیم کی کھیتی کی پیداوار ہے۔ ماؤں کے لئے کمل نمونہ بتولؓ ہے وہ جسکو صبر و رضا نے ادب سکھایا۔ چکی چلانے والی' اور سب قرآن پڑھنے والے جبریلؑ نے اُس کے آنسو زمین سے چن لئے اور شبنم کیطرح عرش اعظم پر بکھیر دیئے۔	۱-۵	۳۱۶
اللہ کے قانون کی رسّی پاؤں میں پڑی ہے۔ جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا لحاظ ہے۔ ورنہ اُسکی قبر کے گرد طواف کرتا اور اُسکی مٹی پر سجدے بکھیرتا۔		"
دل اور عقل اُس کے جلال سے اور اُس کے کمال سے جسم اور روح چندھیا گئے۔	۸-۹	۳۲۵
اے خدا تو مری روح کو وہ مقام دکھا دے کہ جہاں بات کرنے کے لئے الفاظ کی صورت نہیں' تاکہ پاک روح سر کے بل چلے۔	۱۸-۲۱	۳۳۶

صفحہ	سطر	ترجمہ
۳۳۲	۱۲-۱۳	اُس کے طلوع سے صبح نمودار ہوئی اور اُس کے بالوں کی سیاہی سے رات سیاہ ہو گئی۔ جو محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں وہ ہمارے سردار ہیں۔ اُسکی قبولیت سے ہماری عزت ہے۔
۳۳۵	۷-۸	جمشید کی مجلس کے ساقیو تمہاری عمر دراز ہو۔ اگرچہ آپ کے زمانے میں ہمارا جام شراب سے پُر نہ ہوا۔
"	۱۰-۱۱	اُسکا دیکھنے کا شوق دیکھنے سے کم نہ ہُوا۔ اُس کا دامن بھرا ہوا ہے مگر پھول چُننے کا شوق کم نہیں تھا۔
۳۳۷	۱-۲	اے دل غنچہ کی طرح اپنے بخت بند ہونے کی شکایت نہ کر۔ کہ صبح کی ہوا گرہ کھولنے والی نسیم لائی ہے۔
۳۴۱	۸	جو مال سے ہی دولتمند پیدا ہوتا ہے۔ اُسکی دولت کی ترقی اندھیرے کو دور کرتی ہے
۳۴۴	۱۶-۱۷	رات کو گھوڑے دوڑاتے رہتے ہیں۔ صبح کو شور مچاتے ہیں کہ ہم پیچھے رہ گئے۔
۳۴۹	۱۳-۱۴	جب خود پرست خودی کے پیچھے پڑتے ہیں تو سست، خطرناک کوچوں (مشکلات) میں پھرتے ہیں۔
۳۵۲	۱-۲	تو نے اپنا حسن حسینوں کے چہروں سے ظاہر کیا، پھر عاشقوں کی آنکھ سے اپنے آپ کو دیکھا۔
"	۱۰-۱۱	ایک ہاتھ میں شریعت کا پیالہ، دوسرے ہاتھ میں عشق کا اہرن (جس پر لوہار لوہا کوٹتا ہے) پیالے اور آہرن دونوں سے کام لینا ہر کسی کا کام نہیں۔

صفحہ	سطر	ترجمہ
۳۵۳	۱۴-۱۵	جو شخص سجدے میں اللہ تعالے کا جمال نہیں دیکھتا، میرا فتویٰ یہی ہے کہ وہ نماز دوبارہ پڑھے۔
۳۵۵	۳-۴	اُسکی ہر بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کی تشریح تھی اور اسکی گہری نگاہ معنوں کا قلزم ہے۔
"	۱۲-۱۳	عاشقوں کے لئے دوزخ اور بہشت کا سوچنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا ہمارے لئے ہر وقت بہشت ہے۔
"	۱۸-۱۹	تیرے گیسوؤں کی خوشبو مجھے ہمیشہ مست رکھتی ہے۔ تیری جادو بھری آنکھ کا فریب مجھے ہر وقت خراب کرتا ہے۔
۳۵۶	۱۴-۱۵	اُسکی کبریائی کے کنگرے کے نیچے ایسے ایسے لوگ ہیں، جو فرشتوں، پیغمبروں کو اپنا مقصود (شکار) بناتے ہیں اور اللہ کو پکڑاتے ہیں۔
"	۱۷-۱۸	تسبیح اور جُبّہ تجھے مستی نہیں بخشتا۔ ایسے کام کے لئے شراب فروش سے ہمت طلب کر۔
۳۵۷	۹-۱۰	اگر عشق کی تشریح چاہتا ہے تو عاشقوں کی آنکھ سے قرآن کو پڑھ
"	۲۱-۲۲	عشق کو بغیر عشق کے سمجھنا محال ہے۔ ہر مؤذن حضرت بلال رضؓ کا ہمراز نہیں ہوتا۔
"		اپنے چہرے سے برقعہ اٹھا دے اور بوعلیؒ کو ایک جلوہ دکھا، تاکہ جہان میں دوسری بار وہ عشق کا چرچا کرے۔
۳۵۸	۸-۹	میں تو نورُ ہی نور ہوں۔ میں چراغ۔ بتی اور تیل نہیں ہوں
"	۱۸-۱۹	وہ راز جو سینہ میں نہاں ہے واعظ تو نہیں۔ سولی پر کہا جا سکتا ہے۔ منبر پر نہیں۔

صفحہ	سطر	ترجمہ
۳۵۹	۳-۵	عشق کے مضمون نے اُس سے نئی تشریح پائی۔ شریعت کے امام ہیں اور عشق کی دہکتی ہوئی انگیٹھی، رخسار قرآن ہے تو ابرو خنجر، سینہ میں آگ اور لب پر کوثر ہے۔
		درد مند ہے اور درد مندوں کا علاج ہے۔ بندہ ہے اور بادشاہوں سے خراج لیتا ہے۔
"	۸-۹	میں اُس کے جمال میں محو ہوں۔ اور نہیں جانتا کہ کہاں چلا گیا۔ میں اُس کے وصال میں غرق ہوگیا۔ اور نہیں جانتا میں کہاں چلا گیا
۳۷۵	۱-۲	جان کی ڈور پیارے میں ڈال دی، کہ یہ رشتہ اُس سے نظام حاصل کرتا ہے۔
۳۷۸	۴-۵	ایک جوان راستہ میں پھر ملا۔ شاید اُس کی محبت کی خوشبو بہت اٹھی۔
۳۸۱	۱۳-۱۴	تیری پاک نگاہ جہان کا فنکار کرتی ہے اور شوق کے جہان کو پالتی ہے۔
"		تیرے پھول برسانے (باتیں کرنے) سے دل کو قرار ہے۔ بہار میں بہار ہی بہار ہے۔
۳۸۲	۱-۱۷	اُس بادشاہ نے آپ کو محبوب کہا۔ اس لئے شان محبوبی آپ پر نثار ہے میرے دل زار پر آپ نے ایک نظر ڈالی اس سے میرے صبر کا دامن تار تار ہوگیا۔
"		میں یہی چاہتا ہوں کہ آپ پر جان چھڑک دوں۔ لیکن میری جان اس کام کے لائق نہیں۔

صفحہ	سطر	ترجمہ
۳۸۲	"	میری جان زار میں محبت نے آگ لگا دی۔ محبت نے میرے آرام کے سامان کو جلا دیا۔
"		جگر کا درد کس طرح چھپا رہے۔ جب کہ میری آنسو والی آنکھ اس کی غمازی کرتی ہے۔
"		جب تو گرے ہوؤں کا ہاتھ پکڑنے والا ہے۔ میں اپنے گرنے کا کوئی خوف نہیں رکھتا۔
"		میرے دل میں محبت کی خوشبو تیری وجہ سے ہے۔ ورنہ میں کیا ہوں ایک مٹھی بھر گرد و غبار!
"		میرے دل سے تو نے بہت سی سیاہیاں دھو دی ہیں۔ میری مٹی کی تو نے قیمت بڑھا دی ہے۔
"		میرے ہر لفظ کی تہ میں آگ کا سمندر جوش مارتا ہے۔ عشق کے سوز کی وجہ سے دل کا خون جوش میں آتا ہے۔
"		دل کی بات لبوں پر کیسے آئے۔ کہ وہ لفظوں کا طریقہ اختیار نہیں کرتی۔
"		اس راستے میں جو قدم سے آشنا نہیں۔ تو کوئی اس پر پاؤں سے چلنے کی کیا کوشش کرے۔
		دیکھئے تجھے دیکھنے کیلئے کوئی اپنے دل کا سامان بیچنے کو تیار ہے۔
"		مبارک دن ہوگا کہ میں تیرے دروازے پر آؤں اور اپنی پیشانی تیرے دروازے پر رگڑوں۔
"		اے ساقی تو شراب پینے والوں کا ہجوم دیکھ جو تجھ پر قربان ہو رہا ہے جیسے پھول پر بلبلیں۔

ترجمہ	سطر	صفحہ
تو محبوب ہے تیری آنکھوں سے ادھار لیتے ہیں شراب پینے والے مستی کا جام مسلسل۔	۱-۱۷	۳۸۳
تیری جان کی قسم! عشق کے اس خمخانہ میں شراب کا پیالہ کم ظرفوں کو راس نہیں آتا۔		"
اپنے رندوں کو تو نے کیا سبق پڑھایا ہے کہ ہوشیار اُن کی ہوا سے بھی کانپتے ہیں۔		"
مجھے سمجھ نہیں آتا تجھ سے کیا مانگوں۔ سوائے اس کے کہ تیری مہربانی کے سائے میں رہوں۔		"
میرے شوق کی تاب وتب دیکھئے۔ اے میرے ساقی پیالے کا دور چلا۔		"
کہ میں ایک گھونٹ سے سرمست ہو جاؤں۔ میری باقی زندگی اسی طرح گذر جائے۔		"
تیرے عشق کے داغ سے میرا دل روشن ہو۔ میری سُبک ساقی (تیز رفتاری یا روشنی) آسمان کے لئے باعث رشک ہو۔		"
دردمندی کا سامان لیکر آیا ہوں۔ اے میرے ساقی مجھ جیسا قبول کر لے		"
تجھے سمجھا ہے اگر مجھے شراب کا پیالہ دے۔ تو بادشاہ ہے اور میں بگڑا ہوا رند		"
یا الٰہی میرا ساقی خوش رہے۔ اسکا دل رنج و غم سے آزاد ہو۔		"
ہر شراب پینے والے کا دل تیرے لئے مضطرب ہے۔ کہ یہ میخانہ آباد رہے۔		"
اے شہید یہ مینا پگھلانے والی شراب میرے ناخوش دل کیلئے		"

صفحہ	سطر	ترجمہ
۳۸۳		باعث سرور ہو۔
"		میری دعا مقناطیس ہے۔ قبولیت اُسکے آگے فولاد بنکر آئے۔
"		اُسکو دائمی حیات عطا کر۔ کہ اُسکا فیض ندی کیطرح جاری ہے۔
۳۸۴	۲-۶	محبوب کی آنکھ حیا کے جنگل کا ہرن ہے۔ اُسکی نگاہ وفا کے جال کی کنڈیاں ہیں۔
"		ساقی کی آنکھ سے کئی میخانوں میں رونق ہے۔ اُسکے دیکھنے سے پیمانوں میں مستی آجاتی ہے۔
"		دیکھنے والی آنکھ سے سینکڑوں مرتبے صادر ہوتے ہیں۔ جاننے والی آنکھ بزرگی کا آفتاب ہے۔
"		تجھکو نظر والوں کی قوت کا کیا پتہ؟ جب نیچی نگاہ اوپر اٹھتی ہے تو چاند کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے۔
"		حضرت بلال رضؓ نے کسی کی آنکھ کا گوشہ دیکھا تو دوسروں کی غلامی سے ہٹا لیا۔
۳۹۱	۵ تا آخر	آپ نے کسکی زلف کی بات کہی کہ تیرے قلم سے خالص مشک ٹپک رہا ہے۔
		اپنے باپ کے اسرار سمجھنے کی توفیق ڈھونڈنا پارسا بیٹے کیلئے مبارک ہو۔
		آوان شریف کے راستے کے شوق سے تیرے باپ کے عشق کا بھید تیری پاک طبیعت سے ظاہر ہے۔

جب اُس کا پیکر تیری آنکھوں کے سامنے خود بخود آگیا تو صبا کے قاصد کی کیا ضرورت پڑی۔

میں بیچارہ خود راستے میں پیچھے رہ گیا ہوں - یا الٰہی میں آپ کے کس کام آسکتا ہوں -

تیرا باپ تیرے راستے میں کافی ہے بس چل پڑو وہ تیرے ساتھ ہے اور تجھکو دیکھتا ہے -

محبت کے عنوان کے متعلق میں کیا کہوں یہ تو سخت پتھر سے مومیائی کی تلاش ہے تو کیوں محبت کا حرف پڑھتا ہے۔ شاید اُسکے انجام کار سے واقف نہیں -

محبت بلائق آزمائشوں کے سمندر کا گرداب ہے محبت لا دوا درد کا نام ہے اس آگ سے زردشت بھی لرزتا ہے اور اس سے دارا بادشاہ کے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے -

محبت جدائی کے پیالے ضرور پلائے گی - تڑپنے والی موت کی سکرات تجھے مدہوش کر دیگی -

محبت سیاہی کی بجائے خون کیساتھ قصہ لکھتی ہے پھر کربلا میں جاکر اُسکا تماشا کرتی ہے -

کیا تو یہ حرف دوبارہ لب پر لاتا ہے ؟ شاید محبوبوں کا دستور نہیں جانتا -

ادا کے شکار کو نہ تو اُڑ جانے کی اجازت، نہ تڑپنے کی - اور نہ فغاں کی طاقت،

خون کے آنسو تیری دونوں آنکھوں سے بہیں گے اور جس کیلئے تو روتا ہے وہ تیری پرواہ نہ کرے گا -

محبت دنیا اور آخرت کا ترک ہے اور کعبوں اور بتخانوں کو توڑنے کا نام ہے محبت تمنا کے اظہار کو چھوڑ دیتا ہے - محبت مقصد کو زبان پر نہ لانے کا نام ہے

محبت حقائق کو ترک کرنا اور محبت قضا کے شیشہ کو توڑ دینا ہے۔
محبت غیر کا ذکر برداشت نہیں کرتی۔ اور محبت نفی کی تلوار کو سونتنا ہے
جب اُس کے دروازے پر پہنچے تو میری طرف سے کہنا۔ اے محبت کی ولایت
کے بادشاہ!

وفا کی حفاظت کرنے اور لحاظ رکھنے والے، حیا، کے دامن سے خطا کو
چھپا دینے والے!

اے چمکنے والے ستارے۔ کوکب۔ سورج اور اے روشنی کے مینار!
اے معرفت کے آسمان پر قطب مدار!
اے بادشاہ، جو ہر گدا کو تخت و تاج بخشتا ہے۔ اے فقر کی گدڑی پہننے والے خاکسار!
اے امام! اے قاضی! اے بہت سے علوم کے سمندر، اے سنت رسول صلعم کی نگہبانی کرنیوالے!
اے دل کے خون سے وضو کو تازہ رکھنے والے! اے عشق کی نماز کو رگ رگ سے ادا کرنیوالے۔
اے ایاز! اے شاہ محمود! اور اے عکسِ عبدالغفور رح! تو اسقدر نیاز ہے کہ تجھے ناز کا
پروردگار کہیئے۔

جان پر تیر مارنے والے چابک سوار! تڑپنے والوں کے حال سے بے پرواہی کرنیوالے۔
اپنے بینواؤں کا سلام قبول کیجئے۔ خدا کے لئے اُنکی طرف کبھی تو نگاہ کیجئے۔
محمد صلی اللہ علیہ وسلم جہان کے محبوبوں کے صدر ہیں اُس کے نور پر اللہ تعالٰے
درود اور سلام بھیجے۔

فقط

ساقی ز نورِ بادہ برافروز جامِ ما ۔۔۔ مطرب بگو کہ کارِ جہان شد بکامِ ما!
(حافظ)

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا
مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ ط ۴ (آل عمران ۱۷۲)

ناشر

اشتیاق احمد پال خلف الرشید

بابو مشتاق احمد پال مرحوم

پتہ: حافظ نور محمد، مشتاق احمد

میوہ منڈی۔ جہلم شہر

فون: ۲۷۳۲ - ۲۸۸۳

تار کا پتہ: "حافظ"

سنہ ۱۳۸۴ھ

سنہ ۱۹۸۳ء

طابع : ایم ظہیر الدین

مطبوعہ : استقلال پریس۔ لاہور